حضرت خواجہ **احمد میروی** رحمۃ اللہ علیہ نمبر

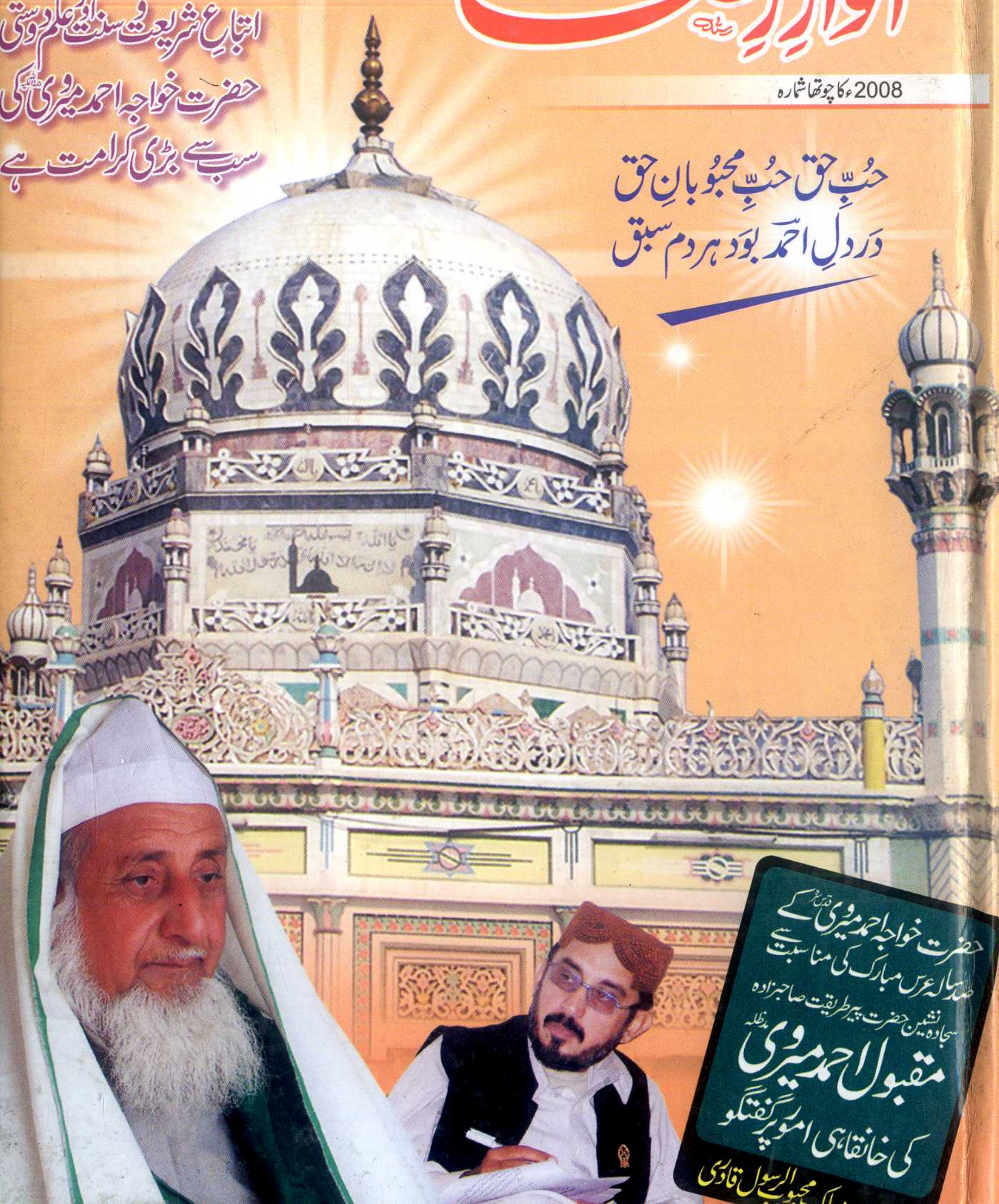
دینی، سماجی، اخلاقی اور ملی اقدار کا محافظ

جوہر آباد

سہ ماہی

انوارِ رضا

چیف ایڈیٹر
ملک محبوب الرسول قادری



شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

دینی، سماجی، اخلاقی اور ملی اقدار کا محافظ — جوہرآباد

سہ ماہی

انوارِ رضا

ملک محبوب الرسول قادری

جلد نمبر 2 شمارہ نمبر 4

ایڈیٹر: ملک محمد قمر الاسلام قمر

چیف ایگزیکٹو: مفتی آصف محمود قادری

معاون ایڈیٹرز: علامہ محمد شاہد جمیل اویسی، سید غفران شرف گیلانی، مولانا ظہیر عباس کھرل قادری، محمد تاج قادری

قیمت فی شمارہ: 280 روپے

سالانہ رکنیت فیس: 1000 روپے

انٹرنیشنل غوثیہ فورم انوار رضا لائبریری بلاک نمبر ۲ جوہرآباد ضلع خوشاب
0300-9429027
0321-9429027
Ph: 0454-721787

حسنِ ترتیب

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر

اپنی بات

حدیثِ بندۂ مومن دلآویز

گذشتہ صدی میں برصغیر کی سرزمین سے علم و عرفان کے آفتاب و ماہتاب طلوع ہوئے اور انھوں نے مخلوقِ خدا کی خدمت اور رشد و ہدایت کے لیے اپنی زندگیاں عملاً وقف اور صرف کیں ان بہت ساری ہستیوں میں سے ایک یگانۂ روزگار ہستی حضرت قدوۃ الکاملین، عمدۃ العارفین، علامۂ زمان، خواجۂ خواجگان خواجہ احمد میروی قدس سرہٗ کی بھی ہے۔ ساری دنیا میں جنکا طوطی بولتا ہے اور ساری دنیا میں جن کا فیض پہنچا ہے وہ ان لوگوں میں سے ایک تھے جو فقیری میں بادشاہی کرتے ہیں ان کا فقر ایسا تھا کہ دنیا کے بادشاہ بھی خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں اور بڑے سے بڑے رؤسا بھی جن کے لنگر کا پانی بھرتے ہیں۔ حضرت خواجۂ احمد میروی قدس سرہٗ نے جس انداز سے ابلاغ دین اور خدمت خلق کا فریضہ نبھایا وہ ہماری تاریخ کا ایک روشن باب ہے وہ عفتِ قلب و نگاہ کا ایک حسین و جمیل پیکر تھے۔

ہم نے اپنے حالیہ شمارہ کو آپ کے احوال و آثار، سیرت و کردار، تعلیمات و افکار اور خدمات و کارناموں کے حوالے سے بعنوان ...... حضرت خواجہ احمد میروی رحمتہ اللہ علیہ نمبر...... بطور خصوصی اشاعت وقف کیا ہے۔ اس سلسلہ میں ہمیں خانوادۂ میرویہ کے چشم و چراغ برادرم صاحبزادہ محمد فاروق احمد میروی اور حضرت پیر طریقت علامہ صاحبزادہ پروفیسر محبوب حسین چشتی (سجادہ نشین پیر بل شریف) کا شکریہ ادا کرنا ہے اللہ تعالیٰ انھیں ذوق و شوق میں فراوانی عطا فرمائے اور خدمت دین کے یہ سرچشمے جاری و ساری رہیں۔ خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ احمد میروی قدس سرہٗ کے احوال و آثار کے مطالعہ کے بعد حضرت اقبالؒ کا یہ شعر دل و دماغ کی لوح پر ابھرتا ہے ؎

حدیثِ بندۂ مومن دلآویز
جگر پُرخوں ، نفس روشن ، نگہ تیز

آپ بھی پڑھیے اور اپنی آرا سے ہمیں بھی آگاہ کیجئے اللہ تعالیٰ ہمیں علم نافع عطا فرمائے اور صوفیا و صلحا کے منہج پر گامزن ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین

۲۷ دسمبر ۲۰۰۸ء
۱۱:۳۵ بجے شب

ملک محبوب الرسول قادری
(چیف ایڈیٹر)

حمد باری تعالیٰ

اے خدا، اے مہربان مولائے من — اے انیس خلوت شبہائے من
اے کریم و کارسازِ بے نیاز — دائم الاحسان شہ بندہ نواز
اے کہ تامت راحتِ جان و دلم — اے کہ فضل تو کفیلِ مشکلم
ماخطا کاریم تو بخشش کنی — نعرہ "انی غفور" مے زنی
اللہ اللہ زیں طرف جرم و خطا — اللہ زاں طرف رحم عطا
اے خدا بہرِ جنابِ مصطفےٰ — چار یار پاک و آلِ باصفا
پُرکن از مقصد تہی دامان ما — از تو پذ رفتن زما کردن دعا

(اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ العزیز)



یا الٰہی! عفو کن تقصیرما — نیست جز تو کو کنند تدبیرما
دستگیری کن مرا یادستگیر — زآنکہ جز تونیست مارا دستگیر
کس نہ گشتہ از در تونامید — اے امیدو، اے امیدو، اے امید
چون سلیمانم بکردے اے کریم — حفظِ ایمان کن ز شیطانِ رجیم

(سند الاولیاء سید الاصفیاء حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی قدس سرہٗ العزیز)



تری حمد ہے فرض میری زباں کا — کہ خالق تو ہی ہے زمین و زماں کا
ترا حکم جاری ہے کون و مکاں میں — تو ہی حکمراں ہے یہاں کا وہاں کا
فلک سر جھکائے ہوئے کہہ رہا ہے — کہ واجب ہے سجدہ ترے آستاں کا
خدائی میں یارب خدائی ہے تیری — تو ہی مالک الملک کون و مکاں کا
زمیں کو کیا تو نے پانی پہ قائم — ہوا پر رہا سائباں آسماں کا
تنِ مردہ میں روح تو ڈالتا ہے — تو ہی لینے والا ہے زندوں کی جاں کا
ترا نام لینے سے عزت زباں کو — ترے ذکر سے بول بالا بیاں کا
خطائیں مری بخش غفار ہے تو — کہ کھٹکا نہ باقی رہے کچھ وہاں کا
دم مرگ نام آئے تیرا زباں پر — کہ یہ وقتِ بیدلؔ کے ہے امتحاں کا

(مولانا شیخ محمد دلاور خان بیدلؔ پشاوری قدس سرہٗ العزیز)

لمعاتِ نور

منشورِ انسانیت

حضور رسالتمآب ﷺ خطبہ حجۃ الوداع

حج کے دن حضور ﷺ عرفہ تشریف لائے اور آپ ﷺ نے وہاں قیام فرمایا۔
جب سورج ڈھلنے لگا تو آپ ﷺ نے (اپنی اونٹنی) قصوا کو لانے کا حکم فرمایا۔
اونٹنی تیار کر کے حاضر کی گئی تو آپ ﷺ (اس پر سوار ہو کر) بطن وادی میں تشریف فرما ہوئے اور اپنا وہ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں دین کے اہم امور بیان فرمائے۔

آپ ﷺ نے خدا کی حمد وثنا کرتے ہوئے خطبے کی یوں ابتدا فرمائی:

"خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ یکتا ہے۔ کوئی اس کا ساجھی نہیں۔ خدا نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ اس نے اپنے بندے (رسول ﷺ) کی مدد فرمائی اور تنہا اسی کی ذات نے باطل کی ساری مجتمع قوتوں کو زیر کیا۔

لوگو! میری بات سنو کیونکہ میں ﷺ نہیں سمجھتا کہ آئندہ کبھی ہم اس طرح کسی مجلس میں یکجا ہو سکیں گے (اور غالباً) اس سال کے بعد (میں ﷺ حج نہ کر سکوں گا)

لوگو! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

"انسانو! ہم نے تم سب کو ایک ہی مرد و عورت سے پیدا کیا ہے اور تمھیں جماعتوں اور قبیلوں میں بانٹ دیا کہ تم الگ الگ پہچانے جا سکو۔ تم میں زیادہ عزت و کرامت والا خدا کی نظروں میں وہی ہے جو خدا سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔" چنانچہ (اس آیت کی روشنی میں) نہ کسی عرب کو کسی عجمی پر کوئی فوقیت حاصل ہے نہ کسی عجمی کو کسی عرب پر، نہ کالا گورے سے افضل ہے نہ گورا کالے سے۔ ہاں بزرگی اور فضیلت کا کوئی معیار ہے تو وہ تقویٰ ہے۔

انسان سارے ہی آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی سے بنائے گئے ہیں۔ اب فضیلت و برتری کے سارے دعوے، خون و مال کے سارے مطالبے اور سارے انتقام میرے پاؤں تلے روندے جا چکے ہیں۔ پس بیت اللہ کی تولیت اور حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمات علیٰ حالہ باقی رہیں گی۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قریش کے لوگو! ایسا نہ ہو کہ خدا کے حضور تم اس طرح آؤ کہ تمہاری گردنوں پر تو دنیا کا بوجھ لدا ہوا ہو اور دوسرے لوگ سامانِ آخرت لے کر پہنچیں اور اگر ایسا ہوا تو میں ﷺ خدا کے سامنے تمھارے کچھ کام نہ آ سکوں گا۔

قریش کے لوگو! خدا نے تمہاری جھوٹی نخوت کو ختم کر ڈالا اور باپ دادا کے کارناموں پر تمھارے فخر و مباہات کی اب کوئی گنجائش نہیں۔ تمھارے خون و مال اور عزتیں ایک دوسرے پر قطعاً حرام کر دی گئیں، ہمیشہ کے لیے۔ ان چیزوں کی اہمیت ایسی ہے جیسی تمھارے لیے اس دن کی، اور اس ماہِ مبارک (ذی الحجہ) کی، خصوصاً اس شہر میں ہے۔ تم سب خدا کے آگے جاؤ گے اور وہ تم سے تمھارے اعمال کی باز پرس کرے گا۔

دیکھو! کہیں میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ تم آپس ہی میں کشت و خون کرنے لگو۔ اگر کسی کے پاس امانت رکھوائی جائے تو وہ اس بات کا پابند ہے کہ امانت رکھوانے والے کو امانت پہنچا دے۔

لوگو! ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اپنے غلاموں کا خیال رکھو، ہاں غلاموں کا خیال رکھو۔ انھیں وہی کھلاؤ جو خود کھاتے ہو۔ ایسا ہی پہناؤ جیسا تم پہنتے ہو۔

دورِ جاہلیت کا سب کچھ میں ﷺ نے اپنے پیروں تلے روند دیا۔ زمانۂ جاہلیت کے سارے انتقام اب کالعدم ہیں۔ پہلا انتقام جسے میں ﷺ کالعدم قرار دیتا ہوں، میرے اپنے خاندان کا ہے۔ ربیعہؓ بن الحارث کے دودھ پیتے بیٹے کا خون، جسے بنو ہذیل نے مار ڈالا تھا، اب میں ﷺ معاف کرتا ہوں۔ دورِ جاہلیت کا سود اب کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ پہلا سود، جسے میں ﷺ چھوڑتا ہوں، عباسؓ بن عبدالمطلب کے خاندان کا سود ہے۔ اب یہ

ختم ہو گیا۔

لوگو! اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حق خود دے دیا۔ اب کوئی کسی وارث کے حق کے لیے وصیت نہ کرے۔

بچہ اسی کی طرف منسوب کیا جائے گا جس کے بستر پر وہ ہوا۔ جس پر حرام کاری ثابت ہو، اس کی سزا پتھر ہے۔ حساب و کتاب اللہ کے ہاں ہوگا۔

جو کوئی اپنا نسب بدلے گا یا کوئی غلام اپنے آقا کے مقابلے میں کسی اور کو اپنا آقا ظاہر کرے گا، اس پر اللہ کی لعنت!

قرض قابل ادائی ہے۔ عاریۃً لی ہوئی چیز واپس کرنی چاہیے۔ تحفے کا بدلہ دینا چاہیے اور جو کوئی کسی کا ضامن ہو، وہ تاوان ادا کرے۔

کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی سے کچھ لے، سوائے اُس کے جس پر اس کا بھائی راضی ہو اور خوشی خوشی دے۔ خود پر اور ایک دوسرے پر زیادتی نہ کرو۔

عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے شوہر کا مال اُس کی اجازت کے بغیر کسی کو دے۔

دیکھو! تمھارے اوپر تمہاری عورتوں کے کچھ حقوق ہیں۔ اسی طرح ان پر تمھارے حقوق واجب ہیں۔ عورتوں پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ اپنے پاس کسی ایسے شخص کو نہ بلائیں جسے تم پسند نہیں کرتے اور وہ کوئی خیانت نہ کریں۔ کوئی کام کھلی بے حیائی کا نہ کریں اور اگر وہ ایسا کریں تو خدا کی طرف سے اس کی اجازت ہے کہ تم انھیں معمولی جسمانی سزا دو، اور وہ باز آ جائیں تو انھیں اچھی طرح کھلاؤ پلاؤ۔

عورتوں سے بہتر سلوک کرو کیونکہ وہ تو تمہاری پابند ہیں اور خود اپنے لیے وہ کچھ نہیں کر سکتیں۔ چنانچہ ان کے بارے میں خدا کا لحاظ رکھو کہ تم نے انھیں خدا کے نام پر حاصل کیا اور اسی کے نام پر وہ تمھارے لیے حلال ہوئیں۔

لوگو! میری ﷺ بات سمجھ لو کہ میں ﷺ نے حق تبلیغ ادا کر دیا۔

میں تمھارے درمیان ایک ایسی چیز چھوڑے جاتا ہوں کہ تم کبھی گمراہ نہ ہو سکو گے اگر اس پر قائم رہے اور وہ خدا کی کتاب ہے اور ہاں دیکھو، دینی معاملات میں غلو سے بچنا

کہ تم سے پہلے کے لوگ انہی باتوں کے سبب ہلاک کر دیے گئے۔

شیطان کو اب اس بات کی توقع نہیں رہ گئی ہے کہ اب اُس کی اس شہر میں عبادت کی جائے گی لیکن اس کا امکان ہے کہ ایسے معاملات میں جنھیں تم کم اہمیت دیتے ہو، اس کی بات مان لی جائے اور وہ اسی پر راضی ہے۔ اس لیے تم اس سے اپنے دین و ایمان کی حفاظت کرنا۔

لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو۔ پانچ وقت کی نماز ادا کرو۔ مہینے بھر کے روزے رکھو۔ اپنے مالوں کی زکوٰۃ خوش دلی کے ساتھ دیتے رہو۔ اپنے خدا کے گھر کا حج کرو اور اپنے اہل امر کی اطاعت کرو، تو اپنے رب کی جنت میں داخل کیے جاؤ گے۔

اب مجرم خود ہی اپنے جرم کا ذمے دار ہوگا اور اب نہ باپ کے بدلے بیٹا پکڑا جائے گا نہ بیٹے کا بدلہ باپ سے لیا جائے گا۔

سنو! جو لوگ یہاں موجود ہیں یہ احکام اور یہ باتیں ان لوگوں کو بتا دیں جو یہاں نہیں۔ ہو سکتا ہے کوئی موجود نہ ہونے والا تم سے زیادہ سمجھنے اور محفوظ رکھنے والا ہو۔

اور (لوگو!) تم سے میرے ﷺ بارے میں (خدا کے ہاں) سوال کیا جائے گا۔ بتاؤ تم کیا جواب دو گے؟...... لوگوں نے جواب دیا کہ ہم اس بات کی شہادت دیں گے کہ آپ (ﷺ) نے امانت (دین) پہنچا دی اور آپ (ﷺ) نے حق رسالت ادا کر دیا اور ہماری خیر خواہی فرمائی۔

یہ سن کر حضور ﷺ نے اپنی انگشت شہادت آسمان کی جانب اٹھائی اور لوگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''خدایا! گواہ رہنا...... خدایا! گواہ رہنا...... خدایا! گواہ رہنا۔''

بُستانِ رحمت

تضمین بر سلامِ رضا

نتیجۂ فکر: سلطان الشعراء محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری

۱۔ مہرِ رخشانِ رحمت پہ لاکھوں سلام — ماہِ تابانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
صدرِ ایوانِ رحمت پہ لاکھوں سلام — مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

۲۔ نجمِ افلاکِ عزت پہ روشن درود — ماہِ اوجِ فضیلت پہ لاکھوں سلام
نیرِ شرقِ حشمت پہ روشن درود — مہرِ چرخِ نبوت پہ لاکھوں سلام
گلِ باغِ رسالت پہ لاکھوں سلام

۳۔(ا) قلزمِ رحمت و رودبارِ کرم — مالک و گنج بخش و قسیمِ نعم
اختیارات ہیں جس کے نا مختتم — شہرِ یارِ ارم، تاجدارِ حرم
نو بہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام

۳۔(ب) وہ سحابِ عطا، برشگالِ کرم — اُس کا فیضان ہے جو بہ جو یم بہ یم
بے مثال اُس کا اجلال اُس کا حشم — شہرِ یارِ ارم، تاجدارِ حرم
نو بہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام

۴۔ نورِ حق عبدِ والا پہ دائم درود — عرش کے ضیفِ اعلیٰ پہ دائم درود
شاہدِ حق تعالیٰ پہ دائم درود — شبِ اسریٰ کے دولہا پہ دائم درود
نوشۂ بزمِ جنت پہ لاکھوں سلام

۹۔(ا) جن عناصر کی گردش ہے افلاک پر — اُن پہ بھی ہے نبی کا نفوذ و اثر
وہ بھی طاقت گزارِ شہِ بحر و بر — صاحبِ رجعتِ شمس و شق القمر
نائبِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

۴۔(ب) ہے وجودِ نبی معجزہ سر بسر — باخبر ہیں جو ہیں صاحبانِ نظر
اُن کا خاموش اشارہ بھی ہے پُر اثر — صاحبِ رجعتِ شمس و شق القمر
نائبِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

۱۰۔ بعد اُن کے ہوئے خلق لوح و قلم — کیا مقامِ شرف اُن کا سمجھیں گے ہم
مظہرِ شانِ ربُّ العلیٰ ہیں اتم — سروِ نازِ قدم، مغزِ رازِ حِکَم
یکّہ تازِ فضیلت پہ لاکھوں سلام

۱۰۔(ا) دور و نزد اقتدار اُن کا پھیلا ہوا — اُن کا رُتبہ خدا کی نظر میں ہے کیا
روزِ محشر یہ سب کو نظر آئے گا — جس کے زیرِ لوا آدم و من سوا
اُس سزائے سیادت پہ لاکھوں سلام

۱۱۔ حصر اُن کے تصرف کا کوئی نہیں — وہ ہیں لاریب سلطانِ دُنیا و دیں
اُن کو مسجد کے مانند روئے زمیں — عرش تا فرش ہے جس کے زیرِ نگیں
اُس کی قاہر ریاست پہ لاکھوں سلام

۲۱۔ راست و چپ کرم اُن کا ہے پیش و پس — اُن کا شیوہ عطا بخشش و جود بس
وقفِ بہبود خلق اُن کا ہر ہر نفس — خلق کی داد رس سب کے فریاد رس
کہفِ روزِ مصیبت پہ لاکھوں سلام

۲۳۔ اُن کے معراج کا ہے عجب ماجرا — جو ہے انسان کے فہم سے ماورا
شرحِ مازاغ، کیا معنی ماطغیٰ — شمعِ بزمِ دنیٰ ہو میں گم کن انا
شرحِ متنِ ہویت پہ لاکھوں سلام

۲۹۔ محفلِ کن فکاں کی اُسی سے ہے چھب — عالمِ آب و گِل کا ہے وہ منتخب
وصف میں اُس کی کیا اور کھلوں میں لب — سببِ ہر سبب منتہائے طلب
علتِ جملہ عِلت پہ لاکھوں سلام

۳۴۔ نقش زیبا تریں دستِ خلاق کا — کوئی اُس جیسا ہوگا نہ ہے نہ ہوا
مظہرِ حُسنِ حق ہے رُخِ مصطفیٰ — وصف جس کا ہے آئینۂ حق نُما
اُس خدا ساز طلعت پہ لاکھوں سلام

۱۰۔(ب) ہر کمال ہر علو اُن کو حق نے دیا — انبیاء میں خلائق میں یکتا کیا
اُن کا محتاجِ رحمت بڑے سے بڑا — جس کے زیرِ لوا آدم و من سوا
اُس سزائے سیادت پہ لاکھوں سلام

جاں فزائے محبان ہے اُس کا جمال — دل شکن بہرا عدا ہے اس کا جلال
وہ ہے جس حال میں بھی وہ ہے باکمال — چشمۂ لہر میں موجِ نورِ جلال
اس رگِ ہاشمیت پہ لاکھوں سلام

۳۹۔(ا) رابطہ ہے، غلاموں سے اُن کا ہر آن — بے خبر ہم سے ہیں وہ، غلط ہے گمان
بالیقیں وہ ہمارے ہیں احوال دان — دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان
کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام

۳۹۔(ب) سامنے اُن کی آنکھوں کے ہے ہر جہان — واقعی کیا مکان اور کیا لا مکان
اُن کی شنوائی کو غیر محدود جان — دُور و نزدیک کے سننے والے وہ کان
کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام

۴۱۔ جس پہ دائم ہے فضلِ عظیم خدا — خود خدا کو ہے مطلوب جس کی رضا
جس کو واشفع کا محشر میں مژدہ ملا — جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اُس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام

۴۲۔ ہر نبی نے خبر جس کی آمد کی دی — روزِ میثاق جس کی مدحت ہوئی
یہ فضیلت رُسولوں میں کس کو ملی — جن کے سجدے کو محرابِ کعبہ جھکی
اُن بھنوؤں کی لطافت پہ لاکھوں سلام

۴۷۔ حسنِ کردار خیر الورا پر درود — خوبیٔ سیرتِ مصطفیٰ پر درود
ہر ادائے شہِ انبیاء پر درود — نیچی نظروں کی شرم و حیا پر درود
اونچی بِنی کی رفعت پہ لاکھوں سلام

۵۶۔ وہ دہن جس کی ہر بات جانِ پڑی — وہ دہن، جس کی ہر بات روحِ صفا
جس کی ہر بات فرمودۂ کبریا — وہ دہن، جس کی ہر بات وحیِ خدا
چشمۂ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

۶۰۔ یہ خصوصی عطائے خدائے ودود   فیض یابِ حشر تک جس سے بزمِ وجود
مایۂ نازِ دانش گہ ہست و بود   اُس کی پیاری فصاحت پہ بے حد درود
اُس کی دل کش بلاغت پہ لاکھوں سلام

۴۲۔ آمدِ نُورِ حق کی خبر جب سنی   کعبۂ پاک نے بھی منائی خوشی
خیر مقدم کی گویا علامت یہ تھی   جن کے سجدے کو محراب کعبہ جھکی
اُن بھنوؤں کی لطافت پہ لاکھوں سلام

۴۵۔ بزمِ قوسین کا ہے عجب ماجرا   تھے محبّ و حبیب اور کوئی نہ تھا
دائمی راز ہے کیا کہا کیا سنا   معنی قلدرایٰ مقصدِ ماطغیٰ
نرگس باغ قدرت پہ لاکھوں سلام

۱۲۔ محفلِ کن کی بنیاد اُن کا وجود   ہیں وہی باعثِ ہر وجود و شہود
نُور سے اُن کے ہے ارض و چرخ کبود   اصل ہر بودِ و بہبود تخمِ وجود
قاسمِ کنزِ نعمت پہ لاکھوں سلام

۱۸۔ محسنِ خلق، خیر الورٰی پر درود   غم نصیبوں کے اُس غم زدا پر درود
کس مپرسوں کے مشکل کشا پر درود   کنز ہر بیکس و بے نوا پر درود
حرزِ ہر رفتہ طاقت پہ لاکھوں سلام

۲۶۔ اُن کی آمد پہ بعثت پہ، اعلیٰ درود   بزمِ ہستی کی زینت پہ اعلیٰ درود
حق تعالیٰ کی رحمت پہ اعلیٰ درود   رب اعلیٰ کی نعمت پہ اعلیٰ درود
حق تعالیٰ کی منت پہ لاکھوں سلام

۵۱۔ مومنوں کے لیے حکمِ یزداں درود   مصطفیٰ سے محبت کے اعلاں درود
عاشقانِ محمدؐ کی پہچان درود   چاند سے منہ پہ تاباں درخشاں درود
نمک آگیں صباحت پہ لاکھوں سلام

۵۷۔ جس کا ہر لفظ ہے وحی کا ترجمان   ہر سخن علم کی آگہی کی جاں
جس کی ہر بات میں خیرِ اہل جہاں   جس کے پانی سے شاداب جان و جناں
اُس دہن کی طراوت پہ لاکھوں سلام

۷۰۔ کون سا اختیار اُن کو بخشا نہیں   اُن کے رب نے جو ہے منعمِ عالمیں
زورِ حق ہے توانائی شاہِ دیں   جس کو بارِ دو عالم کی پروا نہیں
ایسے بازو کی قوت پہ لاکھوں سلام

۸۷۔ رشکِ صیدِ گلستاں غیرتِ صد چمن   اُن کی طفلی کا اسعد وہ دشت و دمن
کود کی کا تعالیٰ اللہ وہ بانکپن   اللہ اللہ وہ وہ بچپنے کی پھبن
اُس خدا بھاتی صورت پہ لاکھوں سلام

۵۹ چاند دو ٹکڑے جب وہ اشارہ کریں   سورج آئے پلٹ، شاہ کی چاہ میں
وہ کریں حکم، پتھر بھی کلمہ پڑھیں   وہ زباں جس کو سب کُن کی کنجی کہیں
اُس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

۶۹۔ سائلوں کو فقیروں کو اکثر دیا   ایک بار ہی نہیں، بارِ دیگر دیا
ہر گدا کو توقع سے بڑھ کر دیا   ہاتھ جس سمت اُٹھا غنی کر دیا
موجِ بحرِ سماحت پہ لاکھوں سلام

۷۳۔ ہاتھ برتن میں محبوبِ حق جب رکھیں   پانی جاری ہو اور اتنی مقدار میں
لشکری بھی پئیں جانور بھی پئیں   نور کے چشمے لہرائیں، دریا بہیں
انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام

۷۹۔ انتہائے فراست، کمالِ شعور   اُمی و دانش و آگہی کا وفور
کون سا علم جس پر نہیں ہے عبور   انبیا تہ کریں زانو اُن کے حضور
زانووں کی وجاہت پہ لاکھوں سلام

۸۲۔ا قلب انسانیت کی تمنا کا چاند   عظمتِ دین کا، فوزِ دُنیا کا چاند
صحنِ عبد اللہ میں اُترا بطحا کا چاند   جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اُس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

۸۲۔(ب) فرش پر آگیا عرشِ اعلیٰ کا چاند   قاب قوسین کا فتدلیٰ کا چاند
دیدۂ آدم و چشمِ حوا کا چاند   جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اُس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

۸۱۔ اُن سے منسوب جو ہے وہ ہر شے اہم — دل رُبا ہر ادائے شہِ محتشم
اُن کا اوجِ مقامِ ترابِ قدم — کھائی قرآں نے خاکِ گزر کی قسم
اُس کفِ پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام

۹۱۔ اے تجمل کے پیکر، ہزاروں درود — حسنِ مطلق کے مظہر ہزاروں درود
مشکبار و منور ہزاروں درود — بے بناوٹ ادا پر ہزاروں درود
بے تکلف ملاحت پہ لاکھوں سلام

۹۴۔ جانِ خوبی رَوِش پر کروڑوں درود — پیاری پیاری رَوِش پر کروڑوں درود
صاف ستھری رَوِش پر کروڑوں درود — سیدھی سیدھی رَوِش پر کروڑوں درود
سادی سادی طبیعت پہ لاکھوں سلام

۹۸۔ یادِ معبودِ کل اور وہ عبدِ وَدود — صدقِ کامل سے وقفِ رکوع و سجود
ہے مجسم عبادت وہ اصلِ وجود — لطفِ بیداریٔ شب پہ بے حد درود
عالمِ خوابِ راحت پہ لاکھوں سلام

۱۰۰۔ حق نماز رعب و ہیبت پہ دائم درود — خلق پرور طبیعت پہ دائم درود
اُن کی رافت پہ رحمت پہ دائم درود — نرمیٔ خوئے لینت پہ دائم درود
گرمیٔ شانِ سطوت پہ لاکھوں سلام

۱۰۹۔ اُن کے ہر قولِ حکمت پہ نامی درود — ہر عمل کی طہارت پہ نامی درود
ہر ادا اور ہر عادت پہ نامی درود — اُن کے ہر نام و نسبت پہ نامی درود
اُن کے ہر وقت و حالت پہ لاکھوں سلام

۱۲۴۔ ابنِ عَم اور دامادِ شاہِ ہُدیٰ — وہ جو بچپن سے گھر میں نبی کے پلا
نائبِ مصطفیٰ ، باپ حسنین کا — اصلِ نسلِ صفا، وجہِ وصلِ خدا
بابِ فصلِ ولایت پہ لاکھوں سلام

۱۵۳۔ اُن کی بے مثل عزت پہ اعلیٰ درود — اُن کی یکتا وجاہت پہ اعلیٰ درود
بے نظیر اُن کی عظمت پہ اعلیٰ درود — اُن کی بالا شرافت پہ اعلیٰ درود
اُن کی والا سیادت پہ لاکھوں سلام

۸۵۔ کام بچپن سے وہ شاہِ خوباں کریں — جو بزرگوں کو چھوٹوں کو حیراں کریں
وہ ہیں انصاف گر یہ نمایاں کریں — بھائیوں کے لیے ترکِ پستاں کریں
دودھ پیتوں کی نصفت پہ لاکھوں سلام

۹۶۔ از ثریٰ تا ثریا، سما تا سمک — پستیٔ فرش سے رفعتِ عرش تک
ہر مقام زمیں ہر بساطِ فلک — جس کے گھیرے میں ہیں انبیا و ملک
اُس جہانگیر بعثت پہ لاکھوں سلام

۱۰۲۔ قصہ کیا تھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی — ''دیکھنے'' کا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی
پھر ہوا کیا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی — کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی
آنکھوں والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام

۱۰۱۔ تمکنت کے فلک کا وہ مہرِ مبیں — وہ شجاعت کی انگشتری کا نگیں
مردِ میدان و سیافِ عہد آفریں — جس کے آگے کھنچی گردنیں جھک گئیں
اُس خدا داد شوکت پہ لاکھوں سلام

۱۰۶۔ سامنے تھی خدا و نبی کی رضا — اُن کو مشکل نہ تھا جان پر کھیلنا
اُن کا نعرہ عدو کو پیامِ فنا — وہ چقاچاق خنجر سے آتی صدا
مصطفیٰ تیری صولت پہ لاکھوں سلام

۱۰۷۔ وہ رضاعی اَخ شاہِ کون و مکاں — وہ شجاعت کا لاریب کوہِ گراں
وہ شہامت کا ہر رن میں اونچا نشاں — اُن کے آگے وہ حمزہ کی جانبازیاں
شیرِ غرانِ سطوت پہ لاکھوں سلام

۱۰۴۔ اُس کا مقصود افزائشِ شانِ دیں — ملک گیری کی خواہش تھی قطعاً نہیں
جس طرف بھی گیا لشکرِ شاہِ دیں — شورِ تکبیر سے تھر تھرائی زمیں
جنبشِ جیشِ نصرت پہ لاکھوں سلام

۱۱۲۔ ہے شرف محفل آب و گل کے لیے — ایسے لعل و گہر جس کے دامن میں تھے
جس میں گل ہائے تقدیس ایسے کھلے — آبِ تطہیر سے جس میں پودے جمے
اُس ریاضِ نجابت پہ لاکھوں سلام

۱۱۴۔ گلبنِ خوبیِ روضۂ مصطفیٰ   جس کے رُخ سے عیاں جلوۂ مصطفیٰ
زینتِ دارِ عم زادۂ مصطفیٰ   اُس بتولِ جگر پارۂ مصطفیٰ
حجلہ آرائے عفت پہ لاکھوں سلام

۱۱۵۔ یادِ حق میں قناعت سے اخلاص سے   اُس حسنین کی زیست کے دن کٹے
وردِ قرآن کے ساتھ چکی چلے   جس کا آنچل نہ دیکھا مہ و مہر نے
اُس ردائے نزاہت پہ لاکھوں سلام

۱۱۶۔ اُس کی عظمت کا ہے، کب کسی کو پتہ   کب کسی پر عیاں اُس کا ہے مرتبہ
جس کی خاکِ قدم سرمۂ چشمِ مہ   سیّدہ زاہدہ طیبہ طاہرہ
جانِ احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

۱۱۷۔ فاطمہ کا وہ مسعود بیٹا بڑا   لاڈلا، راکبِ دوشِ خیر الورا
قلزمِ جود و احسان، رودِ عطا   حسنِ مجتبیٰ، سید الاسخیا
راکبِ دوشِ عزت پہ لاکھوں سلام

۱۱۸۔(ا) صلح کیش، آشتی کا پیمبر وہ تھا   جاہ و منصب سے وہ دور تر ہی رہا
منتشر ہو نہ اُمت، عمل وہ کیا   اوجِ مہر ہُدیٰ، فوجِ بحر ندیٰ
رَوحِ رُوحِ سخاوت پہ لاکھوں سلام

۱۱۸۔ وہ جو آغوشِ خیر النساء میں پلا   باپ دروازہ ہے علم کے شہر کا
جس کو ورثے میں آئینِ بخشش ملا   اوجِ مہر ہدیٰ موجِ بحر ندیٰ
رَوحِ رُوحِ سخاوت پہ لاکھوں سلام

۱۱۹۔ جس پہ شفقت بڑی اپنے نانا کی تھی   ناز برداری سجدے میں بھی جس کی تھی
تربیت جس کی محبوبِ باری نے کی   شہدِ خوارِ لعابِ دہانِ نبی
چاشنی گیرِ عصمت پہ لاکھوں سلام

۱۲۰۔ سامنا ہر مصیبت کا اُس نے کیا   وقتِ مشکل جب اسلام پر آپڑا
دینِ حق کے تشخص کو قائم رکھا   اُس شہیدِ بلا شاہِ گلگوں قبا
بیکسِ دشتِ غربت پہ لاکھوں سلام

۱۲۱۔ شان سے نکلا میداں میں وہ باشرف   جان دی، دین کی کج نہ ہونے دی صف
اُس کے کردار کی دھوم ہے ہر طرف   دُر دُرجِ نجف، مہر بُرجِ شرف
رنگِ رومی شہادت پہ لاکھوں سلام

۱۲۴۔ جان و دل سے معینِ شہ انس و جاں   وہ فضیلت مآب و سعادت نشاں
مال سے دینِ کامل کی قوت رساں   سیّما پہلی ماں کہف امن و اماں
حق گزارِ رفاقت پہ لاکھوں سلام

۱۲۵۔ مصطفیٰ کی رفاقت کی عزت ملی   سرورِ دیں کی اولاد کی ماں جو تھی
جس نے ہر دم محمد کی دل جوئی کی   عرش سے جس پہ تسلیم نازل ہوئی
اُس سرائے سلامت پہ لاکھوں سلام

۱۲۷۔ اپنے بابا کے نقشِ قدم پر چلی   مستعد خدمتِ شاہ دیں میں رہی
منفرد علم میں بھی فقاہت میں بھی   بنتِ صدیق آرامِ جانِ نبی
اس حریمِ برأت پہ لاکھوں سلام

۱۲۸۔ ناظرِ حُسنِ سرکار جس کی نگاہ   جس کا گھر آپ کی دائمی جلوہ گاہ
شخصیت جس کی پاکیزہ بے اشتباہ   یعنی ہے سورۂ نور جن کی گواہ
اُن کی پر نور صورت پہ لاکھوں سلام

۱۲۹۔ لاکھ ڈھونڈیں، مثال اہلِ دُنیا نہ پائیں   اُن مقامات کی لیں ملائک بلائیں
جن کی عظمت کی سوگند جبریل کھائیں   جن میں روح القدس بے اجازت نہ جائیں
اُن سرادق کی عصمت پہ لاکھوں سلام

۱۳۱۔ اہلِ ایمانِ بدر و اُحد پر درود   طرفہ کارانِ بدر و اُحد پر درود
سر فروشانِ بدر و اُحد پر درود   جاں نثارانِ بدر و اُحد پر درود
حق گزارانِ بیعت پہ لاکھوں سلام

۱۳۲۔ ایک ایک اُن میں تاریخ سازِ وفا   تذکرہ کیا کروں اُن کے اوصاف کا
سر بکف بہر خوشنودیٔ مصطفیٰ   وہ دسوں جن کو جنت کا مژدہ ملا
اُس مبارک جماعت پہ لاکھوں سلام

۱۳۳۔ صدق فطرت رفیقِ حبیب خدا — پیکر اخلاص و انفاق و ایثار کا
خدمتِ دینِ میں سب سے آگے رہا — خاص اُس سابقِ سیرِ قُربِ خدا
اَوحدِ کاملیت پہ لاکھوں سلام

۱۳۴۔ ہر کڑے وقت میں ساتھ اُس نے دیا — وہ تھا ہجرت کی شب اور تھے مصطفیٰ
پاسبانِ نبی غار میں بھی رہا — سایۂ مصطفیٰ، مایۂ اصطفا
عزو نازِ خلافت پہ لاکھوں سلام

۱۳۵۔ مقتدیٔ نماز اُس کے مولائے کل — اُس مکرم کے داماد ختم الرسل
باغ حق کا ریاضِ صداقت کا گُل — یعنی اُس افضل الخلق بعد الرسل
ثانی اثنین ہجرت پہ لاکھوں سلام

۱۳۶۔ مونس و ہمدمِ رحمتِ عالمیں — اُس کا ہم پایہ تاریخ حق میں نہیں
صدق کا نقشِ زیبا مکمل تریں — اصدق الصادقیں، سید المتقیں
چشم و گوش وزارت پہ لاکھوں سلام

۱۳۷۔ با اُصول، حق پسند عادل و دادگر — فکر اُس کی عمیق، اُس کی گہری نظر
جس کے احباب کا خلد ہے مستقر — وہ عُمرؓ جس کے اعدا پہ شیدا سقر
اُس خدا دوست حضرت پہ لاکھوں سلام

۱۳۸۔ سامنے اُس کے تھا شیوۂ مصطفیٰ — راہِ صدیق پر محکمی سے چلا
حق کا احقاق، ابطالِ باطل کیا — فارقِ حق و باطل، امام الہدیٰ
تیغ مسلولِ شدت پہ لاکھوں سلام

۱۴۱۔ اُس کے گھر میں تھیں دو دخترانِ نبی — اللہ اللہ اُس کی یہ خوش قسمتی
اُس نے خدمت کی بے مثل قرآن کی — دُرِ منثور قرآں کی سلکِ بہی
زوجِ دو نورِ عفت پہ لاکھوں سلام

۱۴۲۔ پیکر حِلم و تصویرِ شرم و حیا — رودِ جود وعطا، آبشار سخا
محترم نائب مصطفیٰ تیسرا — یعنی عثمان صاحب قمیصِ ہدیٰ
حلہ پوشِ شہادت پہ لاکھوں سلام

۱۴۳۔ شاہِ دیں کا عزیزِ مقرب تریں — شہرِ دانش، علیمِ کتابِ مبیں
حیدرِ مصطفیٰ، حافظِ حصنِ دیں — مرتضیٰ شیر حق، اشجع الاشجعیں
ساقیٔ شیر و شربت پہ لاکھوں سلام

۱۴۶۔ وہ مجاہد جسور و جری، تیغ زن — دنگ اُس کی دلیری پہ اہل زمن
نام سے اُس کے دشمن تھا لرزہ بہ تن — شیرِ شمشیر زن، شاہ خیبر شکن
پرتوِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

۱۴۸۔ جن سے راضی ہوا اُن کا معبود رب — تھے جو خوش بخت عشاق ماہِ عرب
نہ ستائش کی تھی، نہ صلے کی طلب — مومنین پیشِ فتح و پس فتح سب
اہل خیر و عدالت پہ لاکھوں سلام

۱۴۹۔ خوش نصیبی ہے دیدارِ خیرُ البشر — ہے بجا ہر مسرت اس اعزاز پر
دیکھا جائے، حقیقی وہ ہے دیدہ ور — جس مسلماں نے دیکھا انہیں اک نظر
اُس نظر کی بصارت پہ لاکھوں سلام

۱۵۰۔ منتظر جن کی رحمت ہے اللہ کی — جن کو حاصل حمایت ہے اللہ کی
جو مقدس جماعت ہے اللہ کی — جن کے دشمن پہ لعنت ہے اللہ کی
اُن سب اہل محبت پہ لاکھوں سلام

۱۵۲۔ (ا[illegible]شاہ والے ہیں شہزادے اس شاہ کے — ہمکو پیارے ہیں شہزادے اُس شاہ کے
یاد آتے ہیں شہزادے اُس شاہ کے — اور جتنے ہیں شہزادے اُس شاہ کے
اُن سب اہل مکانت پہ لاکھوں سلام

۱۵۲۔ (سچانکا تارے ہیں شہزادے اس شاہ کے — شان والے ہیں شہزادے اس شاہ کے
ہم کو پیارے ہیں شہزادے اس شاہ کے — اور جتنے ہیں شہزادے اس شاہ کے
ان سب اہل مکانت پہ لاکھوں سلام

۱۵۷۔ دین حق پہ تھا کامل اُسے اعتماد — اُس نے باطل کا روکا فتور وفساد
وہ مجسم عمل، وہ سراپا جہاد — قطب و ابدال و ارشاد و رشد الرشاد
محی دین و ملت پہ لاکھوں سلام

۱۵۶۔ وردِ باغِ حُسن، پُورِ مشکل کشا — خسروِ کشورِ فقر و صدق و صفا
مظہرِ علم و عرفانِ خیر الوریٰ — غوثِ اعظم، امام التقیٰ و النقیٰ
جلوۂ شانِ قدرت پہ لاکھوں سلام

۱۵۹۔ پیکرِ اتباعِ حبیبِ خدا — دینِ حق از سرِ نو توانا کیا
جس کو بے مثل رُتبہ خدا نے دیا — جس کی منبر بنی گردنِ اولیا
اُس قدم کی کرامت پہ لاکھوں سلام

۱۶۰۔ حشمتِ فقر اُس کی جبیں سے عیاں — مظہرِ حسن و اجلالِ حق بے گماں
رہبر و مرشدِ عارفانِ جہاں — شاہِ برکات و برکات پیشیناں
نو بہارِ طریقت پہ لاکھوں سلام

۱۶۴۔ اُس کے رخ سے ہویدا جمالِ رسول — مظہرِ احتشام و کمالِ رسول
پر تو جلوۂ لازوالِ رسول — نورِ جاں عطر مجموعہ آلِ رسول
میرے آقائے نعمت پہ لاکھوں سلام

۱۶۶۔ یہ غلامانِ سلطانِ کیواں جناب — اہلِ بیت وصحابہ کے فیضان یاب
جن کو محبوب ہے ہر ولایت مآب — بے عتاب و عذاب وحساب وکتاب
تا ابد اہلِ سنت پہ لاکھوں سلام

۱۶۸۔ میری ارضِ وطن میرے اہلِ وطن — میرے کہسار میرے چمن میرے بن
میرے محسن، جو ہیں خیر خواہانِ من — میرے اُستاد، ماں باپ بھائی بہن
اہلِ ولد و عشیرت پہ لاکھوں سلام

۱۶۹۔ زاویہ فکر کا میری ایسا نہیں — مدُّعا، فائدہ صرف اپنا نہیں
اُن کا دریوزہ گر میں ہی تنہا نہیں — ایک میرا ہی رحمت میں دعویٰ نہیں
شاہ کی ساری اُمت پہ لاکھوں سلام

۱۷۱۔(ا)فارسی، شامی، مصری، کہیں ہاں رضا — چینی، افغانی، ہندی کہیں ہاں رضا
ترکی، یمنی، عراقی کہیں رضا — مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

۱۷۱۔(ب)متنِ گرامی کہیں ہاں رضا — رومی، جامی، بصیری کہیں ہاں رضا
نوری خدامِ شاہی کہیں ہاں رضا — مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

۱۷۱۔(ج)ہمت جامِ ولائے محمدؐ، رضا — اعلیٰ حضرت جیسے اہلِ حق نے کہا
مدحتِ مصطفیٰ میں ہو جب لب کشا — اُس کا نام چیز طارق بھی ہو ہم نوا!
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

۱۷۵۔ محفلِ واصفانِ محمدؐ ہو اور — بزمِ عشاقِ شاہِ مُجد ہو اور
آنے والا وہ محمود و احمد ہو اور — کاش محشر میں جب اُن کی آمد ہو اور
بھیجیں سب اُن کی شوکت پہ لاکھوں سلام

❁ ❁ ❁

اعلیٰ حضرت جسے اہلِ حق نے کہا — قول و کردار میں جیسے سونا کھرا
ہر ہنر میں حریفوں سے آگے رہا — اس میں کیا شک کہ اپنی مثال آپ تھا
عمر بھر درسِ عشقِ محمدؐ دیا — عاشق و جاں نثارِ حبیبِ خداؐ
اک خزانہ ہے انمول ایمان کا — ترجمہ جو کلامِ خدا کیا
جو قلم سے لکھا جو زباں سے کہا — سامنے احترامِ محمدؐ رکھا
بالیقین مقتدائے جہاں کل بھی تھا — آج بھی ہے زمانے پہ چھایا ہوا
وقت کی ہے صدا یہ سلامِ رضا — تاقیامت جسے وقت دہرائے گا
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام — شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام



بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین
الرحمن الرحیم مالک یوم
الدین ایاک نعبد وایاک
نستعین اھدنا الصراط
المستقیم صراط الذین
انعمت علیھم غیر المغضوب
علیھم ولا الضالین

حضرت خواجہ احمد میروی قدس سرہ العزیز کے حالاتِ زندگی

حضرت شیخ الحدیث علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ

عارف کامل مرشد اکمل حضرت خواجہ احمد بن برخوردار کے جد امجد علاقہ دریائے چناب کے رہنے والے تھے۔ سکھوں کے ظلم وستم سے تنگ آ کر کوہستانی علاقہ میں چلے گئے۔ وہیں بلوچ خاندان کی ایک خاتون سے نکاح کیا۔ جن سے آپ کے والد ماجد پیدا ہوئے۔ انہوں نے بھی اسی قبیلہ میں نکاح کیا جس سے دو فرزند حضرت خواجہ احمد، خواجہ یعقوب اور ایک صاحبزادی پیدا ہوئی۔ آپ کے والد ماجد حضرت پیر پٹھان شاہ محمد سلیمان تونسوی کے مرید اور خدا دوست بزرگ تھے۔ اپنے وظائف لے کر جنگل میں چلے جاتے اور یادِ خدا میں مصروف رہتے۔

ایک دفعہ حضرت خواجہ صاحب کی موجودگی میں ان پر وجد طاری ہوگیا۔ حضرت خواجہ صاحب ابھی بچے ہی تھے والد گرامی کی اس کیفیت کو دیکھ کر ان کی چیخیں نکل گئیں، اس کے بعد انہوں نے معمول بنا لیا کہ آنکھ بچا کر تنہا ہی تشریف لے جاتے۔ آخری دفعہ شاہ شاہان حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی قدس سرہ کی زیارت سے مشرف ہو کر واپس آ رہے تھے کہ موضع منگروٹھہ (تونسہ شریف سے مغربی دو کوس پر واقع ہے) پہنچے تھے کہ ان کا وصال ہوگیا۔ مسجد بلوچ خان میں مزار بنا۔ والد ماجد کی وفات کے بعد آپ کی کفالت آپ کے ماموں علی خان نے کی۔ چار پانچ سال کی عمر میں گھر سے چار کوس کے فاصلے پر ایک مولوی صاحب کے پاس قرآن شریف پڑھنے کے لیے بٹھائے گئے۔ اس دوران آپ نے سخت ریاضت برداشت کی، صبح سبق پڑھ کر استاد گرامی کے مویشی چرانے جاتے، سردیوں کے

موسم میں استاد صاحب نے اونٹ کی اون کا ایک کمبل دیا ہوا تھا۔ جسے اوڑھ کر پہاڑ کی غار
میں سو رہتے۔ اس حالت میں والد ماجد نے ایک سال تک خبر نہ لی۔ لیکن حضرت خواجہ
صاحب تعلیم قرآن کے لیے تکالیف برداشت کرتے رہے اور اس وقت واپس لوٹے جب
قرآن پاک ختم کر چکے تھے۔ مزید دینی تعلیم کے لیے منبع علوم و معارف تونسہ شریف پہنچے۔
ایک عرصہ تک وہاں ظاہری علوم اور باطنی فیوض سے مستفید ہوتے رہے۔ پھر کچھ عرصہ ملتان
میں اکتساب علوم کیا لیکن جلد ہی تونسہ شریف واپس گئے اور کسب کمال کیا۔

بچپن ہی سے توکل اور استغناء آپ کے مزاج میں بدرجہ اتم موجود تھا جن دنوں
آپ تونسہ شریف میں تحصیل علم میں مصروف تھے نواب بہاولپور وزیر احمد خان نے طلباء کا
ماہانہ وظیفہ مقرر کیا تو طلباء کی فہرست میں آپ کا نام شامل تھا لیکن آپ نے وظیفہ لینے سے
انکار کر دیا اور کہا میں یہاں محبت الٰہی کا درس لینے آیا ہوں احمد خان کا دست نگر نہیں بننا
چاہتا۔ میں اللہ تعالیٰ اور خواجگان چشت کی رضا پر راضی ہوں۔

ذرا اندازہ کیجیے جس کا بچپن میں یہ عالم تھا وہ بعد میں کس مقام تک پہنچا ہو گا۔
اس کے علاوہ آپ نے عیسیٰ خیل میں مولانا مملوک علی سے بھی استفادہ کیا۔

والد ماجد کی طرح آپ کے ماموں بھی حضرت شاہ محمد سلیمان تونسوی قدس سرہ
سے بیعت تھے۔ ایک دفعہ جب ماموں صاحب حضرت پیر پٹھان کی خدمت میں حاضر
ہوئے تو حضرت خواجہ صاحب ان کے ہمراہ حاضر ہوئے تمام حاضرین ادب و احترام سے
بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت شاہ محمد سلیمان آرام فرما رہے تھے۔ یہ حضرات عرضِ سلام کے
بعد بیٹھ گئے۔ حضرت خواجہ صاحب فرط ادب سے نگاہیں جھکائے بیٹھے تھے کہ کسی شخص نے
کہا کہ حضرت تمہاری جانب ملاقات کے لیے ہاتھ پھیلا رہے ہیں اور تم یونہی بیٹھے ہو،
حضرت خواجہ صاحب کی خوشی کی انتہا نہ رہی اٹھے اور دوبارہ دست بوسی کی۔ اتنے میں ایک
خراسانی پٹھان نے چار سیب لا کر نذر کیے۔ قبلہ عالم نے کاٹ کر آدھا حضرت خواجہ احمد
میروی کو دیا اور باقی حاضرین میں تقسیم کر دیے۔ یہ پہلی زیارت تھی جس سے حضرت خواجہ
تونسوی قدس سرہ کی محبت دل میں اس طرح جاگزیں ہوئی کہ پھر اس میں اضافہ ہی ہوتا
رہا۔ بیعت ہونے کے بعد چار دفعہ پھر سراپا اشتیاق بن کر حاضر ہوئے او دولت دیدار سے

مشرف ہوئے۔ پانچویں دفعہ جب حاضری کے لیے تونسہ شریف جا رہے تھے تو راستہ میں
حضرت خواجہ تونسوی کے وصال کی خبر ملی اس خبر وحشت اثر نے دل و دماغ پر اس قدر اثر
ڈالا کہ آپ بے ہوش ہو گئے۔

تحصیل علم کے بعد میرا شریف (تحصیل پنڈی گھیب ضلع اٹک) میں قیام کیا۔
یہ جگہ ایک پسماندہ ضلع کا دور افتادہ مقام ہے لیکن حضرت خواجہ صاحب نے یہاں علم و
عرفان کی شمع روشن کی۔ خلق خدا پروانہ وار حاضر ہونے لگی آپ نے یہاں ایک مدرسہ قائم کیا
جس میں دیگر مدرسین کے علاوہ آپ خود بھی درس دیا کرتے تھے۔ آپ نے کئی ایک علماء کو
تبلیغ کے لیے مقرر کیا تھا جو مختلف مقامات پر مسلک اہل سنت کی تبلیغ کیا کرتے تھے آپ
بزرگانِ دین کے مزارات مقدسہ پر حاضر ہوتے اور کسب فیض کرتے۔

ایک دفعہ حضرت مولانا محمد علی قدس سرہ (خلیفہ حضرت شاہ سلیمان تونسوی قدس
سرہ) کے عرس پر مکھڈ شریف گئے وہاں حضرت فاضل شاہؒ ساکن گڑھی شریف خلیفہ حضرت
پیر پٹھان قدس سرہ نے خلوت میں آپ سے فرمایا، وقت خیر ہے، مناسب ہے تم بیعت کیا
کرو نہ صرف میری طرف سے بلکہ تمام مشائخ عظام کی طرف سے اجازت ہے۔ آپ نے
بیعت کرنا شروع کر دیا لیکن تونسہ شریف میں پاسِ ادب کسی کو بیعت نہ کرتے حتیٰ کہ حضرت
خواجہ اللہ بخش تونسوی قدس سرہ نے آپ کو تاکیدی حکم دیا کہ ضرور بیعت کیا کرو۔

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ سے آپ کے گہرے مراسم تھے۔ باہم خط
و کتابت اور آمد و رفت بھی تھی آپ انہیں محبت سے لالو (بھائی) کہہ کر پکارتے تھے۔

حضرت خواجہ احمد میروی کی شخصیت مرجع انام تھی۔ ان گنت افراد شرف بیعت
سے مشرف ہوئے اور کثیر التعداد حضرات صاحب کمال بنے اور خرقہ و خلافت سے مشرف
ہوئے چند خلفاء کے نام یہ ہیں۔

حضرت حاجی فضل کریم، حضرت علامہ مولانا محمد اکبر علی، الحاج میاں میر، جناب
احمد دین۔ نیز فاضل اجل مولانا میاں عبد الحق غور غشتوی دام ظلہ بھی آپ کے مریدین میں
سے ہیں۔

حضرت خواجہ میروی قدس سرہ عبادت و ریاضت میں یگانۂ روزگار تھے۔ ہمیشہ

نماز باجماعت ادا کرتے حتیٰ کہ شدید علالت کے ایام میں بھی مریدین چارپائی پر مسجد میں لاتے اور آپ نماز باجماعت ادا کرتے۔ آپ نے نئی مساجد تعمیر کرائیں، علم کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ ایک چور نے آپ کا جوتا اٹھا لیا۔ مریدین نے اسے پکڑ لیا آپ نے مسکرا کر فرمایا تو تمہیں اتنی سخت ضرورت تھی کہ اتنی سردی میں پاپوش اٹھا کر چل دیئے تم نے جب انہیں دیکھا تھا تو پاپوش کسی گڑھے میں کیوں نہ پھینک دیئے۔ اب تم یقیناً چور بن چکے ہو۔ میں تمہیں ایسی سزا دوں گا کہ یاد رکھو گے۔ غلام کو فرمایا اسے جوتے کے لیے حافظ بدر الدین سے ایک روپیہ لا دو۔

بدی را بدی سل باشد جزا
اگر مروی احسن انی من اسا

۵ محرم الحرام ۱۳۳۰ھ بروز بدھ آپ کا وصال ہوا مزار شریف، میرا شریف میں مرجع انام ہے آپ کے بعد آپ کے مرید اور خلیفہ خاص حضرت مولانا احمد خان قدس سرہ سجادہ نشین ہوئے اور ان کے بعد ان کے بھتیجے حضرت فقیر عبد اللہ صاحب سجادہ ہوئے۔



قطعہ تاریخ وصال

از: حضرت مرزا بیدل پشاوریؒ

جنابِ خواجۂ ہمنامِ احمد — کہ آں محبوبِ ذاتِ کبریا بود
سلیمانِ زماں را یادگارے — کزو روشن چراغِ چشتیا بود
جہاں از لمعۂ فیضش منور — کہ شمعِ دینِ پاکِ مصطفیٰ بود
باوصافِ کمالاتش دلیلست — کہ جمعِ مقبلاں را رہنما بود
بوقتِ فرقتِ آں مقتدائے — چہ گویم در ہمہ عالم چہا بود
چو پنجم گشت از ماہِ محرم — بحق واصل شد و از ما جدا بود
پے سالِ وصالش بیدلِ زار
بگو آں افتخارِ اولیاء بود

حضرت قدوۃ الکاملین خواجۂ خواجگان خواجہ احمد میروی قدس سرہٗ العزیز کے روح پرور احوال و آثار، افکار و نظریات، خدمات اور جدوجہد کے حوالے سے مبنی بر حقیقت ایک منفرد مقالہ

فیضانِ میروی

از تبرکات: حضرت خواجہ محمد فخر الدین چشتی میروی بیربلوی رحمہ اللہ تعالیٰ
تدوین و ترجمہ: پروفیسر محمد نصر اللہ معینی حفظہ اللہ تعالیٰ

مدت مدید سے ارادہ تھا کہ پیشوایانِ طریقت جن کی زیارت سے مجھے شرف حاصل ہوا، ان کے حالات اور کچھ ملفوظات لکھوں تاکہ میرے لئے اور میرے متعلقین کیلئے باعثِ برکت و نورانیت ہو۔ اگرچہ اس وقت تحریر اور تقریر کی طرف مطلق رغبت نہیں رہی۔ کسی کو خط لکھنا بھی بارِ گراں نظر آتا ہے۔ قلم میں فکر میں روانی نہیں، تاہم جوشِ محبت نے اس امر پر آمادہ کر دیا۔

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ

۱۳۲۱ھ میں خاکسار کی عمر ابھی سترہ برس تھی کہ حضرت جدِ امجد مخدوم الانام حضرت غلام مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوگیا۔ اس وقت شرح مُلّا جامیؒ اپنے چچا حضرت مولانا احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ سے اور فارسی کی کتابیں اپنے والد ماجد حضرت محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھتا تھا۔ اخویم حضرت محمد عمر صاحب میرے ہم سبق تھے۔ حضرت جدِ امجدؒ جب مرضِ فالج میں مبتلا ہوئے تو عصر کے وقت ہم دونوں بھائیوں کو حدیث کے چھوٹے رسالے "نزھۃ الناظرین" وغیرہ جو کہ آپ نے خود تصنیف فرمائے تھے، پڑھاتے تھے۔ اور ہم سے از بر سنا کرتے تھے۔

حضرت جدِ امجدؒ کی خدمت میں جب کبھی بیٹھنے کا اتفاق ہوتا تو ایک عجیب کشش اور تاثیر محسوس ہوتی کہ دل ہر طرف سے ہٹ کر آپ کی طرف متوجہ ہو جاتا۔ یہ عجیب وقت

تھا۔ جذب اور روحانی ذوق کا دور ہوتا اور آپکی صحبت کا بہت اثر ہوتا۔ بار ہا بغیر کسی حکم کے خود بخود وظائف ،نوافل اوابین وغیرہ اور مناجات بہ بارگاہ الٰہی کا شوق اور انہماک رہا۔ لیکن پھر تعلیم اور دیگر مشاغل میں مصروفیت کی وجہ سے ترک بھی ہوجاتے۔ غرض اپنے ہم عصروں کی مجلس کا رنگ کبھی غالب ہوجاتا اور کبھی اس رنگ کا اثر ہو جاتا۔ لیکن اس وقت طریقت میں داخل ہونے اور گوشہ نشینی کا مطلق خیال نہیں تھا۔

حضرت اعلیٰ ؒ کا اس دارفانی سے انتقال ہوا۔ تو مجھے اور اخویم محمد عمر صاحب کو سخت افسوس ہوا کہ اپنے گھر سے ایسے کامل رخصت ہوگئے اور ہم نے بیعت نہ کی۔ اِدھر تعلیم کا بازار بھی سرد پڑ گیا۔ طالب علموں کی رونق کم ہوتی گئی۔ طالبانِ خدا جو مختلف علاقوں سے جوق در جوق آرہے تھے، عزلت نشین ہوگئے۔ اس کے بعد کچھ مدت شعر تصنیف کرنے اور سیر وتفریح کا شوق رہا۔ اسی حالت میں دوتین سال گزر گئے۔ عشاء کے بعد ہم دونوں بھائی اکثر گاؤں سے باہر جنگل میں بیٹھ کر مشورہ کرتے کہ آؤ کہیں باہر چلیں اور کچھ لیاقت پیدا کریں۔ گھر میں بغیر جانے بوجھے پیر بنے رہنا کچھ نہیں۔

آخر صلاح پختہ ہوئی۔ ۱۵ شعبان ۱۳۲۵ھ کو اخویم محمد عمر صاحب کے ہمراہ دہلی روانہ ہوا۔ چن پیر احمد قریشی جو پہلے سے وہاں مقیم تھے ان کے ساتھ سکونت پذیر ہوئے۔ ڈپٹی گنج میں صدر بازار کے قریب مسجد میں چھوٹا سا حجرہ تھا۔ جس میں ہم تین افراد اس طرح سوتے کہ وہ دونوں مغرب سے مشرق کی طرف ہوتے اور میں ان کے قدموں کی طرف سویا کرتا۔ رات شہر کے غربی طرف مسجد ڈپٹی گنج میں ہوتے۔ صبح مسجد گوندیا نوالی محلّہ فراشخانہ میں روٹی پکانے کا بندوبست کرتے اور تعلیم کیلئے متفرق جگہ چلے جاتے۔

مطوّل تک تو کتابیں گھر میں پڑھ لی تھیں اور آگے بھی پڑھنا چاہتا تھا مگر بعض احباب وطنی نے طب کی طرف رغبت دلائی۔ چونکہ اس وقت دنیاوی خیال غالب تھا، لہٰذا مدرسہ طبیہ جس کے سرپرست حاذق الملک حکیم اجمل خاں تھے، میں داخل ہوگیا۔ کچھ کتابیں مدرسہ میں اور کچھ خارجی طور پر پڑھیں۔

انہیں دنوں ایک نجومی نے مجھے دستاریں ملنے کی پیشگوئی کی اور اخویم محمد عمر صاحب کو کہا کہ تم بڑے صاحب اقبال ہو۔ جو کام کرو گے فتح پاؤ گے، ملازمت اور تجارت

میں نفع اٹھاؤ گے۔ انہوں نے مولوی فاضل کے ارادہ سے دیوان متنبی اور حمد اللہ وغیرہ کتابیں شروع کیں اور میں نے طبابت کے لئے نفیسی وشرح اسباب وغیرہ طبی کتب شروع کردیں۔

چار پانچ ماہ بعد برادرم محمد عمر صاحب اورینٹل کالج لاہور میں مولوی فاضل کی کلاس میں داخل ہوگئے۔ بندہ نے محلّہ فراشخانہ مسجد گوندیا نوالہ میں صوفی محمد اعظم صاحب چشتی کے پاس اقامت اختیار کرلی۔

یہ مردِ خدا خاندانی آدمی متوطن کفری تحصیل خوشاب عرصہ دس سال سے علائق دنیاوی قطع کر کے حصول علم کے بعد رات دن ذکر میں مشغول تھے۔ حضرت مولوی معظم دین صاحب مرولہ شریف والوں کے ہاتھ پر بیعت کی اور ذکر کی تلقین حاصل کر کے دہلی شریف میں مقیم ہوگئے۔ اس قدر جوہر عشق ان کی طینت میں تھا کہ شیخ سعدیؒ نے جو لکھا ہے کہ "بر آوازِ دولاب رقصے کنند" اس کا پورا نمونہ تھے۔

ہر کسے را بہر کارے ساختند
میلِ او در دلش انداختند

"ہر کسی کو اللہ تعالیٰ نے کسی کام کیلئے بنایا ہے اور اس کام کی رغبت اس کے دل میں ڈال دی ہے۔"

ان دنوں مزارات مبارکہ پر اکثر حاضری دیتا تھا۔ حضرت باقی باللہؒ کا مزار مبارک قریب ہی تھا۔ یہاں جمعرات اور باقی اوقات میں بھی حاضر ہوتا رہتا تھا۔ عجب بابرکت مقام ہے۔

چونکہ خاندانِ چشت کا سلسلہ یعنی شجرہ شریف بعض دفعہ دیکھا کرتا تھا۔ اس خاندان سے دلی محبت بھی تھی۔ چنانچہ حضرت شاہ کلیم اللہ دہلویؒ، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ، حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلویؒ، حضرت کمال الدینؒ اور دیگر پیشوایانِ طریقت کی زیارات سے مشرف ہوا۔ ان کے مزارات پر حاضر ہوتا اور وہاں دلی محبت سے بیٹھتا اور فاتحہ پڑھتا۔

مجھے شعر اور غزلیات درد ومحبت کا ابتدا ہی سے بے تابانہ شوق تھا۔ اس جگہ بعض دفعہ مجلس سماع ہوتی۔ ایک دفعہ حضرت شیخ نصیر الدین چراغؒ کے عرس پر شہر میں ہی مجلس

سماع منعقد ہوئی۔ صوفی محمد اعظم صاحب کے ہمراہ میں بھی گیا۔ عجب صاحب حال بابرکت آدمی موجود تھے۔ سجادہ نشین صاحب کا لباس دیکھ کر تعجب ہوا۔ کرتا فراخ، آستین، تہ بند سیاہ (گہرا نیلا) سر پر چہار ترکی ٹوپی۔ پوچھا اس علاقے کے لوگ تو اپنا لباس نہیں بدلتے۔ اس (لباس) کا کیا سبب ہے۔ بتایا گیا کہ آپ حضرت خواجہ اللہ بخش تونسویؒ کے مرید اور خلیفہ ہیں، اس لئے اپنے پیرو مرشد کا لباس پہنتے ہیں۔

ماہ رجب ۱۳۲۶ھ میں میں بھی طب کی تعلیم مکمل کر کے گھر واپس آ گیا۔ دو تین ماہ گھر گزار کر لاہور میں مفتی سلیم اللہ صاحب سیکریٹری انجمن نعمانیہ کی خدمت میں رہ کر موچی دروازہ لاہور کے مطب میں طرز معالجہ سیکھا۔ مفتی صاحب طب یونانی کے پورے ماہر تھے۔ صرف نبض دیکھ کر مزاج کی پوری کیفیت معلوم کر لیتے۔ اتقا اور دینی خدمات میں بے مثل تھے۔ مدرسہ نعمانیہ لاہور کا آغاز آپ نے ہی کیا اور تادمِ حیات اسکی مالی اور جانی خدمت کرتے رہے۔

یہاں "مقامات حریری" پڑھنے کے علاوہ کتب طب کے مطالعہ اور نسخہ جات کی جستجو میں ہر وقت مصروف رہا۔ ادھر برادرم محمد عمر صاحب مولوی فاضل کے امتحان کیلئے محنت شاقہ کر رہے تھے۔ بندہ ابتدا ہی سے زیادہ محنت کرنے کا عادی نہ تھا۔ سیر کا زیادہ شوق تھا۔ پانچ چھ ماہ بعد گھر واپس آ کر غرباء اور مساکین کا علاج شروع کیا لیکن گھروں میں جا کر مریض دیکھنے سے سخت الجھن ہوتی تھی۔ طبی استفادہ کے لئے مولانا عبدالرسول صاحب کے پاس جانا شروع کیا۔ مولانا صاحب نے اپنے خاص نسخہ جات عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ انہیں مع اولاد دیر تک سلامت رکھے۔

یہ وقت مجھ پر سخت تفرقہ، انتشار خیالات اور انقلاب طبع کا تھا۔ کبھی ملازمت کا خیال آتا کبھی طبابت کا ارادہ اور کبھی زمین خرید کر اسے آباد کرنے کا وہم۔ اسی اثنا میں مولوی صاحب ممدوح (حکیم عبدالرسول بکھرویؒ) نے ایک دن کیمیا کی بحث چھیڑ دی اور میرے کہنے پر آپ نے اپنا خاص بیاض بھی دکھایا جس میں ان نسخوں کا ایک ذخیرہ جمع تھا۔ دو نسخے جن پر انہیں بہت اعتماد تھا اور غالباً آزمودہ بھی ہوں گے، بیان کئے۔ پھر کیا تھا اس سے خیالات اور زیادہ منتشر ہو گئے۔ ہر وقت ایسی کتابوں کا مطالعہ اور ان نسخوں کی تیاری

میں سرگرم رہتا۔ انتشار خیالی اور تفرقہ کا ہجوم ہو گیا۔ جب کبھی اس نشۂ محبت سے افاقہ ہوتا تو اپنی پراگندہ خیالی اور تفکرات پر سخت افسوس ہوتا، اور کہتا کہ یا اللہ میرا دماغ کتنا گندا ہو گیا ہے۔ اسے اپنے فضل و کرم سے صاف فرما۔ اسی حالت میں ایک ماہ گزر گیا۔

یکا یک دل میں بزرگوں کی محبت اور دنیائے دُنی سے نفرت پیدا ہو گئی اور خیالات منتشرہ سے جمعیت قلبی حاصل کرنے کی رغبت پیدا ہو گئی۔ دراصل دل کا رجوع کرنا اس طرح ہوا کہ سفر دہلی اور لاہور سے واپس آ کر جب مقیم ہوا تو قرآن شریف کے (دوبارہ) حفظ کا شوق پیدا ہو گیا اور آخری پارہ سے ابتداء کی طرف شروع کیا۔ جب اس آیت پر پہنچا۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ	جو کوئی آخرت کی کھیتی چاہتا ہے
نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ	ہم اس کی کھیتی بڑھا دیتے ہیں۔ اور جو دنیا
حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَالَهٗ	کی کھیتی چاہتا ہے اسے دنیا ہی
فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ	سے دے دیتے ہیں اور آخرت میں اس کا
(الشوریٰ ۲۵ : ۴۲)	کوئی حصہ نہیں ہے۔

یہ آیت پڑھی تو دل سخت بیزار ہو گیا کہ جب طلب دنیا خرابیٔ آخرت ہے تو میں کس لئے دن رات اس کے خیال میں ہوں۔ چنانچہ دن بدن دنیا چند روزہ سے دل بیزار ہوتا گیا اور زیارات مردان خدا کا شوق بڑھنے لگا اور بیعت کرنے کے لئے کامل بزرگ کی تلاش کرنے لگا۔

حضرت جدِ امجد رحمۃ اللہ علیہ کے وقت زمانہ طفولیت تھا، اس لئے تصوف کا کچھ شوق نہیں تھا۔ اب ان کے بعد ایسی نظیر ملنی مشکل ہو گئی۔ صبح قرآن مجید پڑھنے اور دن کے بعض اوقات حضرت جدِ امجدؒ کے روضہ میں اسم ذات پڑھنے میں گذرتے تھے۔ روضہ کے اندر اکثر اوقات دعائیں کرتا کہ اے قادر ذوالجلال مجھے اپنے کسی مقبول کے پاس پہنچا دے کہ تیری محبت کی راہ آسان ہو جائے۔

چنانچہ اکثر بزرگان نقشبندیہ، قادریہ، اور چشتیہ کی زیارت کرنے لگا۔ مثلاً خواجہ شاہ ابوالخیر دہلویؒ، حضرت سراج الدینؒ موسیٰ زئی شریف، حضرت سید مہر علی شاہؒ گولڑہ شریف،

حضرت خواجہ دین محمد سیالویؒ، جیسے بزرگانِ دین کی زیارت فیض بشارت سے مشرف ہوا مگر کسی جگہ تسلی نہ ہوئی۔ کسی وقت یہ خیال بھی ہوتا کہ ہمارا خاندان نقشبندیہ ہے۔ حضرت شاہ ابوالخیر دہلویؒ کے ہاتھ پر جا بیعت کروں کہ آپ کمالات میں متقدمین کا نمونہ تھے مگران کے مزاج مبارک میں جلالیت بدرجہ کمال تھی۔ مجھ جیسے گناہگار کو تو اپنے مکان میں بھی گھسنے نہ دیتے اور اچھے بھلے متقیوں کو بھی اپنی اقتدا میں جماعت نہ کرنے دیتے تھے۔ لہٰذا اس جگہ سے کچھ حاصل کرنا مشکل تھا۔

انہیں ایام میں سودھی جانے کا اتفاق ہوا۔ ماموں غلام رسول صاحب شغل مراقبہ اور صحبت اربابِ جمعیت میں دلدادہ پائے۔ میں نے بھی آپ کے پیرومرشد کی زیارت کرنا چاہی وہ مجھے ہمراہ لے کر مکان شریف حاضر ہوئے۔ یہ جگہ ''کفری'' کے قریب ہے اور موسم گرما میں یہاں عجب رونق ہوتی ہے۔ وقت عصر تھا، آپ کے مرشد مقبول بارگاہِ رب العالمین حضرت سراج الدین صاحب ایک چھوٹی چارپائی پر تشریف فرما تھے۔ اس چارپائی پر پٹھے کی بُنی حصیر سلی ہوئی تھی۔

حضرت کے اردگرد فضلاء اور فقراء کا مجمع تھا اور آداب و مصافحہ کے بعد جب بیٹھے تو انہوں نے ماموں جان سے میری بابت دریافت فرمایا۔ انہوں نے سب حال عرض کیا۔ رات ٹھہرے، دوسرے روز بعد نماز ظہر اجازت حاصل کی۔ آپ تعظیماً کھڑے ہوکر نہایت محبت سے ملے۔ آپ کا خلق، انکسار، علم اور جمعیت از بس قابل تعریف اور ذکر فکرِ سلوک کا عجیب درس تھا۔ دوسری مرتبہ بھی حاضری کا اتفاق ہوا لیکن پوری طرح جمعیت نہ ہوئی۔

اپنے جدِ امجدؒ کے برگزیدہ خلفاء سے پوچھا کہ کسی کامل کا نشان بتائیں کہ اسکی برکت اور صحبت سے رجوع اور اطمینانِ قلبی حاصل ہو۔ وہ میرے جدِ امجد حضرت اعلیٰ بیربلویؒ کا ذکر کرتے ہوئے کہتے کہ اس وقت کوئی اور نظر نہیں آتا۔ ایک دفعہ مولانا عبدالرسول بکھروی کے پاس بھی ذکر کیا۔ انہوں نے حضرت پیر محمد امیر شاہ بھیرویؒ کی ایک دو تازہ کرامات بیان کر کے کہا کہ ولی کامل ہیں مگر اس طرف رغبت نہ ہوئی۔

جن دنوں حضرت اعلیٰ جدِ امجدؒ کے مزار پر انوار کے پاس بیٹھ کر خفیہ اسم ذات پڑھتا تھا، دو تین مرتبہ خواب میں شمالی پہاڑوں کے اوپر ماہِ کامل روشن دیکھا۔ چنانچہ شمالی

سمت کے ساتھ ایک جذباتی محبت پیدا ہوگئی۔ معلوم ہوا کہ اس سمت ضلع کیمبل پور (اٹک) میں چشتی سلسلہ کے ایک ولی کامل حضرت خواجہ احمد میرویؒ ہیں۔ آپ کے اوصاف اور اخلاق جو خلق محمدی کا سچا نمونہ تھے، سنتا تھا اور غائبانہ عاشق ہورہا تھا۔

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد
بسا کیں دولت از گفتار خیزد

''محبت صرف دیکھنے سے ہی پیدا نہیں ہوتی، بعض دفعہ محبوب کی باتیں سننے سے بھی پیدا ہوجاتی ہے۔''

حضرت صاحب میرا شریف والوں کے خلق، مہربانی، فیاضی اور بے کس نوازی کا حال سن کر طبیعت اس طرف راغب ہوگئی تھی لیکن راہ کا مطلق پتہ نہ تھا۔ آخر امدادِ الٰہی کارگر ہوئی۔ میاں فضل دین صاحب سکنہ راجڑ جو کہ تمام عمر حضرت کی خدمت میں رہے تھے، تشریف لائے۔ انہوں نے گاڑی کا راستہ اور سٹیشن وغیرہ کا سب پتہ بتلایا۔

جب میرا شریف حاضری کا ارادہ پختہ ہوگیا اور راہ کا پورا پتہ چل گیا تو سیر کا ارادہ ظاہر کر کے حضرت ابوی صاحب ☆ سے اجازت لی کیونکہ میرا شریف سے ہوکر ملتان جانے کا بھی ارادہ تھا۔ خوشاب سے ریل پر سوار ہوا۔ مقبولانِ خدا کی جو محبت اور بے تابی اس وقت دل میں تھی، طبیعت کو جوش میں لاتی اور انابت سے زبانی کہتا تھا کہ یارب العالمین میں تیرے مقبول بندے کی طرف صرف تیری محبت اور تیرا راہ وصول ڈھونڈنے چلا ہوں، اپنے فضل و کرم سے آسان فرما۔

رات کو گاڑی پر سوار ہوا، دن کے گیارہ بجے سٹیشن چھب پر اترا۔ موسم بھادوں تھا اور دھوپ بھی تیزی میں تھی مگر طبیعت کو حاضری کے بغیر آرام نہ تھا۔ ایک سفید ریش آدمی ملے، ان سے راستہ پوچھا۔ انہوں نے پتہ بتلا کر کہا کہ میں میرا شریف سے آیا ہوں اور سٹیشن پر کچھ کام ہے پھر میرا شریف جانا ہے، ذرا ٹھہرو اکٹھے چلیں گے۔ میں نے کہا نہیں میں جاتا ہوں۔ سٹیشن سے تھوڑے فاصلہ پر دو ہندو کھتری گدھے پر اسباب لادے جارہے تھے۔ انہوں نے بھی اسی راستہ پر جانا تھا۔ انکی سست رفتار اور غیر جنس ہونے سے اس سنگت سے بھی علیحدہ ہونا پڑا۔

"عزیزے کی ڈھوک" پر بوقت زوال شمس پہنچا۔ میاں علی محمد صاحب لوہار اپنی دکان پر جو کہ راستہ اور سایہ دار درختوں کے نیچے تھی، کام میں مصروف تھے۔ یہ حضرت صاحب کے خاص مخلص خادموں سے تھے۔ بعد سلام مجھے ٹھہرنے اور دوپہر آرام کرنے کیلئے کہا۔ مگر میں پانی پی کر اور راستہ دریافت کرکے پھر روانہ ہوگیا۔ شدتِ گرمی جب بے تاب کرتی تو ایک دومنٹ کسی درخت کے نیچے ذرا دم لیتا اور اپنے کپڑے سے پنکھے کا کام لیتا۔ دل میں وہی جوشِ محبت ؎

دربیاباں گر بہ شوقِ کعبہ خواہی ، زد قدم
سرزنشہا گر کند خارِمغیلاں غم مخور

"اگر بیابان میں شوق کعبہ رکھتا ہے۔ تو قدم زن رہ اور اگر کیکر کے کانٹے تکلیف دیں تو ان کا غم نہ کھا۔"

دل میں یہی ٹھان لی ہے کہ دل بیمار کا اس روحانی حکیم سے علاج کراؤں اور کوئی نسخہ خدا کی محبت کا ان سے پوچھوں۔

آخر بڑی بنھ (تالاب) پر جو کہ حضرت صاحب قبلہ نے راستہ پر بنوائی تھی اور جہاں درختوں کا سایہ تھا، پہنچا۔ میرا شریف کی مسافت تیسرے حصہ سے قدرے کم تھی۔ یہاں زمین پر چادر بچھا کر سورہا۔ جب اٹھا تو نماز ظہر کا وقت تھا وضو کرکے نماز ادا کی۔ بعد ادائے نماز پھر روانہ ہوا لیکن کسی اور راستہ پر چل پڑا۔ ایک میل گیا تو کسی نے سیدھا راستہ بتلایا۔ پھر اصلی راہ پر آیا۔ دور سے مکانات سادہ طرز نظر آئے۔ خوش ہوا، میری طبیعت تو پراگندہ خیالات سے پہلے ہی ناپاک تھی۔ علاوہ اس کے لباس سے بھی فقراء اور علماء کا کوئی نشان نہیں پایا جاتا تھا۔

وقت عصر حاضر ہوا۔ آپ وضو کی تیاری فرمارہے تھے۔ آداب بجالایا۔ آپ نے مصافحہ کیا، گھر پوچھا۔ میں نے عرض کی ضلع شاہ پور کا رہنے والا ہوں۔ پہلے ارادہ بھی یہی تھا کہ گھر کا نام تب ظاہر کرونگا جب دل کی پوری جمعیت ہوگی۔ آپ وضو میں مشغول ہوگئے، میں بیٹھا رہا۔ جب مسجد کو تشریف لے چلے تو میں بھی ہمراہ ہوگیا۔ آپ نے بھی اور کچھ نہ پوچھا۔ میں تالاب پر وضو کرکے جماعت میں شامل ہوگیا۔ جس طرف نظر پڑتی، بابرکت اور

درویشانہ صورتیں نظر آتیں۔ شام تک مسجد میں ہی ٹھہرا، پھر شام کی نماز میں آپ تشریف لائے۔ بعد ادائے نماز سب اپنی اپنی جگہ چلے گئے۔ بندہ مسجد میں ہی بیٹھا رہا۔

بعد قضائے شام ایک شخص نے لنگر سے آکر آوازہ دیا کہ جو مسافر ہے آکر روٹی کھالے۔ دوتین مسافر چلے، میں بھی ان کے ساتھ ہوگیا۔ لانگری نے ایک بڑے مٹی کے برتن میں دال اور روٹیاں دیں۔ میں نے بھی ان کے ساتھ کھالیا اور پھر مسجد میں آگیا۔ نماز عشاء کی اذان ہوئی۔ تالاب پر وضو کرکے مسجد میں بیٹھ گیا۔ خلفا، طلبا اور خدام چار رکعت سنت پڑھ کر سب مراقبہ میں چپ چاپ بیٹھ گئے۔ آپ تشریف لائے چار رکعت سنت ادا کیں، پھر فرمایا کہ اذانیں کہو۔ ہر ایک نے سات سات مرتبہ اذان کہی، پھر جماعت ہوئی۔ نماز ادا کرکے سب چلے گئے۔ میں نے مسجد میں اس جگہ کلاہ دستار اکٹھی کرکے سر کے نیچے رکھ لی اور چٹائی پر سوگیا۔ صبح صادق ہوئی اور مجمع اکٹھا ہونے لگا۔ میں بھی نیند سے بیدار ہوا اور وضو کرکے شامل ہوگیا۔ جماعت کے بعد آپ اپنے مکان پر تشریف لے گئے۔ اس وقت دروازہ بند فرمادیتے۔ خاص و عام کوئی نہیں جاسکتا تھا۔

اربابِ جمعیت کی خدمت میں آکر دل کو کچھ ایسا اطمینان اور آرام حاصل ہوا کہ تمام تفکرات جاتے رہے۔

جلوۂ انوارِ رخ تاباں، شمع ہدایت وجود باجود حضرت نے اس تیرہ تار باطن کے اندر محبت کی روشنی کردی۔ میں نے شریعت و طریقت کا جو نظارہ یہاں دیکھا، کبھی نہیں دیکھا۔ جماعت کی پابندی، چہرے پر انوار، خادم مخدوم کا ایک لباس، ایک مقام نشست، چپ چاپ ذکر فکر میں محو، ہر ایک محبت الٰہی میں یگانہ تھا۔

جب ہر رنگ سے شریعت اور طریقت کو باہم یار پایا تو ارادت کو پوری قوت حاصل ہوئی۔ دل نے چاہا کہ اب کسی طرح بار یاب ہوکر نشانِ غلامیت سے متوسم ہو جاؤں۔ مگر اس وقت یادِ الٰہی میں سب خواص گوشۂ تنہائی میں چلے گئے اور طلبا پڑھنے میں مشغول ہوگئے۔ بندہ مسجد سے نکل کر سیدھا مغرب کی طرف چلا گیا۔ وہاں حضرت صاحب کی پرانی اور پہلی عبادت گاہ کے دو مکان اور بنھ (تالاب) تھی۔ انہیں دیکھتے پھرتے قریب کی بلند پہاڑی کے سایہ میں بیٹھ گیا اور دل میں یہ خیال کہ اب کس طرح اپنی دلی آرزو

عرض کروں۔ کبھی کہتا کہ شاید آپ پوری توجہ فرمائیں گے یا نہ اور کبھی کہتا کہ ایسے بزرگ سے بیعت کرنا بھی غنیمت ہے۔ بیعت کر کے گھر چلا جاؤں گا۔ کبھی دل میں خیال آتا کہ جب تک اپنے رنگ میں نہ رنگیں گے، تب تک گھر نہیں جاؤں گا۔

آخر اسی اندیشہ اور فکر میں لیٹ رہا۔ اس کسمپرسی کی حالت میں مضطرب پڑا تھا کہ کس زیریں (گھاٹی کا نشیب) سے عاشق اللہ الصمد حضرت مولوی امیر احمد صاحب بسالوی المعروف مولوی صاحب لمّے والے نمودار ہوئے۔ مٹی کا کوزہ ہاتھ میں ہے اور عبادت سے فارغ ہو کر اپنے مکان پر تشریف لے جا رہے تھے۔ جب حضرت صاحب کی عبادت گاہ سے گزرے تو راستہ چھوڑ کر شمال کو میری طرف رخ فرمایا۔ سبحان اللہ "مردے از غیب بروں آید و کارے بکند" (یعنی کوئی مرد خدا غیب سے ظاہر ہوتا ہے اور کام بنا جاتا ہے) والا معاملہ ہو گیا۔

جب میرے پاس آئے تو تعظیماً میں بھی اٹھ بیٹھا۔ آپ نے میرا مسکن دریافت کیا۔ عرض کی ضلع شاہ پور کا رہنے والا ہوں۔ پوچھا کچھ پڑھے ہوئے ہو۔ عرض کی جی ہاں۔ آپ نے فارسی کی کتابوں کا نام لیا پھر عربی کی کتابوں کا نام لے کر پوچھا تو عرض کی پڑھا ہوا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ آپ تو صاحب علم ہیں، حضرت صاحب کو کچھ بتایا ہے یا نہیں؟ عرض کی نہیں۔ فرمایا چلو میں عرض کروں گا۔ اب وقت چاشت ہے دروازہ کھلا ہو گا۔

میری پریشانی دور ہو گئی اور آپ کے آستانہ کی طرف چل پڑا۔ مکان پر آئے تو دربار منعقد تھا زائرین کچھ بیٹھے اور کچھ آرہے تھے۔ جب ہم بیٹھ گئے تو مولوی امیر احمد صاحب نے عرض کی کہ حضرت یہ صاحب علم ہیں۔ آپ نے فرمایا میں نے پہلے معلوم نہیں کیا اور تعظیم نہیں کی (آپ کا معمول تھا کہ علماء کو کھڑے ہو کر ملتے تھے اور نہایت عزت اور خدمت کرتے) فرمایا کس مقصد کے واسطے آئے ہو۔ عرض کی بیعت کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ فرمایا اسوقت وضو نہیں، بعد ادائے نماز ظہر بیعت کرونگا۔ جب کھانا کھانے کا وقت ہوا تو دوسرے مہمانوں کے ساتھ مجھے بھی مکان پر جا کر روٹی کھانے اور قیلولہ کرنے کو فرمایا۔ مولوی ضیاء الدین صاحب سکنہ چکوال بھی میرے ساتھ محبت پیار سے مکان پر آئے۔ روٹی کھائی، قیلولہ کے بعد نماز ظہر ادا کر کے بنگلہ شریف جہاں آپ کا اب مزار شریف ہے، آ گیا۔ آپ اسی جگہ جنوب کی طرف منہ کر کے بیٹھا کرتے۔

الحمد للّٰہ والشکر للّٰہ کہ بتاریخ چہارم ماہ شعبان ۱۳۲۸ھ بروز چہار شنبہ (بدھ) منبع نورِ شریعت و طریقت، ماہر اسرار حقیقت محبوب اللہ الصمد حضرت خواجہ مولانا احمد رحمۃ اللہ عنہ نے اس خاکسار گنہگار کو بیعت کر کے ہمیشہ کیلئے اپنا غلام اور حلقہ بگوش بنا لیا۔

بیعت ہونے کے بعد آپ نے پوچھا گھر کس جگہ ہے؟ میں نے عرض کی بیربل۔ پھر فرمایا کہ حضرت صاحب بیربل شریف والوں کی اولاد سے ہو؟ میں نے عرض کی اُن کا پوتا ہوں۔ آپ میرا بازو پکڑ کر کھڑے ہو گئے اور کمال محبت سے گلے لگا لیا اور بہت نوازش فرمائی۔ پھر تمام حاضرین کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ حضرت صاحب بیربل شریف والوں کے پوتے ہیں، انکے دادا صاحب کامل ولی اللہ اور بڑے عالم تھے، انکے ہاں بڑا درس ہے۔ آپ کی تعریف میں کئی بار یہ کلمات فرمائے۔ پھر اسی وقت اپنے کتب خانہ سے کتاب "آداب الطالبین" منگوا کر مجھے شروع کروائی۔ فرمایا یہ سلوک کا قاعدہ ہے۔ معمول تھا کہ آپ چہار شنبہ (بدھ) کو کتاب شروع کراتے۔ میری خوش قسمتی سے وہ روز بدھ ہی کا تھا۔

ہاں سبق سے پہلے حضرت مولوی احمد خان صاحب و حضرت مولوی امیر احمد صاحب و حافظ صالح محمد صاحب وغیرہ خواص موجود تھے۔ مجھ سے آپ نے پوچھا کہ رات کو کس جگہ آرام کیا تھا۔ میں نے ابھی جواب عرض نہیں کیا تھا کہ آپ نے غلام سرور مہتمم مہمان خانہ کی طرف دیکھ کر پوچھا کہ کیا وہاں تھے؟ اس نے عرض کی نہیں۔ پھر میری طرف مخاطب ہو کر پوچھا۔ میں نے عرض کی کہ مسجد میں ہی سو گیا تھا۔ آپ نے خواص کی طرف دیکھ کر فرمایا "واہ بے نفس ہیں" اس وقت مجھے بہت خوشی حاصل ہوئی کہ میرا عجز و نیاز قبول ہو گیا۔

درکیش جانِ فروشاں فضل ہنر نباشد
ایں جا حسب نگنجد ایں جا نسب نباشد

"جان فروشوں کے دستور میں ہنر کی فضیلت نہیں دیکھی جاتی۔ یہاں حسب نسب کی بھی گنجائش نہیں ہوتی۔"

اب مجھے خاص خلفاء کے برابر بٹھایا ہوا تھا۔ مجھے اپنے ظاہری طرز اور باطنی پراگندگی پر ایسی مجلس میں شرم آئی۔ مگر آپکی نظر عنایت و شفقت اس درجہ تھی کہ سب حیران

ہوتے۔ ''آداب الطالبین'' کتاب قلمی تھی، میں عبارت پڑھتا جاتا اور آپ ضروری مطلب
کی شرح فرمادیتے۔ آپ نے پہلے اور پھر بھی ایک دو دفعہ فرمایا کہ یہ کتاب مجھ سے ساری
پڑھ لینا مگر کرنا وہ جو میں کہوں گا۔ نفل اوابین ۶ رکعت اور ۲ رکعت حفظ الایمان کی ترکیب کا
ذکر آیا تو آپ نے جملہ آٹھ رکعت پڑھنے کی اجازت فرمائی۔ حسب معمول بیعت کے وقت
درود شریف اور یا اللہ کا وظیفہ فرمایا۔

بعد نماز عصر اپنے مکان کے صحن میں تشریف فرماتے، سلسلہ شریف منگوایا جس
میں درود مستغاث، اسماء الحسنیٰ، اسبوع شریف ہے۔ سلسلہ شریف کے آخر پر اپنے ہاتھ سے
یہ جملہ دعائیہ تحریر فرمایا۔

''الٰہی بکربت و غربت خاکِ راہ دردمندانِ احمد عاقبت برادر ایشاں مولوی
فخر الدین بخیر گرداں''

الٰہی احمد سے محبت کرنے والوں کی خاک راہ کی تکلیف و مسافری کے صدقے
ان کے بھائی مولوی فخر الدین کی عاقبت بخیر فرما۔

فرمایا اسماء الحسنیٰ اس طور پڑھا کریں:

یا اللّٰہ جل جلالہ یا رحمٰن جل جلالہ یا رحیم جل جلالہ

نماز مغرب کے بعد حسب الارشاد نوافل پڑھنے شروع کئے۔ قیام میں، رکوع میں
،سجود میں عجب کیفیت حاصل ہوئی۔ مجاہدہ ریاضت کی طرف طبیعت نے پورا رجوع کیا۔ اکثر
آپ کی خدمت میں عرض کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنی محبت اور عبادت میں ذوق شوق نصیب
فرمائے۔ یہ استدعا زیادہ ہونے سے آپ کے خادم و خواص بھی مجھ سے وقت ملاقات یہی
دعا فرماتے۔

دوسرے یا تیسرے روز آپ نے ذکر جہر، پاس انفاس، وقوف قلبی کی اجازت
فرمائی جو ترتیب ارشاد ہوئی، تحریر کرلی ☆ اور حسب ارشاد اسکا شغل بھی کرنے لگا۔

ان ایام میں آپ نے اپنے پیشوائے طریقت غوثِ زماں حضرت خواجہ محمد سلیمان
تونسویؒ اور باقی پیرانِ عظام کے عجب حالات سنائے مگر افسوس کہ اسوقت لکھ نہ سکا اور بعد
میں پورے طور پر یاد نہ رہے۔ البتہ کتاب پڑھاتے وقت جو فوائد اور جو نصائح مجھے فرماتے،

گھر میں آکر تحریر کرلئے۔ اپنی حاضری کا مجملاً حال لکھ کر بعد میں ملفوظات معمولات لکھے
جائیں گے۔

وقت چاشت آپ کے حضور میں دوپہر تک پھر بعد ظہر عصر تک پھر بعد عصر شام
تک حاضر ہوکر فیوضات حاصل کرتا، وہ جمعیت اور ذوق حاصل ہوتا کہ کبھی دیکھا سنا نہ
تھا۔ پانچ وقت نماز آپ کے ساتھ پڑھتا۔ کسی اور طرف جانے اور بیٹھنے کو جی نہ چاہتا۔ اگر
چہ خلفاء کی صحبت بھی اکسیر تھی اور ''اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم'' کا نمونہ
تھے۔ مگر (یوں کہ) آفتاب کے آگے جس طرح قمر کی حقیقت ہے کہ اس کی روشنی اور ضوء
سے استفادہ نہیں کیا جاسکتا۔

اب کشائشِ قلب شروع ہونے لگی۔ نماز اور وظائف میں کچھ کیفیت پیدا ہوئی۔
کتبِ سلوک اور حالات بزرگانِ دین کی طرف طبیعت راغب ہوئی۔ فرحت و مسرت کے
آثار نمایاں ہوئے جبکہ اپنے مقصود اور دلی منشا میں کامیابی نظر آئی اور ایسے کامل مکمل مرشد کی
خدمت میں جسکے ساتھ مدت سے غائبانہ دلی تعلق تھا، پہنچا۔ ''حلقہ پیر مغانم ز ازل در گوش
است'' (میں ازل سے اس پیر مغاں کا حلقہ بگوش ہوں)۔

نازم بچشم خویش کہ روئے تو دیدہ است
افتم بہ پائے خود کہ بکوئت رسیدہ است

''مجھے اپنی آنکھوں پر فخر ہے کہ انہوں نے آپ کے روئے انور کی زیارت کی
ہے۔ میں اپنے پاؤں پڑتا ہوں کہ انہیں آپ کے کوچے میں جانے کا شرف ملا''

ہر دم ہزار بوسہ دہم ایں دست خویش را
کو دامنم گرفتہ بہ سوئت کشیدہ است

''میں ہر گھڑی اپنے ہاتھ چومتا ہوں کہ انہوں نے آپ کی بارگاہ میں میرا دامن
پکڑ کر پھیلایا تھا۔''

سبحان اللہ دور دراز سے آدمی حاضر خدمت ہوتے تھے اور بعد بیعت اور قلیل
مصاحبت کے اپنی صورت اور سیرت پاک بندوں کی بنا کر واپس جاتے۔ بعض نشۂ محبت میں
اس قدر سرشار ہوتے کہ گھر چھوڑ کر اپنے اصلی وطن کی طرف اپنی ہستی چھوڑ کر گزرتے۔

''از خود چو گذشتی ہمہ عیش است خوشی''

جب تجھے فنا نصیب ہوگئی تو ساری زندگی خوشی ہے۔

تو چناں ہمائی اے جاں کہ بزیر سایہ تو
بہ کف آورند زاغاں ہمہ خلعت ہمائی

''اے جانِ من تو ایسا ''ہما'' ہے کہ تیرے سایہ تلے کوؤں کو بھی خلعت ''ہما'' نصیب ہوجاتی ہے۔''

خاکسار اگر چہ ہمیشہ کامل بزرگ کی تلاش میں رہا کرتا تھا مگر زیادہ تر رغبت چشت اہل بہشت کی طرف تھی۔ اس لئے کہ دیگر سلاسل کی نسبت ان میں جوش عشق زیادہ پایا جاتا ہے۔ نیز ان کے وظائف بھی میرے دل کو بہت بھاتے تھے۔ مگر عوام میں بعض بدعات بھی دیکھنے میں آتی تھیں جیسے مسئلہ وحدت الوجود (ہمہ اوست)، سماع مع المزامیر وغیرہ۔ اس بنا پر دل میں بہت سے شکوک متمکن تھے۔ الحمد للہ کہ حضرت مرشدی و مولائی کی عنایت سے وہ سب رفع ہوگئے۔ انقلابات و تفرقات ختم ہوگئے اور جمعیت قلبی نصیب ہوگئی۔

الحمد لله الذی هدانا لهذا وما کنا لنهتدی لو لا ان هدانا الله

(تمام حمد اللہ کے لئے جس نے اس کام کی راہ دکھائی اور ہم راہ نہ پاسکتے اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ فرماتا)

چہ خوش صیدِ دلم کردی ، بنازم چشم مستت را
کہ کس آہوئے وحشی را ازیں خوشتر نمے گیرد

''آپ نے میرے دل کو کیا ہی خوب شکار کیا ہے۔ مجھے آپ کی مست نگاہوں پر ناز ہے کہ جس طرح انہوں نے جنگلی ہرن کو شکار کیا ہے اس سے بہتر کوئی نہیں کرسکتا۔''

کتاب ''آداب الطالبین'' کا حضور سے سبق پڑھ رہا تھا۔ اس میں کتب وحدت الوجود دیکھنے کی ممانعت آئی تو بندہ نے عرض کیا کہ یہ مسئلہ کس طرح ہے اور کس طرح اعتقاد رکھنا چاہیے۔ فرمایا کہ وحدت الوجود کی سمجھ اس شخص کو آتی ہے جس پر وہ حالت آئے، دوسرے آدمیوں کو یہ اعتقاد ہرگز نہ رکھنا چاہیے، اس حالت کے آئے بغیر یہ اعتقاد رکھنا

ایمان ضائع کرنا ہے اور قربِ قیامت کی علامت ہے۔

ایک روز فرمایا کہ حضرت خواجہ سلیمان تونسویؒ نے کتب وحدت الوجودی علیحدہ صندوقچہ میں رکھی ہوئی تھیں۔ ایک دن ایک مولوی صاحب کو اس کی چابی ہاتھ لگ گئی۔ انہوں نے ایک کتاب کا مطالعہ کیا تو بہت وہم پیدا ہوئے۔ حضرت کی خدمت میں ذکر کیا تو آپ ناراض ہوئے کہ تم نے کیوں وہ کتاب دیکھی اور چابی اس سے لے لی۔ اور آئندہ کے واسطے منع فرمایا کہ ایسی کتابیں ہرگز نہ دیکھا کرو۔ آپ کوئی شعر اس مضمون کا سننا چاہتے تو لوگوں سے الگ سنتے تھے اور مسائل توحید اہل حال کو سمجھانا ہوتے تو علیحدہ سمجھاتے۔

حضرت خواجہ نے بیان فرمایا کہ ایک قوال گڑھی شریف میں عوام کے روبرو اسی مضمون کے شعر پڑھ رہا تھا۔ حضرت فاضل شاہ صاحبؒ نے قوال سے وہ شعر سنے تو سخت ناراضگی فرمائی کہ ایسے اشعار عام مجلس میں پڑھ رہے ہو۔ کیا یہ لوگ اس جیسے کلام کے متحمل اور لائق ہیں۔ آئندہ ہرگز ایسا نہ کیا کرو۔

حضرت دیر تک مجھے یہ نصیحت فرماتے رہے کہ اس مسئلے والی کوئی کتاب نہ دیکھنا اور نہ کسی کے آگے ظاہر کرنا، جب وقت آئے گا تم پر خود بخود ظاہر ہوجائے گا۔ پس حضور کے یہ کلمات سننے سے دل کو پوری تشفی ہوگئی۔

سبق کے دوران سماع کا ذکر آیا کہ اگر سماع کی شرائط پوری ہوں تو بیٹھے، اگر کوئی شرط نہ ہو تو اٹھ جائے۔ عرض کیا کہ سماع کی شرائط کیا ہیں۔ فرمایا:

۱۔ مجلس سماع میں عورتیں، امرد (کم سن بچے) اور غیر شرع لوگ نہ ہوں۔
۲۔ قوال متشرع اور باوضو ہوں۔
۳۔ مضامین اشعار شرع کے مطابق ہوں۔
۴۔ سامعین بھی باوضو ہوں۔

کتاب میں آیا کہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اور اس کو مطلق حرام نہ کہنا چاہیے۔ اس پر حضور نے فرمایا ہم نے اس کی حلت اور حرمت کا مختصر فیصلہ کردیا ہے کہ عوام کے واسطے حرام اور خواص کے واسطے حلال۔ یعنی جس کو سلوک سے کچھ ربط نہیں، اس کو سننا حرام اور جو شخص زیور سلوک سے پیراستہ ہو اور اسے سماع سے فنا اور حظ پیدا ہوتا ہو تو اس کو شرائط کے

ساتھ سننا جائز ہے۔ (مناقب فخریہ میں بھی یہی شرائط لکھے دیکھے)۔

ایک دفعہ فرمایا سماع انہیں لوگوں کے لئے ہے جن کو صفائی باطن پوری حاصل ہو۔ جن کو تصفیہ پورا حاصل نہ ہو اور قلب ابھی نقوش اغیار اور محبت ماسویٰ اللہ سے پاک صاف نہ ہو ان کا دل اس سے سیاہ ہو جاتا ہے، جیسے کاغذ پر سیاہی ملی ہو اور اوپر اس کے تیل مل دیا جائے۔ وہ سیاہی سخت محکم ہو جاتی ہے، یہی ان کی مثال ہے۔

ایک دفعہ چاچڑ شریف کے قوال حاضر خدمت ہوئے اور یہ غزل پڑھنی شروع کی ۔

مرا مہر سیاہ چشماں ز سر بیروں نخواہد شد
قضائے آسمانست ایں و دیگر گوں نخواہد شد

آپ نے فرمایا یہ غزل ٹھیک طرز پر نہیں چلی، کوئی اور شروع کرو۔ میں نے خود کئی دفعہ دیکھا کہ قوالوں کو فہمائش کرتے کہ اس طرز اور اس مواد کے بغیر کوئی اور شروع نہ کرنا کہ مجھے پسند نہیں آتا۔

کتاب ''آداب الطالبین'' کے سبق کے دوران آپ اپنے خاص خلفا کو بھی سننے کیلئے بلا لیتے تھے۔ سات آٹھ دن بندہ آپکی خدمت اقدس میں مقیم رہا۔ ان ایام میں سب حاضرین میں سے میری طرف خاص نظر شفقت رکھتے تھے۔ کرامات اور ملفوظات بزرگانِ سلف بیان فرمایا کرتے۔ خدام کو اس نملہ بے سامان پر ایسے سلیمان زماں کا اس درجہ لطف فرمانا باعثِ تعجب ہوا کرتا تھا۔ اکثر خادمانِ آستاں کہتے تھے کہ حضرت تم پر کمال شفقت فرماتے ہیں۔ یہ سراسر حضور اعلیٰ کی غریب نوازی ہے ورنہ من آنم کہ من دانم۔

سات روز میں کتاب ختم ہوگئی تو میں نے وطن جانے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے رخصت فرمایا اور کہا کہ جب پھر آؤ گے تو آپکو کشکول شریف پڑھانا ہے۔ گھر سے چلتے وقت ملتان شریف جانے کا پختہ ارادہ تھا اور ایک دوست نے تاکید کی تھی کہ ضرور آنا اور اس نے ریلوے، کا فوجی پاس بھی میری طرف بھیجا تھا۔ مگر حضرت کی توجہ نے دوسری طرف مشغول کردیا اور مطلق جانے کا ارادہ نہ رہا۔

اب واپس گھر آ گیا۔ خوشی خوشی توسل پیر طریقت کا حال سنایا۔ حضرت ابوی صاحب مدظلہم اور بعض آشنا خوش ہوئے۔ یہ خبر سرعت کے ساتھ ارد گرد مشہور ہوگئی۔ حضرت

جد امجد رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ مریدین میں سے بعض نیک تاویل کر کے چپ رہے اور اکثر بہت جوش و خروش میں آئے اور طعنوں کے تیر برسائے۔

بعض صاحبوں نے تو بالمشافہ بھی اپنا مافی الضمیر کہا مگر میں اس طعن و تشنیع سے نہ گھبراتا تھا کیونکہ عشق میں ملامت ہوتی ہی ہے ۔

بجائے طعنہ اگر تیغ مے زند دشمن
ز دوست دست نداریم ، ہر چہ بادا باد

''طعنوں کی بجائے اگر دشمن تلوار بھی مارے تو اپنے محبوب سے دستکش نہ ہوں گا۔ جو ہوتا ہے ہوتا رہے۔''

اور بے چارے عاشق کو رسوائی اور بدنامی نصیب ہے۔ حضرت نے مجھ کو تلقین ذکر فرمائی اس کا شغل کرنے لگا ۔

ترک دیوانگی از طعنۂ مردم نکنم
شہر گر تنگ بود دامن صحرائے ہست

''لوگوں کے طعنوں سے دیوانگی (عشق) ترک نہیں کروں گا۔ اگر شہر تنگ ہو جائے تو کیا ہوا صحرا کا وسیع دامن تو موجود ہے۔''

بیعت سے سرفرازی کے بعد گھر پہنچ کر کشتہ جات اور اکسیرات جسے خزانۃ الحکمت کا نام دیا گیا تھا، سب نیست و نابود کردیے ۔

اے غریق حب دنیا رو سوئے میرا شریف
ساقیم جامے دہد کو مست و بے پرواہ کند

''اے دنیا کی محبت میں غرق انسان میرا شریف جا حاضر ہو میرا ساقی ایسا جام عطا کرتا ہے کہ وہ مست اور بے نیاز بنا دیتا ہے۔''

صبح و شام ذکر کا شغل تھا۔ اکثر دن میں علیحدہ بیٹھ کر مطالعہ کتب سلوک رکھتا۔ جب قبلۂ جان و دلم حضرت مرشدی و مولائی قدس سرہٗ کی صورت اطہر اور محفل مبارک کا نظارہ روح میں جلوہ گر ہوتا تو بے تابانہ اشعار زبان سے جاری ہوجاتے۔ آنکھیں بند اور اس نظارہ میں محو، گویا آپ کے پاس انہیں مکانوں اور کوچوں میں ہوں۔ جو اس شوریدہ

سر کے خرمنِ ہستی کو جلا کر خاکستر صفت بناتیں ان میں سے یہ ایک غزل خاص لکھتا ہوں ۔

مرا عہدیست با جاناں کہ تا جاں در بدن دارم
ہوا داریٔ کوئش را چو جانِ خویشتن دارم

''میرا اپنے محبوب سے یہ عہد ہے کہ جب تک میرے بدن میں جان ہے میں اس کوچے کی چاہت کو اپنی جان کی طرح عزیز رکھوں گا۔''

صفائی خلوتِ خاطر ازاں شمعِ چگل جویم
فروغِ چشمِ نورِ دل ازاں ماہِ ختن دارم

''دل کی خلوت کی صفائی اس شہر چگل ☆ کی شمع سے ڈھونڈتا ہوں۔ آنکھ کی روشنی اور دل کا نور اس ختن ☆☆ کے چاند سے رکھتا ہوں۔''

بہ کام و آرزوئے دل چو دارم خلوتے حاصل
چہ فکر از خبثِ بدگویاں میانِ انجمن دارم

''جب مجھے مقصد اور دلی آرزو کے مطابق خلوت حاصل ہے تو انجمن میں بدگوئی کرنے والوں کی خباثت کی مجھے کیا فکر ہے۔''

شرابِ خوشگوارم ہست و یارم مہرباں ساقی
ندارد ہیچکس یارے چنیں یارے کہ من دارم

''مجھے محبت کی خوشگوار شراب حاصل ہے اور میرا ساقی مہربان دوست ہے۔ جیسا دوست میں رکھتا ہوں ایسا دوست کسی کا نہیں ہے۔''

مرا در خانہ ، سروے ہست ، کاندر سایۂ قدش
فراغ از سروِ بستانی و شمشادِ چمن دارم

''میرے گھر میں ایسا سرو (کا درخت) ہے جس کے قد کے سایہ میں مجھے باغ کے سرو اور چمن کے شمشاد درخت سے بے نیازی ہے۔''

سزد کز خاتمِ لعلش ، زنم لافِ سلیمانی
چو اسمِ اعظم باشد چہ باک از اہرمن دارم

''اس کے لعل جیسے ہونٹوں کی انگوٹھی کی وجہ سے اگر میں سلیمان بن جانے کی ڈینگ ماروں تو جائز ہے۔ جب مجھے اسم اعظم حاصل ہو تو مجھے شیطان کا کیا ڈر ہے۔''

خدارا اے رقیب امشب زمانے دیدہ برہم نہ
کہ من بالعلِ خاموشش نہانی صد سخن دارم

''اے رقیب خدا کیلئے آج کی رات تھوڑی دیر کیلئے سوجا کیونکہ مجھے اس کے خاموش ہونٹ سے دل کی سینکڑوں باتیں کرنی ہیں۔''

گرم صد لشکر خوباں بہ قصدِ دل کمیں دارند
بحمدِ اللہ و المنۃ بتے لشکر شکن دارم

''حسینوں کے سو لشکر میرے دل کو لوٹنے کیلئے گھات لگا لیں تو خدا کا احسان اور شکر ہے کہ تمام لشکروں کو شکست دینے والا محبوب اپنے پاس رکھتا ہوں۔''

الا اے پیر فرزانہ مکن عیبم زمیخانہ
کہ من در ترکِ پیمانہ دلِ پیماں شکن دارم

''اے عقل مند بوڑھے مے خانہ کی نسبت سے مجھ پر عیب نہ لگا۔ اس لئے کہ پیمانہ شراب چھوڑنے کے بارے میں توبہ شکن دل رکھتا ہوں۔''

چو در گلزار اقبالش خرامانم بحمد اللہ
نہ میلِ لالہ و نسریں ، نہ بوئے یاسمن دارم

''چونکہ میں ایسے باغ میں ٹہل رہا ہوں جس میں محبوب کی آمد آمد ہے خدا کا شکر ہے مجھے گل لالہ، گل نسرین اور یاسمین کے پھولوں کی خوشبو کی خواہش نہیں۔''

برندی شہرہ شد حافظ ، پس از چندیں ورع اما
چہ غم دارم چو در عالم امین الدین حسن دارم

''اس قدر پرہیز گاری کے بعد حافظ رندی میں مشہور ہو گیا۔ لیکن مجھے کیا غم ہے جب مجھے دنیا میں امین الدین حسن کی معیت حاصل ہے۔''

اکثر نماز مغرب خانقاہ معلی پر ادا کرتا اور نوافل اور ذکر جہر و مراقبہ اسی جگہ کرتا۔
ایک روز شہر والی مسجد میں حضرت اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے بنگلہ کے آگے ذکر جہر میں مشغول تھا

کہ استاذی مولائی حضرت عموی خواجہ احمد سعید" گھر کو جاتے ہوئے گزرے۔ آپ کی عظمت سے میں خاموش ہوگیا۔ آپ ٹھہر گئے اور کمال محبت اور عنایت سے فرمایا کہ مجھ کو آپ کے اللہ اللہ کرنے کی نہایت خوشی ہے، کیا کرو۔

ماہِ رمضان گذر گیا تو میں نے ایک عریضہ بوساطت حضرت مولوی امیر احمد صاحب (جو کہ پہلے میرا وسیلہ بنے تھے) آنحضرت کی خدمت میں ارسال کیا۔ تین چار روز گزرے تو عالم رؤیا میں آپ کی زیارت ہوئی۔ آپ نے کمال مہربانی اور خندہ پیشانی سے فرمایا کہ "فائدہ باطنی پورے طور حاصل ہوجائے گا"۔ زیارت اور کلام اس طرح ہوئی جیسے ظاہر دیکھتے جاگتے۔ نیند سے بیدار ہوا تو قلب میں ذکر اسم ذات کا نہایت جوش پایا۔ بلکہ دوسری طرف اس کے مقابل میں بھی اسی طور زور کی حرکت تھی۔ عجب ذوق اور کیفیت حاصل ہوئی۔ نماز میں اور اکثر اوقات میں کثرت ذوق سے آنکھیں بند رہتی تھیں ۔

برقے از پردۂ لیلا بدر خشید سحر
وہ کہ باخرمن مجنوں دل افگار چہ کرد

میرے عریضہ کا مضمون یہ تھا کہ بہ برکت توجہ و دعائے آں محبوب رب العالمین ذکر جہر اور پاس انفاس میں کیفیت معہودہ شاغلیں حاصل ہوئی۔ مگر وقوف قلبی میں پوری جمعیت اور استغراق اور اجرا ابھی نہیں ہوا......الخ۔

"دامن گرفتہ بہ یقیں بندۂ فخرالدیں"

روحانی برقی تار کے بعد گرامی نامہ پہنچا جو بعینہٖ لکھتا ہوں۔

"فضیلت و شرافت پناہ جناب مولوی صاحب مولوی محمد فخرالدین زاد شوقہ ومحبتہ از طرف حضرت صاحب ﷫ وازیں جانب بعد از سلام آنکہ۔ خط شما رسید کیفیت مندرجہ معلوم گردید۔ دعا میکنم کہ حق تعالیٰ جل شانہ آں صاحب را ذوق شوق خود نصیب کند و ذکر ہا خصوصاً ذکر قلبی جاری نماید و محبت خویش و پیراں روز بروز زیادہ کند۔ مہربان ما باید کہ کتب سلوک مثل تذکرۃ الاولیاء و کیمیائے سعادت در زیر مطالعہ خود دارند و از غیر جنس پرہیز نمایند خلوت را دوست دارند و مرگ را مہیا باشند و طالبان را سبق خوانند و شغل اشغال را بسیار قائم نمایند"۔ الراقم فقیر احمد و امیر احمد

ایں فقیر نزد حضرت صاحب رفتہ و کاغذ شنوانیدہ و دعا درحق آں صاحب کنانیدہ۔

"فضیلت و شرافت پناہ جناب مولوی صاحب مولوی محمد فخرالدین شوق و محبت زیادہ ہو۔ حضرت صاحب اور اس جانب سے السلام علیکم کے بعد یہ کہ آپ کا خط ملا۔ بیان کردہ کیفیت معلوم ہوئی۔ دعا کر رہا ہوں کہ حق تعالیٰ جل شانہ آپ کو اپنا ذوق وشوق نصیب فرمائے اور تمام اذکار خصوصاً ذکر قلبی جاری فرمائے اور اپنی محبت اور مشائخ کی محبت روز بروز زیادہ کرے۔ ہمارے مہربان کو چاہیے کہ سلوک کی کتابیں مثلاً تذکرۃ الاولیاء، کیمیائے سعادت اپنے زیر مطالعہ رکھیں اور غیر جنس (ذوق کے مخالف) سے پرہیز رکھیں۔ خلوت کو دوست اور موت کو سامنے رکھیں۔ طلباء کو تعلیم دیں اور اپنے مشاغل کو قائم رکھیں۔
الراقم فقیر احمد، امیر احمد

یہ فقیر حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کا خط سنایا اور حضور سے آپ کیلئے دعا کروائی۔ (مکتوب شریف مکمل ہوا)

اب بجائے دفترِ طب، مطالعہ کتب سلوک اور بجائے کشتہ سم الفار و زیبق (سیماب) اپنی نفس کشی کا خیال اور اکسیرِ کیمیائی کی بجائے اکسیر محبتِ مولا کی جستجو تھی۔ اب جا کر الرفیق ثم الطریق کی رمز سمجھ میں آئی ۔

دریغ درد کہ تا ایں زماں ندانستم
کہ کیمیائے سعادت رفیق بود رفیق

سبحان اللہ صاحب دل عباداللہ المقربین خم عشق سے جب ساغر محبت پلاتے ہیں تو حرص و ہوا دل سے کیسے مٹا دیتے ہیں۔ بجز طلب مولا دل میں کوئی آرزو نہیں چھوڑتے ۔

اے گدائے خانقاہ باز آ کہ در دیر مغاں
مے دہند آبے و دل ہا را تونگر مے کنند

(اے خانقاہ کے فقیر واپس آجا کہ بت خانے میں ایسا پانی پلاتے ہیں کہ جس سے دلوں کو تونگر بنا دیتے ہیں۔)

دوسری مرتبہ ماہ ذیقعد سنہ مذکور میں حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے کشکول شریف شروع کرایا۔ وقت سبق خلفاء بھی اکثر موجود ہوتے۔ میری حاضری سے کچھ پہلے آپ پشاور

سے واپس تشریف لائے تھے۔ پشاوری کمال الحاح اور مدت کی التجا کے بعد لے گئے۔ چھب اسٹیشن سے سالم ڈبہ کا انتظام آپ کے اور خادموں کے آرام کے واسطے انہوں نے کرلیا تھا۔ بہت سے پشاوری پھر آپ کے ہمراہ میرا شریف آئے۔ جس روز بندہ حاضر ہوا۔ آپ نے تقریباً پندرہ سلسلہ شریف پر دستخط فرمائے ہونگے۔

سبق پڑھاتے وقت کئی بار فرمایا کہ یہ اذکار مراقبات غذائے روح ہیں۔ روح کو قوت بخشتے ہیں۔ فرمایا کہ اس (کشکول شریف) کا سبق دو تین بار کہ لیا کرو، تاکہ خوب یاد رہے اور پڑھا سکو۔ یہ بھی فرماتے کہ میں نے حضرت شاہ صاحب گڑھی شریف والا سے پڑھا تھا۔ آپ بھی ضرور پڑھنا۔ ہر ذکر اور مراقبہ کی پوری ترتیب فرماتے۔ بلکہ کر کے دکھاتے۔ طریق نقشبندیہ کا جب سبق میں ذکر آیا تو نفی اثبات کا آپ نے طریقہ کر کے دکھلایا۔ فرمایا سر اور زبان اور وجود کو اس میں مطلق حرکت نہ ہو۔

آپ قصبہ تگہ جو کہ دو کوس کے فاصلہ پر ہے تشریف لے گئے۔ اس جگہ آپ کی زمین اور کنواں اور باغ نہایت بارونق ہے۔ میں بھی بہ ہمراہی مولوی نور احمد صاحب ۲۸ گیا۔ باغ میں آپ رونق افروز ہوئے۔ خلفاء اور طلباء بھی آتے گئے۔ اِدھر اُدھر کے اور خادم بھی آگئے۔ تعداد بہت بڑھ گئی۔ ایک جگہ مقام تھا۔ شہر سے آدمی اپنی خواہش کے مطابق گھر سے کھانا پکا کر لاتے جاتے تھے۔ آپ تقسیم فرماتے۔ ہر ایک مٹی کے برتن میں جس کو ساہنکی بولتے ہیں، چار پانچ آدمیوں کے واسطے گوشت ہو یا دال، آسکتا ہے۔ حسب توفیق لاتے۔ آپ نے تو اس روز بعد عشاء کا کھانا نہ کھایا۔ آپ برتنوں کو دیکھنے اور ان میں سے چکھ کر فرمانے لگے۔ عالموں کے واسطے کون سا اچھا ہے۔ ایک اس میں مرغی کا گوشت اچھا بنا ہوا تھا۔ فرمایا یہ اچھا ہے۔ اپنے قریب گوشت اور روٹیاں رکھ کر درجہ بدرجہ بلانا شروع کیا۔ پہلے فرمایا مولوی احمد خان؟ وہ حاضر ہوئے پھر فرمایا مولوی امیر احمد؟ پھر فرمایا مولوی فخرالدین؟ پھر فرمایا مولوی احمد نور؟ جب سب حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے کھانے کا ارشاد فرمایا۔ صبح واپس میرا شریف آپکو راستہ میں سوار ہوتے دیکھا ایک درمیانہ قد سرخ رنگ کی گھوڑی تیز رو پر سوار ہیں، اپنی سبز چادر کا آپ نے کمر بند بنایا ہوا ہے اور خادم خاص سرفراز صاحب ایک خچر پر سوار ہیں۔ گھوڑی تو اس قدر تیز چلتی کہ سرفراز صاحب خچر کو پویہ

رفتار کے ساتھ لئے جاتے تھے۔ یہ وہ گھوڑی تھی جس کی سلطان محمد شاہ صاحب جیسے پروانہ محبت بے تابانہ ادب و تعظیم کرتے تھے۔ (قیس کی طرح جو کہتا ہے)

اَمُرُّ علٰے الدِّیَارَ دِیَارِ لَیْلٰی
اُقَبِّلُ ذَاالْجدارَ وَ ذَاالْجِدَارَا
وَمَا حُبُّ الدِّیَارِ شَغَفْنَ قَلْبِی
وَلٰکِنْ حُبُّ مَنْ سَکَنَ الدِّیَارَا

"میں لیلٰی کے گھر کی دیواروں کے پاس سے گذرا تو کبھی اس گھر کو بوسہ دیتا کبھی اس دیوار کو، میرا دل دیواروں پر فریفتہ نہیں بلکہ میں اس محبوب کی محبت میں از خود رفتہ ہوں جو اس میں سکونت پذیر تھا۔"

میرے یہ پیر بھائی سید سلطان محمد شاہ رئیس شاہ پور انگریز کی سلطنت کے ابتدائی دور میں انٹرنس پاس کر کے پولیس میں تھانے دار بھرتی ہوئے۔ خوش نصیبی سے پنڈی گھیب ضلع کیمبل پور (اٹک) میں تقرر ہوا۔ ایک واردات کی تفتیش کے سلسلہ میں میرا شریف آنا ہوا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا میرا شریف میں اقامت کا ابتدائی دور تھا۔ ابھی آپ کی شہرت نہ پھیلی تھی۔ تفتیش سے فراغت کے بعد لوگوں سے پوچھا یہاں کوئی فقیر صاحب بھی ہیں؟ سب نے کہا یہاں ایک درویش سکونت پذیر ہیں۔ سید سلطان محمد شاہ صاحب نے کہا چلو آپ کے فقیر کی زیارت کی جائے۔ شاہ صاحب ممدوح بیان کرتے ہیں کہ جب آپ کا سامنا ہوا تو آپ نے اندر سے مصلیٰ اٹھا لیا اور باہر آکر بچھا دیا اور اس پر بیٹھ گئے اور مجھے بھی بٹھایا۔ پھر تھوڑی سی گفتگو کے بعد مجھے رخصت کردیا۔ اجنبی شخص سے ایسا ہی معمول تھا۔ میں جب واپس ہوا تو دل میں خیال آیا کہ خدمت بابرکت میں گئے بھی اور کام بھی نہ بنا۔

دوسرے روز فراغت پا کر پھر حاضر ہوا۔ آپ نے کچھ نفرت نہ فرمائی اور محبت سے گفتگو فرماتے رہے۔ اس وقت میرے تکبر و غرور کا آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ ایک تو میں سیّد تھا دوسرا بھارا زمیندار اور تیسرا قد آور جوان تھانے دار اور ترقی کی لمبی امیدیں بھی۔ بایں ہمہ میرے منہ سے نکلا حضرت! میں سیّد ہوں اور نماز نہیں پڑھتا اس کا کچھ علاج؟

حضرتؒ نے میری پیشانی پر نگاہ ڈالی اور فرمایا شاہ صاحب نماز پڑھتے رہو گے۔

واپس آیا تو نماز کا شوق پیدا ہوگیا۔ اور ساتھ ہی ملازمت چھوڑنے کا ارادہ کرلیا۔ ذیلدار صاحب اور دیگر ملازمین نے کہا آپ سروس نہ چھوڑیں۔ آپ کی اصلاح سے خلقت بھی فائدہ اٹھائے گی لیکن ان کی قیل وقال کا دل پر کوئی اثر نہ ہوا۔

تیسری مرتبہ خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو عرض کی کہ نوکری چھوڑنے کا ارادہ ہوگیا ہے۔ آپ نے خوش ہوکر فرمایا بہت اچھا، چھوڑ دو۔ میں نے عرض کیا کہ ایک کام آپ کے ذمے لگانا ہے۔ فرمایا کونسا کام؟ عرض کی ایسی نوکری چھوڑ کر بعد میں لوگ افسوس کرتے ہیں۔ آپ کے ذمے یہ کام ہے کہ مجھے افسوس نہ لگے۔ حضرت نے فرمایا چھوڑ دو افسوس نہیں لگے گا۔

چنانچہ ملازمت چھوڑ دی اور چار ہزار روپیہ گھر سے لے کر تمام رشوتیں اور حقوق جو ذمے تھے دیکر سبکدوش ہوگیا اور ہمیشہ کیلئے آپ کے حلقہ بگوش ہوگیا۔

اے گدائے خانقاہ باز آ کہ ‘‘ایں پیر مغاں
مے دہند آبے و دل ہا را تونگر مے کند

’’اے خانقاہ کے فقیر لوٹ آ کہ یہ پیر مغاں شراب محبت پلا کر دلوں کو غنی بنا دیتا ہے‘‘۔

شاہ صاحب موصوف کا مال، آبرو اور جان تمام اپنے مرشد پر قربان تھیں۔ ان کے واقعات ذکر کے قابل ہیں۔ اپنے تمام بیٹوں کے نام حضرت کے نام سے نسبت کئے۔ اب ایک سید غلام احمد صاحب ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر دراز کرے۔ یہ بچے تھے کہ شاہ صاحب مع اہل وعیال حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ منظور نظر ہوگئے۔

پانچ چھ روز گزرے، آپ کو اطلاع ہوئی کہ حضرت خواجہ محمود صاحب (۲۲) تونسوی مکھڈ شریف تشریف لائے ہیں۔ آپ نے مجھے قریب بلا کر فرمایا ’’سعدیا سفرے دیگر درپیش است‘‘ (اے سعدی ایک اور سفر درپیش ہے) مجھ کو پشاوری اس ضعف کی حالت میں پشاور لے گئے۔ اب میرے پیر مکھڈ شریف میں تشریف لائے ہیں۔ میں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہونا ہے۔ میری واپسی تک ٹھہرو گے؟ میں نے عرض کی اب آپ اجازت فرمائیں پھر جلد ہی حاضر خدمت ہوجاؤں گا۔ آپ نے بھی یہی عرض پسند فرمائی اور بندہ واپس گھر آگیا۔

اس دفعہ حضرت ابوی صاحب نے ایک عرض داشت بطور سفارش لکھ کر میرے حوالہ کی کہ خدمت میں پیش کردینا جس کا مضمون یہ تھا۔

’’کہ اس کو جناب والا کے ساتھ ربط محبت پورا ہوگیا ہے۔ توجہ اور القائے نسبت کی پوری مہربانی فرمانی ہوگی‘‘۔

میں نے یہ سفارش نامہ آپ کے خاص منشی میاں احمد صاحب کو دیا۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں پڑھ کر سنایا۔ اس وقت بندہ حاضر خدمت نہیں تھا۔ جب آیا تو آپ نے نہایت عنایت اور بندہ نوازی سے دو مرتبہ فرمایا کہ آپ کے والد ماجد نے سرفراز نامہ بھیجا، نہایت مہربانی کی ہے۔ میری روانگی کے وقت میاں احمد صاحب کو بلا کر اس کا جواب تحریر کروایا۔ خود فرماتے گئے اور وہ لکھتے گئے۔ سرفراز نامہ کے بعد یہ عبارت ہے:۔

’’مولوی فخر الدین در دل ایں جانب جا گرفتہ اند بسیار محب و دوست ایں جانب اند۔ امید است کہ حق تعالیٰ ایشاں را مقبول ومحبوب جناب خود گرداند‘‘۔

مولوی فخر الدین نے ہمارے دل میں گھر کرلیا ہے۔ وہ ہمارے بہت محبت کرنے والے دوست ہیں امید ہے کہ حق تعالیٰ انہیں اپنی بارگاہ کا مقبول بنائے گا۔

عالم رویا میں آپ نے جو کچھ فرمایا تھا تنہائی میں ذکر کیا، فرمایا ’’جب تصفیہ باطن پورے طور ہوجائے تو تب پیر کے مقام کا پورا پتہ چلتا ہے‘‘۔

تیسری مرتبہ بتاریخ ۱۵ ماہ جمادی الاول ۱۳۲۹ھ شرف پابوسی حاصل ہوا۔ آپ حاضری اور رخصت کے وقت مجھے گلے لگاتے اور اکثر آسمان کی طرف دیکھ کر بڑے جوش سے، کہ آنکھیں سرخ ہوجاتی تھیں، دعا مانگتے۔

جب قدم بوسی کے بعد بیٹھے تو ایک آدمی کو فرمایا کہ شاہ صاحب شاہ پور والے کو بلا لاؤ کہ وہ یاد کرتے تھے۔ جب آئے تو ملاقات ہوئی۔ پہلے ہم ایک دوسرے کی صورت سے واقف نہیں تھے۔ جب کھانا کھانے کے لئے سب آپ کے پاس سے چلے آئے تو شاہ صاحب نے مجھے کہا کہ میں نے سنا تھا کہ بیربل شریف سے ایک صاحبزادے حضرت کی خدمت میں آئے اور بیعت کی۔ لیکن میں آپ کی صورت سے پہلے واقف نہیں تھا۔ آپ کے جدِ امجدؒ اور والد بزرگوار سے تو کئی مرتبہ نیاز حاصل ہوا ہے۔ اس کے بعد خود بخود کہا کہ

میں آپ کے لئے حضرت صاحب کی خدمت میں خاص طور عرض کروں گا ۔البتہ فقر میں مجاہدہ ریاضت کی حاجت ہوتی ہے ۔اور آپ صاحبزادہ ہیں۔ میں نے کہا کہ ارادہ تو یہ ہے کہ سب تعلقات چھوڑ کر اسی کام میں مشغول رہوں گا۔ ہاں اللہ جل شانہ کا فضل وکرم اور حضرت کی توجہ ودعا شامل حال رہے۔

بعد نماز ظہر جب دربار فیض بار منعقد ہوا تو شاہ صاحب سلطان محمد شاہ صاحب نے عرض کی کہ حضرت ان صاحبزادہ کی بابت کچھ عرض کروں؟ آپ نے فرمایا ہاں ۔شاہ صاحب نے عرض کی یہ بڑے خاندانی آدمی ہیں اور ان کا سلسلہ کمال ترقی پر ہے اور میرے بھائی سلطان محمود کی اہلیہ اور اس کے والدین واقربا تمام ان کے مرید ہیں ۔اور انکا نقشبندیہ خاندان ہمارے خاندان چشت کے ساتھ سماع کے بارے میں طعن☆ بھی کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہم نے تو یہ کام نہیں رکھا ہوا ۔ پھر انہوں نے عرض کی اب یہ اپنے خاندان کو چھوڑ کر ہماری طرف آگئے ان پر پوری مہربانی فرمانی ہوگی ۔آپ نے تبسم کرتے ہوئے فرمایا کہ ''یہ ہمارے حصے میں آگئے'' یہ بات آپ نے دو تین مرتبہ فرمائی۔ پھر فرمایا'' کہ اللہ تعالیٰ انکو اپنا مقبول ومحبوب بنائے گا اور یہ سالک پورے پورے ہیں''۔

اس مرتبہ عجب جمعیت ہوئی۔ آپ کشکول شریف کے سبق کی نہایت تشریح فرماتے ۔ دن میں آپ کی زیارت اور ملفوظات کی رونق وبہار اور صبح وشام ذکر کا شغل راحت بخش تھا ۔

وہ عجب گھڑی تھی کہ جس گھڑی لیا درس نسخۂ عشق کا
کہ کتاب عقل کی طاق میں جو دھری تھی ہم نے ، دھری رہی

کشکول شریف کی تعلیم کے دوران جب حبسِ دم کا ذکر آیا تو فرمایا کہ اسی حبسِ دم کے عمل سے جوگی ہوا میں اڑ جاتے ہیں۔ اس پر ایک حکایت بیان فرمائی کہ چکڑالہ میں ایک جوگی فقیر رہا کرتا تھا عرصہ بارہ سال ہوا کہ جب اس کو مرض الموت لاحق ہوئی تو حاضرین کو اس نے وصیت کی کہ فلاں موضع میں ایک فقیر رہا کرتا ہے ۔وہ جب آئے گا تو میری تجہیز وتکفین کرے گا۔ مرنے کے بعد اس فقیر کو آنے میں دیر ہوگئی ۔ مسلمانوں اور ہندوؤں میں تنازع پیدا ہوگیا۔ ہر ایک اس کو اپنا ہم مذہب خیال کرتا تھا اور اس کی تجہیز

وتکفین بھی اپنے اپنے مذہب کے موافق کرنا چاہتا تھا کہ اچانک وہ اپنی جگہ سے غائب ہوگیا اور پھر پتہ نہ چل سکا ۔اس واقعہ کو دیکھنے والے بہت لوگ موجود ہیں ۔

فرمایا ان لوگوں کو آسمان کے اوپر رسائی نہیں ہوسکتی۔ سوائے اس کے جو نور ایمان سے منور ہو جائے ۔

فرمایا تمام اولیاء اللہ کو ہوا میں اڑنے کی طاقت ہوتی ہے ۔

فرمایا کہ میں حضرت شاہ صاحب گڑھی شریف والوں کی خدمت میں ہوتا تھا۔ آپ ہمیشہ جنگل میں رہتے ۔ایک دفعہ آبادی سے بہت دور ہوگئے ۔ دیکھا کہ چند شخص بڑے سروں والے ہمارے واسطے کھانا لائے اور رکھ کر چلے گئے ۔ ہم نے حضرت سے پوچھا کہ یہ کون لوگ تھے ۔آپ نے فرمایا اگر کوئی ولی آبادی سے دور ہو تو اللہ تعالیٰ رجال الغیب کو ان کی مدد کے واسطے روانہ فرماتا ہے ۔

حضرت کا معمول تھا کہ جمعرات کے روز صحرا میں سارا دن گزارتے ۔ وہاں ایک خیمہ نصب کیا جاتا ، حافظ صالح محمد جو آپ کی جماعت کے امام تھے ہمراہ ہوتے ۔ خدام اور کشکول شریف پڑھنے والے بھی خدمت میں ہوتے ۔ ایک دفعہ صحرا میں نماز ظہر کے بعد فرمایا کہ مغرب کی نماز میں غروب آفتاب کے بعد اتنا توقف کیا جائے کہ ظلمتِ لیل وسطِ سماء تک محیط ہوجائے ۔ یہ اسلئے کہ سورج پہاڑوں کے پیچھے ہوتا ہے پورا غروب نہیں ہوتا۔ حاجیان بیت اللہ شریف سے معلوم ہوا کہ جب سمندر میں جہاز چلتا ہے اور وہاں پانی کے سوا کچھ اور نہیں ہوتا تو دن غروب ہوتے ہی سیاہی نصف آسمان تک آجاتی ہے ۔

مولوی صاحب چاولی والے نے عرض کی کہ احادیث میں تعجیل آئی ہے ۔ حضرت نے ذرا خفگی سے فرمایا میاں حدیث کی تمہیں سمجھ نہیں آئی ۔ مولوی صاحب چپ ہو رہے ۔ حضرت جب گھر واپس جانے کو تیار ہوئے تو گھوڑی پر سوار ہوئے ۔ حافظ صالح محمد آگے آگے تھے اور مولوی صاحب حضور کے پیچھے ۔ مولوی صاحب کہتے ہیں میں اپنی بے ادبانہ کلام پر سخت نادم تھا اور دل میں توبہ توبہ کر رہا تھا ۔ حضرت قبلہ نے فرمایا صالح محمد میری گھوڑی توبہ توبہ کر رہی ہے ۔

ایک مولوی صاحب حاضر خدمت ہوئے ۔ ان کا نظریہ تھا کہ بیعت بزرگان جس

قدر میسر ہو کرنی چاہیے۔ کیونکہ جس قدر توسّل زیادہ ہو اور شفیع کثرت سے ہوں مفید ہے۔ جتنے رشتہ جات (تاگے) اکٹھے کیے جائیں رسّی مضبوط ہوگی۔ چونکہ وہ فاضل متبحر تھے اور بحث مکالمہ میں ماہر تھے، انہیں کوئی جواب نہ دیتا تھا۔

حضرت مرشدی و مولائی کی خدمت میں بھی یہی سوال کیا۔'' آپ نے فرمایا یہ رسّی والا مسئلہ نہیں یہ عاشق معشوق کی مثال ہے۔

فرمایا: جس طرح عاشق کیلئے ایک سے زیادہ محبوب بنانا خامیٔ عشق کی دلیل ہے ویسے ہی سالک کو ہر طرف دوڑنا باعث حرماں نصیبی اور ناکامی ہے''۔

حضرت کی گفتگو کا مولوی صاحب کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ اسی وقت بیعت کر لی اور ایسے حلقہ بگوش ہوئے کہ بیان مشکل ہے۔

فرمایا! مرید اپنے مرشد کے وصال کے بعد اپنا پیر صحبت خواہ جس خاندان کا ہو، بنا سکتا ہے۔ بشرطیکہ ورد وظیفہ اپنے پیر طریقت کا کیا کرے اور فیض بھی اسی کی طرف سے سمجھے۔

فرمایا! اگر کوئی ولی اللہ شہر میں آئے یا سفر کی حالت میں کسی ایسے مقام میں وارد ہو جس جگہ کوئی کامل بزرگ سکونت پذیر ہو تو اس کی زیارت سے ضرور مشرف ہونا چاہیے۔ خواہ جس سلسلہ کا ہو۔ اگر اس سے کوئی برکت حاصل ہو تو اسے اپنے پیر بیعت کی طرف سے جانے۔

فرمایا! حضور تونسوی ؒ فرمایا کرتے تھے۔ جس نے کشکول شریف پڑھی اور اسے اپنے پاس رکھا گویا اس کا پیر اس کے ساتھ ہے۔

سولہ روز نہایت ذوق اور فرحت سے گزرے۔ گویا ہر دن روز عید کا اور ہر رات شب برات تھی۔ خوشی اور غم کے دن دونوں گزر جاتے ہیں یہ بھی جلد ختم ہو گئے۔ کشکول شریف مکمل نہیں پڑھا تھا۔ وطن کو جانے کی اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا کہ چہار شنبہ (بدھ) کے دن میں نے اپنے خواصوں کو سفر کی اجازت کبھی نہیں دی۔ چنانچہ پنج شنبہ (جمعرات) کو آپ نے اجازت فرمائی۔ اور اس مرتبہ فرمایا کہ خیر کشکول شریف اس قدر تو پڑھ لیا گیا۔ پھر اس کے پڑھانے کی اجازت عطا کی اور فرمایا کہ اسے پڑھانا جو اسکا اہل ہونا اہل نہ ہو۔ پھر خاص نصائح فرمائے جنکا ذکر ملفوظات میں انشاء اللہ العزیز کیا جائیگا۔ صبح

سویرے میرا شریف سے ریل کے مقررہ وقت کی وجہ سے جانا پڑتا لہٰذا رات کے وقت بعد عشاء یا قبل عشاء آپ ملاقات کر لیتے۔

بعد نماز عشاء حاضر ہوا۔ آپ صحن بنگلہ میں چارپائی پر بیٹھے تھے۔ ماہ جیٹھ (مئی) تھا، آپ گرمی کی وجہ سے پیراہن اتارے ہوئے تھے۔ جب بندہ بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا کہ مولوی صاحب تیار ہو گئے ہو۔ میں نے عرض کی حضرت تیار ہو گیا ہوں۔ آپ پیراہن پہن کر کھڑے ہو گئے اور بڑے جوش سے دعا فرمائی پھر معانقہ فرمایا۔ میں قدم بوسی کیلئے قدموں پر گرا۔ آپ نے ایک شعر فارسی دو تین مرتبہ پڑھا۔ چونکہ آپ نے دانت نئے چڑھائے ہوئے تھے۔ بعض ملفوظات کے سمجھنے میں کسی قدر دقت پیش آتی۔ یہ شعر بھی نہ سمجھا گیا اور پاس بھی کوئی خواندہ آدمی نہیں بیٹھا تھا۔

واپس غریب خانہ کو آیا۔ حضرت پیر و مرشد کی محبت ایسی غالب ہوئی کہ راستہ چلتے وقت اپنے آگے دیکھتا۔ گاڑی پر سوار ہوتے وقت بھی جدھر دیکھتا حضرت کی صورت مبارک نظر آتی۔ گھر میں پھر ذکر فکر میں مشغول ہوا۔ مراقبہ میں اکثر آپکے معانقہ کا خیال وہی رنگ وہی ذوق وہی محویت پیدا کرتا۔ کبھی قدم بوسی کا نقشہ وہی بے خودی وہی دیوانگی لاتا۔

حضرت مرزا جان جاناں مظہر شہید ؒ فرماتے ہیں۔'' ہر کہ چشم و روئے خود برزمیں خاکساری عشق نسودہ باشد لذت شوق سجدہ کہ ساجد موافق حدیث شریف بر قدم خدائے نماید چہ داند''۔ ☆

بہ فراغ دل زمانے ، نظرے بہ ماہ روئے
بہ ازاں کہ چتر شاہی ہمہ عمر ہاؤ ہوئے

''ایک زمانہ فراغ دل کے ساتھ محبوب کا نظارا کرتے رہنا اور عمر بھر نعرہ مستانہ بلند کرتے رہنا تاج شاہی سے بہتر ہے۔''

جس آدمی کو اس ساغر محبت سے جرعہ پلایا گیا چلتے وقت بھی اسکی جبین نیاز سے سجدے چھم چھم برستے جاتے ہیں۔

ابلیس گر ایں بادہ بخوردے یکدم
کردے دو ہزار سجدہ پیش آدم

"اگر ابلیس یہ پیالہ ایک لمحہ کیلئے پی لیتا تو آدم کے سامنے دو ہزار سجدے کرتا۔"

چوتھی مرتبہ شاہ پور میں زیارت ہوئی۔ سیادت پناہ سلطان محمد شاہ صاحب ماہ رمضان میں سولہ روز آپ کی خدمت میں مقیم ہو کر اپنے بڑے فرزند کی شادی پر شاہ پور میں تشریف آوری کیلئے عرض کرتے رہے۔ آخر اس ضعف اور نقاہت کے باوجود اور خلاف معمول آپ شاہ پور میں تشریف لائے۔ مجھے پہلے اطلاع ہو گئی تھی۔ بندہ چند دوستوں کے ساتھ شاہ پور پہنچا۔ شاہ صاحب نے مجھے ملتے ہی کہا کہ مجھے معاف رکھنا۔ وقت رخصت میرا شریف سے آپ نے فرمایا تھا کہ ان کو اطلاع کر دینا۔ میں آپ کو مطلع نہیں کر سکا۔ رات بسر کی صبح سب دریائے جہلم کے پتن پر آپ کے استقبال کو گئے۔ خوشاب کے سامنے کشتیوں کا پل تھا۔ دریا کے اس طرف پل کے پاس سب استقبالی ٹھہر گئے۔

تھوڑی دیر کے بعد طلباء اور فقرا (درویشوں) کی آمد شروع ہوئی۔ شاہ صاحب اور دیگر پیر برادران کے ساتھ معانقہ مصافحہ ہوا۔ یہ انکے قدموں پر ہاتھ لگاتے اور وہ انکے قدموں پر۔ پھر حضرت صاحب کی پالکی نمودار ہوئی۔ سب کی آنکھیں، دل اور جان اس طرف متوجہ ہوگئیں۔ جب پالکی قریب آ گئی تو سب عشاق جان نثار ارد گرد جمع ہو کر دیدار سے مشرف ہوئے۔ آپ نے فرمایا شاہ صاحب سب آدمی صف بستہ کھڑے ہو جائیں میں خود ہر ایک سے ملوں گا۔ آپ اترے، شاہ صاحب کو ساتھ لئے ہر ایک کو حسب قدر ملاقات اور دل جوئی فرماتے۔ شاہ صاحب ہر ایک کے نام و مقام کا پتہ بتلاتے جاتے۔ میری باری آئی تو آپ نے میرے ساتھ حسب معمول معانقہ فرمایا۔

جب ملاقات سے فراغت ہوئی تو آپ پالکی پر بیٹھ کر شہر کی طرف چلے۔ خدام اور زائرین کا ہجوم تھا۔ بگھیوں اور گھوڑوں پر سوار اور پیادہ ہر طرف نظر آتے تھے۔ حضرت امیر خسروؒ کا شعر جو کہ آپ نے اپنے پیر و مرشد حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے حال میں فرمایا اس وقت اُس کا پورا ظہور تھا۔

سلطانِ خوباں می رود ہر سو ہجومِ عاشقاں
چابک سواراں یکطرف مسکین گدایاں یکطرف

"حسینوں کے بادشاہ جا رہے ہیں ہر طرف عاشقوں کا ہجوم ہے۔ ایک طرف یکہ

سواروں کا دستہ ہے تو دوسری طرف مسکین فقیروں کا مجمع ہے۔"

آپ شہر کے شمالی غربی طرف شاہ صاحب کی خاص نشست گاہ پر اترے۔ ایک طرف اہل فقر اور علماء اور ایک طرف امراو شرفا بیٹھے۔ کچھ دیر آپ رونق افروز رہے پھر چار پائی پر لیٹ رہے۔ نماز شالی مسجد میں جو کہ قریب نشست گاہ ہے، پڑھتے رہے۔ شاہ صاحب کے بڑے بیٹے اور بیٹی کی شادی تھی۔ پہلے ان کے ہاں بارات آئی۔ رات کو قرب و جوار سے بے شمار خلقت کھانا کھانے کیلئے آئی جیسا کہ ضلع شاہ پور کے روسا میں رواج ہے۔ ان بن بلائے مہمانوں کو پیلو (مفت خورے) کہتے ہیں۔ کھانا کھلانے میں حضرت صاحب کے خاص لانگری حافظ بدر دین صاحب وغیرہ شامل تھے۔

بعد نماز عشاء بندہ حاضر خدمت تھا۔ تقسیم کنندگان کو اس قدر فراغت نہ ہو سکی کہ وقت پر کھانا بھیجیں۔ کسی نے عرض کی حضرت ہجوم حد سے زیادہ ہے کہ انکو اب تک فرصت ہی نہیں ملی کہ وقت پر آپ کے خادموں کو کھانا کھلائیں۔ آپ نے تبسم کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے سنگی عربی گھوڑوں کی طرح بھوک پیاس کے متحمل اور عادی ہیں۔ صبح کے وقت نکاح کی تقریب ہوئی۔ شاہ صاحب نے عرض کی کہ نکاح آپ نے ہی پڑھانا ہے۔ آپ نے شاہ صاحب سے پوچھا کہ مہر کس قدر ہو۔ انہوں نے عرض کی حضور کی جس قدر مرضی مبارک۔ کسی قریبی خویش نے کہا کہ ہزار روپیہ ہو جائے۔ آپ نے فرمایا مسنون اس قدر نہیں۔ غالباً آپ نے پچاس یا سو روپیہ متابعت حضرت رسول الثقلین ﷺ مقرر کر کے ایجاب قبول کرایا۔ دوسرے روز اسی طور شاہ صاحب کے لڑکے کا نکاح ہوا۔

شاہ صاحب نے اپنے بیٹے کی شادی پر کوئی ڈھول وغیرہ کا سامان نہ کرایا۔ صرف وقت نکاح اس مجلس سے بہت دور کہ کچھ قدر آواز پہنچتی تھی۔ مسلی ربانے جو کہ عرب کی دف سے کچھ بڑے ہوتے ہیں، کچھ دیر بجاتے رہے۔ تیسرے روز چھاؤنی شاہ پور میں تحصیل دار نے دعوت پکائی۔ جج وغیرہ زیارت کیلئے آئے۔ ایک تھانیدار نے بیعت کی۔ رات کو پھر سب خادم بگھیوں پر سوار ہو کر شاہ پور آ گئے۔ چوتھے روز آپ نے واپسی کا ارادہ فرمایا۔ میں بھی رخصت ہو کر گھر آ گیا۔ یہ مہینہ شوال کا تھا اور موسم کاتک کی ابتدا۔

جب آپ صدر شاہ پور میں تشریف لے گئے تو بندہ قدرے دیر سے پہنچا۔

حاضری سے پہلے مجھے خبر ہوئی کہ آپ نے ایک دو مرتبہ یاد فرمایا ہے۔ حاضر ہوا تو مجلس خاص تھی۔ آپ نے کمال خوشی اور انبساط سے فرمایا کہ ہمارے ساتھ تیرہ عالم ہیں۔ فرمایا حکام اپنے ماتحت عاملوں (افسروں) کی حاضری لیتے ہیں۔ ہم عالموں کی حاضری لیں گے۔ آپ ایک ایک کا نام لے کر پوچھتے۔ وہ جواب دیتے کہ حاضر اور آپ خوشی سے تبسم فرماتے۔ مجھے بھی کمال عنایت سے پوچھا مولوی فخر الدین حاضر؟ میں نے عرض کی حاضر۔ آپ کی نظر شفقت اور مہربانی کئی مرتبہ اس قدر ہوئی کہ یہ وقت بھی بھول جانے کا نہیں ہے۔ سبحان اللہ وہ بھی عجیب وقت تھا ؎

جلوۂ جاناں سے روشن دل کا خلوت خانہ تھا
شمع تھا حسن پری رو یہ جنوں پروانہ تھا
واہ رے وہ چشمِ مخمور و نگاہِ مست یار
تھا عجب ساقی، عجب مے تھی، عجب مے خانہ تھا

گھر میں آ کر پھر وہی حالت وہی یاد وہی ذکر............

ما ہرچہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم
الا حدیث دوست کہ تکرار مے کنیم

''ہم نے جو کچھ پڑھا تھا بھلا دیا سوائے محبوب کی بات کے کہ اسے بار بار دہرا رہے ہیں۔''

اگر چہ آخری مرتبہ میرا شریف رخصت سے پہلے آپ نے اشارتاً فرما دیا کہ اب تعلیم اس قدر ہو چکی۔ نیز اپنی قبر اور منع روضہ کی بابت مجمع عام میں وصیت فرمائی۔ باقی نصائح واجب العمل فرما دیئے جن کا ذکر ملفوظات میں کیا جائے گا۔ پھر بھی امید تھی اس باغبان معرفت کو چمنستان عرفان میں جلوہ افروز دیکھیں گے اور اس ارادۂ حاضری کو ماہ صفر عرس حضرت اعلیٰ تونسویؒ پر مصمم رکھا۔ دل شوریدہ ایام فرقت گن گن کر پورے کرتا تھا۔

ماہ محرم سے پہلے خواب میں کئی مرتبہ میرا شریف تمام مجمع کا اجتماع دیکھا۔ حضرت صاحب کی زیارت ہوئی ایک رات آپ نے جیسا کہ پہلے بھی کئی مرتبہ زیارت اور کلام ہوتی تھی، خواب میں ملے اور مجھے نہایت اور کمال توجہ سے فرما رہے ہیں۔ آخر بڑے جوش سے

فرمایا ''ذوق شوق دا پتہ ہن لگسی'' (یعنی ذوق شوق کا پتہ اب چلے گا)۔ ان خوابوں اور وقت حاضری وداع کی باتوں نے دل کو تو کچھ بے قرار کیا ہوا تھا۔ اس پر کچھ عام خبر معلوم ہوئی کہ آپ علیل ہیں۔ اس اضطراری و بے قراری میں ایک عریضہ معرفت مولوی نور احمد صاحب چاولی والا ارسال خدمت کیا۔ جس کا خلاصہ یہ تھا کہ بندہ طلب مولیٰ کے واسطے کئی جگہ پھرا آخر حضور والا شان کے پاس جمعیت ہوئی، آپ کی دعا اور توجہ سے راہِ وصول آسان ہونے لگا تھا۔ رشتہ محبت سے مربوط اور داغ غلامیت کا نشان پا چکا اور آپ کے آستانہ عالیہ کے بغیر کوئی ماً وئی ملجا نہیں۔ اب حضور سے کلمات وداعی سنے جاتے ہیں۔ علالت مزاج کی بھی خبر مسموع (سنی گئی) ہوئی۔۔۔الخ

مولوی نور احمد صاحب نے جواب لکھا کہ آپ کا کلی حال حضور انور کے آگے ظاہر کیا۔ حضور والا شان نے فرمایا کہ ہمارا ان کی طرف بہت خیال ہے اور مجھے یاد ہیں۔ آپ پانچ چھ روز سے سخت بیمار ہیں، جس وقت خط ملے آ جائیں۔ بعض خادموں نے عرض کی تھی کہ کچھ خاص غلاموں کو آپ کی علالت کے بارے میں اطلاع دی جائے۔ آپ نے منع فرمایا کہ یہ خبر مشہور ہو جائے گی اور مجھے لوگ آ کر دق کریں گے۔ جس طرف بعض خادموں نے خط لکھے بھی تھے وہ بھی آپ کے انتقال کے بعد پہنچے۔ چنانچہ یہ خط بھی بعد وصال ملا۔ آپ پانچ ماہ محرم ۱۳۳۰ھ اس عالم فانی سے عالم جاودانی کو سفر فرما گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

یہ امید تھی ہمیں دم بدم کہ بہار دیکھیں گے چل کے ہم
جو چھٹے اسیر قفس سے ہم، تو دن خزاں کے آ گئے
دریغا مونس تنہائی ما، دریغا سرمۂ بینائی ما
دریغا دولتے رفت از سرِ ما، ہمائے پر پرواز کشور ما

''ہائے افسوس ہماری تنہائی کے مونس۔ ہائے حسرت ہماری بینائی کے سرمہ۔ ہائے افسوس دولت ہم سے چھن گئی اور ہمارے وطن سے ہما اڑ گیا۔''

وائے بر زندگیم وائے بحالم ہیہات
کہ حبیبم رود و من بکشم بارِ حیات

"میری زندگی اور میرے حال پر افسوس ہے کہ میرا محبوب جارہا ہے اور میں زندگی کا بوجھ اٹھائے پھرتا ہوں۔"

حیف درچشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

"افسوس کہ پلک جھپکتے یار کی ہمنشینی ختم ہوگئی۔ روئے گل ہم نے ابھی جی بھر کر نہیں دیکھا تھا کہ بہار ختم ہوگئی۔"

بے قراری اور اشکباری میں میرا شریف پہنچا۔ ہر ایک فرد پر حالت بیکسی و مایوسی طاری تھی ۔

چو رفت از دست خم و جام ساقی
بہ ما جز غم نماندہ ہیچ باقی

"جب ہاتھ سے ساقی کی صراحی اور جام چھن گئے تو ہمارے پاس غم کے سوا بچا ہی کچھ نہیں۔"

جس چہرہ مبارک کو دیکھنے سے ہمارے عقدے حل ہوجاتے تھے اور سبق باطنی طے ہوا کرتے ہم سے وہ چھپ گئے ۔

باغباناں! ز خزاں بے خبرت مے دیدم
آہ امروز کہ بادت گل رعنا بردہ است

"اے باغباں میں نے تجھے خزاں کی آمد سے بے خبر دیکھا ہے۔ افسوس کہ آج ہوا حسیں پھول کو اڑا لے گئی۔"

اب ربط باطنی اور خواص سے آپ کے حالات سننے اور ان کے ساتھ دل بہلانے کو ہی غنیمت سمجھا ۔

چونکہ گل رفت و گلستان شد خراب
بوئے گل را از کہ یابم ، از گلاب

"موسم گل ختم اور باغ اجڑ گیا اب پھول کی خوشبو کہاں سے حاصل کروں؟ گلاب سے۔"

اس خاکسار کو جب کبھی بیعت کا ارادہ ہوتا تو دل میں یہ خیال آتا کہ اے باری تعالیٰ کسی کامل کا توسل نصیب فرما اور اسی ایک مقرب کی طفیل اور برکت سے راہِ وصول آسان فرما۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ والشکر للہ کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے ایسا کامل التوجہ مہربان شیخ وقت مستجاب الدعوات نصیب فرمایا کہ مدارج قرب میں ترقی رہی اور کیفیت جذب میں کبھی کمی نہ آئی۔ آخری مرتبہ وقت حاضری بعد عصر کیفیت مشاہدہ جسکو اصطلاحِ تصوف میں تجلّی ذاتی بھی کہتے ہیں۔ تجلّی افعالی وصفاتی ہے، بعد ہونا شروع ہوا۔

ذکر قلبی میں زیادہ کشش اور استغراق سے پاس انفاس ترک ہوگیا، ذکر جہر سے ذکر خفی کو بہت ترقی ہوئی، نسبت رابطہ قائم رہی۔ اکثر اوقات ایسا معلوم ہوتا کہ آپ کے مکان میں بیٹھا ہوں۔ ان شواغل میں پوری استقامت اور جمعیت رہی۔ البتہ جانتا تھا کہ مبتدی ہوں۔ کسی شیخ وقت کو بشرط جمعیت ومحبت پیر صحبت بنا کر استفاضہ کروں۔ نیز حضرت پیر ومرشدؒ کی توجہ نے تھوڑے عرصہ میں بہت کام بنا دیا تھا۔ اسی طرح کوئی صاحب برکت میری منزل آسان کردے۔ حضرت پیر ومرشد کی زبانی سنا ہوا تھا کہ سالک بعد وصال اپنے مرشد کے جس خاندان سے چاہے اپنا پیر بنا سکتا ہے۔ بشرطیکہ بیعت اور وظیفہ پہلا رہے اور فیض بھی اسی کی طرف سے سمجھے۔ پھر کئی بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوا اور استخارہ مسنونہ کئے مگر کسی جانب مشیت ایزدی نے نہ جانے دیا۔ بعض مرتبہ کسی بزرگ کی خدمت میں جانے کے لئے استخارہ کیا جاتا تو محبت رابطہ (شیخ) ایسی غالب ہوتی کہ کسی دوسری طرف دل کی توجہ نہ رہتی۔

مرا شرمندہ دارد مہربانی ہائے صیادے
کہ از دامش اگر صد بار بگریزم ، دگر گیرد

"صیاد کی مہربانیاں مجھے شرمندہ کردیتی ہیں کہ اس کے ایک دام سے اگر سو بار بچنے کی کوشش کرتا ہوں تو وہ دوبارہ دام میں گرفتار کرلیتا ہے۔"

جو کچھ مجھے فیض حاصل ہوا وہ اپنے حضرت پیر ومرشد سے ہوا۔ باقی ہر خاندان کے بزرگوں کے ساتھ محبت اور اعتقاد کامل رکھتا ہوں۔ ان کے حالات اور مہربانی کا کچھ ذکر کروں گا۔ اب اپنے رہبر وپیشوا کا حال لکھتا ہوں۔

قد درمیانہ، جسم مبارک پتلا، رنگ نہایت سرخی مائل سفید، چہرہ و ریش مبارک گول مائل بدرازی، پیشانی کشادہ اور اس میں نشان سجدہ فراخ، آنکھیں نشۂ وحدت سے مخمور، سینہ مبارک فراخ، شکم باریک، وجود نہایت نازک، اس ضعف اور پیری میں بھی چہرہ مبارک پر اس طرح بشاشت اور نزہت تھی کہ گل شگفتہ کی طرح آثار تبسم معلوم ہوتے۔ ہر ایک کو نہایت خندہ پیشانی سے ملتے۔

سر پر سفید موٹے کپڑے کی چارترکی ٹوپی، پیراہن، فراخ آستین، چاک سینہ کے بائیں طرف، نعلین موٹی سادہ، چادر موٹی سبز، ازار نیلا سیاہ، سردیوں میں روئی دار ٹوپی اور روئی دار کوٹ پہنتے۔ مخدوم اور خادمان کے لباس میں کچھ فرق نہ تھا۔

اکثر خادموں کے ساتھ ساتھ چلتے تھے۔ بعض دفعہ چلتے وقت ہاتھ بھی پکڑ لیتے۔

خلیفہ اعظم حضرت جلال الدین صاحب چند روز بوجہ علالت شامل دربار نہ ہو سکے۔ صحت کے بعد حسب دستور کہ "از مہر پرتو بود ماہ را" (یعنی چاند کی روشنی سورج کا ہی عکس ہوتی ہے) حاضر خدمت ہوئے۔ نماز کو جاتے وقت آپ ان کو اپنے ساتھ لئے جاتے تھے۔ کچھ دیر اپنا بازو ان کی گردن پر رکھ کر محبت سے فرماتے جاتے کہ آپ جب نہ آتے تھے تو مجھے سخت افسوس ہوتا تھا۔ اور یہ (حضرت جلال الدین) بھی آہستہ عرض کرتے جاتے کہ حضرت مجھے بھی اپنی محرومی پر افسوس آتا تھا۔ شکر ہے کہ اب دربار میں حاضر ہونے کی طاقت ہوگئی۔

کھانا کھانے میں بھی خادموں اور مہمانوں کے ساتھ نہایت بے تکلفی سے تناول فرماتے تھے۔ جس مہمان کو ساتھ کھلانا ہوتا خود یا کسی خادم کی زبانی مطلع فرمادیتے۔ کئی دفعہ مجھے بھی آپ نے اپنے ساتھ کھانا کھانے کو فرمایا۔ ایک دفعہ آپ نے مکان پر دال پکوائی۔ باوجود بہت خادم موجود ہونے کے آپ اپنے ہاتھ سے چھری لے کر پیاز کاٹ رہے تھے۔ آنکھوں سے پانی آجاتا تھا، وہ کپڑے سے صاف کر لیتے۔ جب کھانا تناول فرمانے لگے تو دال میں گھی وافر تھا۔ فرمایا کہ ظاہر دال ہے باطن گھی۔ اس اشارہ کے طور پر کہ مقبولانِ خدا ظاہر عاموں کی طرح ہوتے ہیں اور باطن ان کا عشق مولا سے پُر ہوتا ہے۔

ایک دفعہ کھانا کھاتے وقت ہر لقمہ کے ساتھ بسم اللہ شریف بہ آواز بلند فرماتے رہے۔ مجھے اس وقت سمجھ نہیں آئی کہ خلافِ معمول بہ آواز بلند کیوں پڑھ رہے ہیں۔ آخر

کئی روز کے بعد یہ عقدہ حل ہوا کہ اس دن ایک دو نئے آدمی شامل تھے، جنہوں نے بسم اللہ شریف نہیں پڑھی تھی۔ آپ ان کی یاد دہانی کے واسطے بہ آواز بلند پڑھتے رہے۔ میاں صاحب قدیمی امام مسجد اور ان کے چھوٹے بیٹے یوسف کو جو کہ اس وقت چار پانچ سال عمر کا ہوگا۔ ساتھ کھانا کھلاتے۔ بعض اوقات بچے کی طرف مخاطب ہو کر فرماتے کہ تم بسم اللہ شریف ہم کو یاد دلاتے رہا کرو۔ اس سے بھی یہ مقصود ہوتا کہ لقمہ اٹھاتے وقت جو آدمی بھول جائیں ان کو یاد آجائے۔

ایک دفعہ خادم خاص حاجی صاحب زردہ پکا کر لائے۔ سب اسی ایک طشت میں آپ کے ساتھ کھانے میں مشغول ہوگئے۔ مگر حافظ صالح محمد صاحب ذرا فاصلے پر بیٹھے تھے وہ پہلے کھانے میں ہی مصروف رہے۔ آپ نے ان کی طرف چشم مبارک کھول کر جیسا کہ غضب سے دیکھا جاتا ہے، دیکھا۔ وہ اشارہ سمجھ گئے اور اٹھ کر آپ کے ساتھ شامل ہوگئے۔ آپ نے فرمایا میں نے تو ان کی طرف غضب سے دیکھا تھا اور یہ قریب آکر ہمارے ساتھ کھانے میں مشغول ہوگئے۔ انہوں نے عرض کی کہ حضور یہ نظر تو شفقت کی تھی غضب کی نہ تھی۔ آپ نے تبسم کرتے ہوئے فرمایا۔ اچھا یہ نظر غضب کی نہیں تھی؟ کھانا لذیذ تھا جھٹ پٹ طشت صفا ہوگیا۔ آپ نے تھوڑے لقمے ہی کھائے تھے۔ فرمایا میاں حاجی کچھ اور بھی ہے۔ وہ جلدی سے کچھ اور لائے۔ میں تو باقی کھانے میں مصروف ہوگیا اس خیال سے کہ آپ نے پہلے بھی زردہ میں سے چند لقمے کھائے تھے۔ مگر آپ نے ہاتھ پکڑ کر اس میں مجھے بھی شامل کرلیا۔ وہ بھی اسی طرح جلد ختم ہوگیا۔

آپ کو لسی یعنی چھاچھ زیادہ مرغوب تھی اور گرمیوں میں تو بجائے مبردات و مُفرحات آپ کی یہی دوا تھی۔ اگرچہ لنگر میں کسی چیز کی کمی نہیں تھی اور آپ اس بے تکلفی اور مواسات سے نہایت خوش ہوتے۔ تاہم بعض دفعہ لسی کی حفاظت کی تاکید فرماتے۔ جب آپ شاہ پور میں تشریف لائے اور شاہ صاحب کے مکان پر پالکی سے اتر کر چارپائی پر لیٹے تو شاہ صاحب ایک درمیانہ مٹی کا برتن جیسا کہ آپ کو پسند ہوتا تھا اس میں لسی لائے۔ آپ نے کچھ قدر اس وقت پی لی اور شاہ صاحب کو فرمایا کہ یہ برتن میری چارپائی کے قریب رکھ دو۔ صحن میں چارپائی کے ایک طرف امرا اور دوسری طرف فقراء اور ان کے بعد عوام بکثرت

بیٹھے تھے۔ آپ نے اپنے اصحاب کو مخاطب ہوکر فرمایا کہ بھائیو موسم گرما کا ہے اور میرا لسی پر گزارہ ہے، میری لسی کوئی نہ پیوے۔ یہ اس سادگی سے فرمایا کہ سب ہنس پڑے۔

آپ کی عادات مبارکہ اور ملفوظات نہایت پر معنیٰ تھے۔ ہر ایک اس کی تہہ تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ جو لوگ حضرت رسول کریم ﷺ کے حالات سے واقف تھے کہ جس طرح آپ نے اپنے صحابہ کے ساتھ عمر بسر فرمائی، وہ لوگ سمجھ سکتے ہیں یا وہ عاشق صادق جو آپ کی خدمت میں کچھ مدت ٹھہرا ہو۔

حدیثِ عشقِ احمد را کجا دانند بوجہلاں
ز یارِ غار وے پرس کہ صد شرح و بیاں دارد

"حضرت رسول کریم ﷺ کی محبت کی باتیں ابوجہلوں کو کیا معلوم۔ آپ ﷺ کے یارِ غار سے پوچھیں کہ جن کے پاس ان کی سو شرحیں اور بیان ہیں۔"

ایک دفعہ ظہر کے بعد جب بندہ سبق پڑھ چکا تو کسی آدمی نے آپ کے آگے کچھ روپے رکھے۔ آپ نے اِدھر اُدھر دیکھ کر روپے اٹھا کر جیب میں رکھ لئے۔ ایک شخص مجلس میں بیٹھا تھا اس کو اشارہ سے بلایا۔ اس کا کرتہ بالکل پھٹا پرانا تھا۔ اسے مٹھی میں رقم دے کر فرمایا کہ کرتہ بنا لینا۔ پھر ایک اور شخص آیا۔ اس کو بھی آہستگی سے دیکر فرمایا غلہ خرید لینا۔ غرض سب دے دیے۔ جب نماز عصر کے لئے وضو کرنے کی تیاری فرمانے لگے تو حاضرین اٹھے۔ جب باہر آئے تو شاہ صاحب شاہ پور والوں نے ہنس کر مجھے پوچھا کہ دیکھا جب حضرت صاحب نے روپے اٹھائے تو اِدھر اُدھر دیکھا تھا۔ کچھ اس کی سمجھ آئی یا نہ؟ میں نے کہا مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آئی۔ انہوں نے کہا کہ آپ نے دیکھا تھا کہ لانگری صاحبان میں سے کوئی بیٹھا ہے یا نہیں۔ اگر کوئی بیٹھا ہوتا تو آپ سب ان کے حوالہ کر دیتے۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ لنگر میں ضرورت ہوتی ہے اور آپ باہر تقسیم کر دیتے ہیں۔

تلہ شہر میرا شریف سے تین میل کی مسافت پر ہے یہاں حضرت کی کچھ زمین اور باغ ہے۔ فصل اٹھانے کے موقع پر حضرت خود تشریف لے جاتے اور شرعی عشر علیحدہ کر کے حاجتمندوں میں تقسیم فرما دیتے۔

سخاوت اس درجہ تھی کہ میرا شریف لب سڑک تحصیل پنڈی گھیب واقع ہے۔ ہر

ایک آنے جانے والا بلا تعارف لنگر سے روٹی کھاتا۔ طلباء و فقراء جس قدر شامل ہوتے، لنگر سے روٹی، کپڑا، پاپوش اور مکان کا انتظام ہوتا۔ ارد گرد جو عالم تعلیم و تدریس میں مشغول ہوتے، ان کو اکثر شیر دار گائے یا بھینس پہنچاتے۔ بہت علماء ہر ذوق اور سلسلہ کے آتے۔ انکے پارچات (کپڑے) اور پاپوش کا خاص خیال ہوتا۔ جس کے پاپوش یا کوئی کپڑا پرانا ہوتا، نیا تیار کروا دیتے۔ موسم سرما میں ضلع ہزارہ و پشاور سے رنگا رنگ لوئیاں، کمبل اور ساڑھیاں آتی تھیں۔ ہر ایک کو جس قدر مناسب دیکھتے عطا فرماتے۔

ایک دفعہ ایک بوڑھے مولوی صاحب جو حضرت اعلیٰ سیال شریف کے مرید تھے، ان کے پاپوش پُرانے دیکھ کر فرمایا۔ مولوی صاحب میں آپ کے منہ (سامنے) شرمندہ ہوں، اللہ تعالیٰ نے ہر چیز مجھے وافر دی ہے اور میں نے آج تک آپ کو کبھی پاپوش نہیں دی۔ اب جو گزرا سو گزرا آئندہ ازراہِ عنایت ہر سال ایک پاپوش مجھ سے لے لیا کریں۔

ہمیشہ دو موچی اور دو بافندے (کپڑا بننے والے) لنگر کے متعلق رہا کرتے۔ ایک دفعہ چھوٹے عرس پر باہر سے کفش دوز (جوتا ساز) غلام بھی حاضر ہوئے۔ تو آپ نے سب علماء فقراء کیلئے جو کہ لنگر کے متعلق تھے، پاپوش کا ناپ کروا کر چمڑا کٹوایا۔ ایک سو باون کی تعداد ہوئی۔ پھر آہستہ آہستہ یہ دونوں موچی جوتے تیار کرتے رہتے تھے۔

ایک دفعہ بندہ حاضر خدمت تھا۔ سفید باف (کپڑا بننے والا) ایک تھان کھدر کا جو اس نے تیار کیا تھا، خدمت اقدس میں لایا۔ اسکی نورانی شکل دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ بھی خلیفہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس تھان کی پیمائش کرو۔ اس نے اس طور آپ کی خدمت میں باادب کھڑے ہو کر ناپنا شروع کیا اور ناپتے ہوئے ہر ایک گز پر یوں کہتا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ایک بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ دو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ تین بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ چار وَاللّٰهُ اَعْلَمُ چالیس یا کچھ کم اسی طور گنتا چلا گیا۔

قناعت اس درجہ کی تھی کہ جو کچھ اللہ جل شانہ نے بھیج دیا اسی پر قانع۔ آپ اور متعلقین کبھی اپنی ضروریات کے متعلق کسی کے آگے حال ظاہر نہ کرتے۔ طمع، سوال اور صورتِ سوال کو آپ سخت ناپسند فرماتے۔ دنیا داروں کے دروازہ پر دنیائے دوں کی غرض

سے جانے کو تو آپ گناہ کبیرہ خیال فرماتے۔

ایک دفعہ کسی خادم نے پاکپتن شریف جانے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے اجازت نہ فرمائی۔ الحاح واصرار کے بعد اس نے کہا کہ حضرت آپ بھی فرماتے ہیں کہ ہم کچھ عرصہ سیروسیاحت میں رہے ہیں۔ اور اجمیر شریف، پاکپتن شریف وغیرہ مقامات متبرکہ کی زیارت کی ہے لیکن آپ ہم کو منع فرماتے ہیں۔ آپ جوش میں آگئے فرمایا کہ تم میری طرح سفر کرسکو گے۔ میں تو کئی روز بھوکا رہتا تھا اور کسی سے سوال نہیں کرتا تھا۔ کپڑا پھٹ جاتا تو پرانے ٹکڑے جو لوگ پھینک دیتے ہیں وہ صاف دھو کر پیوند لگا لیتا تھا۔ تم ابھی جاؤ گے اور سوال کرنے لگو گے پھر اس سفر زیارت کا کیا فائدہ؟

بعض سالکوں کو جو کہ مردانہ وار اس شاہراہ پر گامزن تھے۔ بطور آزمائش فرماتے کہ اجمیر شریف جاؤ مگر اس شرط پر کہ ہمراہی اللہ معکم اینما کنتم کے بغیر اور کوئی نہ ہو۔ سوال نہ کرنا، ریل پر سوار نہ ہونا۔ بعض پورے اترتے اور بعض لغزش کھا جاتے۔ جو یہ شرط پوری نہ کرسکتے آتے ہی فرماتے کہ بجائے نفع خسارہ حاصل کیا۔

شاہ صاحب شاہ پور والا نے بیان کیا کہ میرے پاس روپیہ جمع ہوگیا۔ میں نے سمجھا کہ مجھ پر حج فرض ہوگیا۔ عالموں دوستوں سے پوچھنے لگا کہ مجھ پر حج فرض ہوگیا کس طرح کروں۔ کوئی کہتا کہ حج کرو کوئی کہتا روپیہ خرچ کردو۔ کوئی کہتا کہ اپنے بال بچہ کے ملک کردو، فرضیت اٹھ جائے گی۔ میں نے کہا کہ ان باتوں سے مجھے کچھ تسلی نہیں ہوتی۔ میرا شریف حضرت صاحب کی خدمت میں جاتا ہوں۔ چنانچہ عرض کی تو آپ نے فرمایا کہ ضرور حج کو جاؤ۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ حج سے منع کرتا ہے۔ میں اکثر حاجیوں سے حال دریافت کرتا ہوں تو پورے خلوص اور محبت اور ترک نماز باجماعت وغیرہ حالات کے ساتھ جاتے ہیں۔ میں ایسے آدمیوں کو منع کرتا ہوں کہ حج کی شرائط نگاہ نہیں رکھتے۔ حضرت کے حسب فرمان شاہ صاحب تیاری کرکے میرا شریف سے حج کو روانہ ہوئے۔ واپس آتے وقت بیس پچیس اسہال ان کو روزانہ ہوتے۔ بدن سخت کمزور تھا پھر بھی بمبئی سے سیدھے میرا شریف آئے۔ کچھ روز آپ کی خدمت میں ٹھہرے پھر گھر آگئے۔

ہمیشہ آپ کا قاعدہ تھا کہ نماز کی تیاری سے پہلے جو رقم پاس ہوتی وہ دے کر

تیاری فرماتے۔ ایام عرس میں جب کہ بہت مبلغات آتے، قرضہ ادا کرنے کے بعد سب مستحقین کو دے کر نماز پڑھتے تھے۔ ایک دفعہ بندہ سبق پڑھ رہا تھا۔ سامعین بھی ساتھ تھے۔ کسی نے روپیہ رکھا۔ سبق ہوچکا اور آپ نماز عصر کے لئے وضو کے لئے اٹھے تو آپ نے پریشانی سے ادھر ادھر دیکھا کہ کوئی اس کے لینے کا مستحق ہے۔ جب ایسا کوئی نظر نہ آیا تو آپ نے حافظ صالح محمد صاحب کو فرمایا کہ یہ اٹھا لو۔ جب انہوں نے اٹھایا تو آپ کی سب پریشانی رفع ہوگئی۔

باہر سے آنے والے اور آپکی خدمت میں مقیم جو کہ کتب سلوک پڑھتے تھے، ان کو عجب گرم وخوبصورت کپڑے عطا فرماتے۔ ان سب سے خاص نظر عنایت اور خاص نصائح اور خاص توجہ میری طرف ہوتی تھی۔ اکثر باہر سے آنے والے تعجب سے پوچھتے کہ یہ کون شخص ہے جس پر حضرت صاحب اس درجہ مہربانی فرماتے ہیں۔ مگر مجھے آخر تک کوئی ایسا تحفہ نہیں دیا۔ یہ تھی للّٰہیت اس کا نام ہے سخاوت۔ جن کی مالی حالت اچھی ہوتی کبھی اس کی اس طور خدمت نہیں کی۔

آپ کو فقرا اور علماء سے نہایت محبت تھی۔ ان میں سے جو شخص آپ کے پاس آتا آپ تعظیماً کھڑے ہوکر معانقہ فرماتے۔ اگر چارپائی پر تھکن کی وجہ سے لیٹا ہوتا تو بار بار عذر فرماتے کہ مجھے سخت ضعف ہے، میں بیٹھ نہیں سکتا معاف رکھنا۔ علماء کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے۔ جب رخصت ہوتے تو رقم پیش کرتے۔ اگر سفر تونسہ شریف وغیرہ میں قریب راہ کوئی بزرگ خواہ جس سلسلہ کا ہوتا، سنتے تو ملاقات فرماتے۔

ایک دفعہ ایک قصبہ میں جہاں سب آپ کے مرید ہیں۔ ایک اور سلسلہ کے بزرگ آئے۔ کچھ دن مقیم رہے۔ کسی نے بطور شکوہ کہا کہ حضرت جہاں سب آپ کے غلام تھے، وہ بزرگ وہاں آکے ٹھہرے ہیں۔ آپ نے نہایت غضب سے فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ کے نام لینے والے کم ہوتے جاتے ہیں۔ کیا تم چاہتے ہو کہ جو ہیں وہ بھی نہ رہیں۔

خواص سے سنا گیا کہ حضرت خیر محمد صاحب برادر خورد حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی اس علاقہ میں تشریف لائے۔ آپ ہمراہ رہے۔ جب خوشاب میں آئے تو انہوں نے آپ کو واپس کردیا۔ ارر خود سیال شریف روانہ ہوگئے۔ جب حضرت خواجہ شمس الدین

سیالویؒ نے سنا کہ خوشاب سے حضرت میروی کو واپس کر دیا گیا ہے تو افسوس سے فرمایا کہ ان کو واپس نہیں کرنا تھا۔ وہ اس جگہ آجاتے (تو اچھا تھا)۔ جب اور آدمی اس علاقہ کے واپس گئے تو انہوں نے حضرت شمس العارفینؒ کا فرمان حضرت میرویؒ کی خدمت میں عرض کر سنایا۔ آپ اسی وقت تیار ہو گئے اور تین ہوشیار دوستوں کو منتخب کر کے فرمایا کہ گھوڑی تیار کر کے چپکے سے باہر نکل چلو۔ کسی کو خبر نہ ہو ورنہ سب میرے ساتھ ہو جائیں گے۔ میں پیچھے آتا ہوں۔ اس طور آپ گھوڑے پر ہی سیال شریف تشریف لے گئے (اس واقعہ کی اہمیت اور آپ کے اخلاق عالیہ کا اندازہ وہی لوگ لگا سکتے ہیں۔ جو میرا شریف ضلع اٹک اور سیال شریف کے درمیان طویل مسافت اور راستہ میں دشوار گزار پہاڑی سلسلہ سے آگاہ ہیں۔ (معینی)۔ واپسی کے وقت کوہستان میں آکر سنا کہ حضرت حاجی عثمان صاحب موسیٰ زئی شریف والے وادی سون میں تشریف لائے ہوئے ہیں۔ چنانچہ ان سے ملاقات کر کے میرا شریف واپس آئے۔

ایک بار آپ لاہور تشریف لے گئے۔ جو لوگ اللہ جل شانہ' کا نام لینے والے آپ نے سنے ان کے مکان پر جا کر ملاقات کی۔ مولوی محمد ذاکر صاحب بگوی مرحوم ثم لاہوری خلیفہ حضرت خواجہ سیال شریف والا نے وقت ملاقات مجھے بتلایا کہ حضرت خواجہ میرویؒ لاہور تشریف لائے۔ خلقت مستفیض ہوئی۔ مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی استاد الکل پروفیسر عربی پنجاب یونیورسٹی نے کہا کہ میں زیارت کے لئے حاضر ہوں گا۔ میں نے حضرت میرویؒ کی خدمت میں عرض کی کہ میرے استاد آپ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ جس وقت آپ فرمائیں اطلاع دی جائے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ بڑے عالم ہیں۔ اس طرح بے ادبی ہے، چلو ہم خود جا کر مل آئیں۔

آپ تشریف لے چلے تو میں نے ایک آدمی کو پہلے اطلاعاً روانہ کر دیا۔ آپ وہاں جب بیٹھے اور گفتگو شروع ہوئی تو مولوی عبداللہ صاحب کو پنجابی سمجھنے میں دقت پیش آئی اور حضرتؒ کو زبان اردو سے چنداں مناسبت نہ تھی۔ آپ نے فرمایا کہ زبان فارسی میں کلام کی جائے چنانچہ آپ دیر تک فارسی زبان میں بے ساختہ کلام فرماتے رہے۔

اخویم حضرت محمد عمر صاحب مولوی فاضل کی جماعت میں مولانا عبداللہ ٹونکی

صاحب کے پاس پڑھتے تھے۔ اور بندہ مفتی سلیم اللہ صاحب کی خدمت میں طبی تجربہ حاصل کرتا تھا۔ اخویم صاحب ذکر کرتے ہیں کہ مولوی عبداللہ صاحب کئی بار سبق پڑھاتے ہوئے حضرت صاحب میرا شریف والوں کا ذکر کرنے لگتے اور کہتے کہ کبھی دل چاہتا ہے کہ ان سب دھندوں کو چھوڑ کر ان حضرت کے پاس چلا جاؤں کہ ان کی طرز، روش' مواسات (دلجوئی) اور خلق سب حضرت رسول الثقلین ﷺ کے مطابق پایا۔

لاہور سے رخصت کے روز جب پلیٹ فارم بادامی باغ پر بیٹھے تھے تو سردار ایوب خان سابق والیٔ کابل جو کہ اس وقت انگریزوں کے پاس زیر حراست تھے، آکر زیارت سے مشرف ہوئے۔ پہلے شکار کو باہر گئے ہوئے تھے، جب اطلاع ہوئی تو حاضر ہوئے۔ کچھ علیحدگی میں عرض کی۔ جب بات مکمل کر چکے تو حضرت صاحب نے اپنے خادموں کو جو کثیر تعداد میں تھے، فرمایا کہ بادشاہ صاحب کی زیارت کرلو (آپ کو مسلمان بادشاہوں کے ساتھ نہایت دلی محبت تھی) دو تین نے مصافحہ کیا۔ حضور نے جب محسوس کیا کہ اس طرح اس کی طبیعت پریشان ہوگی تو فرمایا بس ویسے کھڑے ہوئے زیارت کرلو۔

وقت حاضری میں نے حضور سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ ہاں مجھے اسٹیشن پر ملے تھے۔ انہوں نے پچاس روپیہ پیش کیا اور دعا کے لئے کہا اور مجھ سے تسبیح اپنی پڑھنے والی طلب کی۔ میں نے کہا کہ اپنی تسبیح تو میں نے کبھی کسی کو نہیں دی، البتہ ایک تسبیح جو مجھے بطور تحفہ ملی ہے وہ آپ کو اپنے ہاتھ سے دیتا ہوں۔ وہ ان کو دے دی۔

رحم دلی اور غریب نوازی تو اس درجہ تھی کہ آج تک اس طور دیکھنے میں نہیں آئی۔ جس قدر غریب الطبع، مسکین، مفلس ہوتا اسی قدر مہربانی اور دلجوئی و ایثار سے کلام فرماتے۔ آپ ذاکرین اللہ کثیرا (اللہ کا کثرت سے ذکر کرنے والوں) کو علاوہ روغن زرد کھانے کو اور آٹا روغنی معمول (جس کا ذکر ملفوظات میں کیا جائے گا) بنانے کے علاوہ روغن سرسوں سر پر ملنے کی بھی تاکید فرماتے کہ دماغ میں خشکی نہ آئے۔ ایک مولوی صاحب بھولے بھالے اور ابھی مغلوب الحال تھے۔ ان کو بھی تیل لگانے کے لئے فرمایا تو انہوں نے تیل اس قدر لگایا کہ کچھ روز کے بعد روئی دار کلاہ کے اوپر تیل کے نشان نمایاں ہو گئے۔ آپ نے دیکھ کر ہاتھ بڑھایا اور کان کے پیچھے ہاتھ لگایا تو تیل سے ہاتھ تر ہو گیا۔ آپ ہنسے اور فرمایا کہ

مولوی صاحب بھولے ہیں ۔ میں نے اس قدر تو نہیں کہا تھا۔ پھر فرمایا کہ ٹوپی مجھے دے جانا، میں آپ کو دھلا دوں گا۔

ایک دفعہ آپ اندر بیٹھے تھے کہ دروازہ جنوبی سے ایک شخص داخل ہوا جس کے تمام وجود پر رعشہ طاری تھا، لاٹھی کے سہارے کانپتا چلا آ رہا تھا۔ آپ دیکھتے ہی اٹھے۔ فرمایا ٹھہرو میں تم کو وہاں ہی آ کر ملتا ہوں ۔ آپ نے اس کو گلے لگایا اور پشت پر ہاتھ پھیرا اور اسی جگہ اس کو بٹھا کر اپنی جگہ آ بیٹھے۔ حاضرین کو فرماتے کہ جب میں اٹھوں تو تم نہ اٹھا کرو۔

ایک خادم قدیم کفش دوز بوڑھا اور نابینا ہوگیا۔ آپ نے سرائے میں ایک علیحدہ مکان میں اس کی رہائش مقرر کی ۔ وضو اور کھانا کھلانے کے لئے اس کی خدمت ایک شخص کے حوالے کردی ۔ بندہ اس کے قریب مکان میں رہا کرتا تھا۔ وہ اس بڑھاپے اور ضعف میں بھی ہر وقت ذکر میں رہا کرتا ۔ چہرے اور پیشانی سے نورانیت ٹپکتی تھی ۔ غالباً جب تیسری دفعہ میں حاضر خدمت ہوا تو وہ علیل تھا۔ آپ عیادت کے واسطے اس کے پاس تشریف لاتے۔

ایک دن بعد ظہر بندہ حاضر خدمت تھا۔ عصر سے کچھ پہلے آپ نے فرمایا کہ میاں حاجی کوئی چیز کھانے کی ہے تو لاؤ مجھے بھوک لگی ہے ۔ وہ کچھ کھانے کو لائے۔ جب آپ کے پاس کھانا رکھا تو ایک آدمی آیا اور کہا کہ بابا موچی فوت ہوگیا۔ آپ نے فرمایا کھانا رکھ دو، جب تک میت دفن نہ ہو لے کھانا کھانا مکروہ ہے۔ اس کے کفن دفن کی تیاری فرمائی۔ اور صحن بنگلہ میں چارپائی پر لائے ۔ آپ نے خود جنازہ پڑھایا اور اسقاط کیا۔ قرآن مجید اور دیگر اشیاء جن سے اسقاط کیا وہ میرا شریف کے قدیمی امام مسجد کو عطا فرمائیں اور تمام کو حکم دیا کہ سب چارپائی کے ہمراہ قبرستان تک جاؤ۔

غریب الوطن دکھیارے غم کے مارے بے کس جب آتے تو اس پیار اور محبت سے ملتے کہ ان کے دل سے تمام غبار اور درد والم دور ہو جاتا ۔ ایک نحیف ولاغر عالم دین جو کہ ناسازگار حالات کا ستایا ہوا تھا، حاضر خدمت ہوا۔ خواجہ کے لطف وکرم سے اپنے زخموں کا مرہم پایا تو غلام سرور خادم سے کہا میں یہاں اقامت کرنا چاہتا ہوں، حضرت سے میری سفارش کردیں۔ خادم نے حضرت سے عرض کیا تو میں نے دیکھا کہ آپ نے کمال مہربانی سے فرمایا کہ غریب الطبع اور مسکین شخص ہمیں بہت عزیز ہوتا ہے۔ اسے کہو کہ یہاں قیام

کرے۔ پھر کئی مرتبہ جب وہ خدمت اقدس میں حاضر ہوتا تو بڑی محبت سے اس کا سر اپنے سینۂ اقدس سے لگا لیتے اور فرماتے میری روح تیری روح کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ اس شخص نے غریب الوطنی کے دکھوں سے راحت پا کر باقی عمر دلجمعی سے وہیں گزار دی۔

تمام حالات میں خصوصاً اس میں میرے قلم کو اور زبان کو بیان کی طاقت نہیں۔ ایک بوڑھا مسکین دیہاتی آیا۔ آپ دیکھتے ہی نہایت فرحت سے فرمانے لگے بابا کن پٹا آیا۔ مصافحہ کے بعد آپ نے محبت سے اس کے کان کو پھر ناک کو پکڑ کر ماتھے پر ہاتھ لگایا۔ اس وقت وہ خوشی سے اپنے کپڑوں میں نہ سماتا تھا۔

ایک بار خلقت کے ہجوم سے تنگ آ کر شمالی شیشم کے درختوں کے نیچے بیٹھے اور خادم کو فرمایا کہ میرے پاس کسی کو نہ آنے دینا۔ وہ حسب ارشاد روکنے لگے۔ ایک مسکین نابینا، پست قد، کریہہ المنظر غریب شخص ملنے کو آنے لگا تو خادم نے روکا۔ آپ نے دیکھا تو فرمایا کہ مسکین آدمی ہے کچھ نہ کہو آنے دو۔ چنانچہ وہ حاضر ہوا، آپ نے اس کے حال پر بہت مہربانی فرمائی۔

بارہا دیکھا گیا کہ علما، فقرا اور امرا جب حاضر خدمت ہوتے تو خوش خلقی سے پیش آتے اور بعد ملاقات ضروری حال دریافت کر کے جو امیر لوگ علم اور فقر کے ذوق سے بے بہرہ ہوتے، انکو فرماتے کہ تم سفر سے تھکے ہوگے آرام کرو۔ پھر کسی خادم کو فرماتے کہ ان کو ڈیرہ کراؤ۔ منجی دری سرہانہ وغیرہ اور مہمان داری کی بھی تاکید فرما دیتے۔ ظاہراً وہ نو وارد سمجھتے تھے کہ آپ ان کی دوسروں سے زیادہ خاطر اور مہمان نوازی فرما رہے ہیں ۔ دراصل مقصود یہ ہوتا کہ وہ ہم ذوق نہیں دور ہو جائیں۔ باقی گروہ (علما وغیرہ) میں سے اگر چہ تھکا ماندہ جتنا بھی ہوتا سفر سے آتے تو مجلس کے وقت مقرر تک خود جانیکا حکم نہیں فرماتے تھے۔ جب تک وہ بیٹھنا چاہتے، نہایت محبت پیار سے مجلس فرماتے۔

یہ غریب نوازی آدمیوں تک ہی محدود نہ تھی بلکہ حیوانات بھی اس دائرہ تلطف میں شامل تھے۔ ایک دفعہ خادمان شتر باناں نے عرض کی کہ حضرت بڑا اونٹ بیمار ہے، کھاتا پیتا نہیں اس کو آپ ذبح کرادیں۔ فرمایا اس کو میرے پاس لاؤ۔ اسے صحن بنگلہ میں لائے تو آپ نے اس کی مہار ہاتھ میں لے لی۔ اونٹ بہت بڑا اور بوڑھا تھا۔ آپ نے مہار کھینچ کر

اس کا سر نیچے کیا۔ اس نے مجذوب سالک کی طرح رضا بقضا سر آگے کر دیا۔ آپ نے گلے سے لگا کر بوسہ دیا اور فرمایا کہ اس نے ہماری بہت خدمت کی ہے۔ پھر اس کی مہار پکڑے ایک درخت پر لے گئے۔ وہ پتے کھانے لگا۔ پھر دوسرے درخت پر لے گئے وہاں بھی چرنے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو کوئی بیماری نہیں، صرف ضعف ہے۔ اس نے ہماری بہت خدمت کی، اب اسکی خدمت کا وقت آ گیا۔ ایک آدمی کو فرمایا کہ یہ تمہارے حوالے ہے۔ اس کو دن کے وقت چرا کر تھان پر لا کر بٹھا دیا کرو۔

سیدی حضرت میرویؒ دوستوں کے ساتھ فراغت کے وقت خوش دلی کی باتیں فرمایا کرتے اور ان سے بھی سنا کرتے۔ لیکن میں نے کبھی بھی آپ کے قہقے کی آواز نہیں سنی۔ آپ کا ہنسی مزاح بھی رموز واشارات اور نصائح سے پُر ہوتا۔ چنانچہ ان میں سے چند بیان کئے جاتے ہیں:۔

ایک دفعہ دنیا داروں کا ذکر ہوا تو فرمایا کہ ہمارے وطن میں ایک سردار اپنی بھانجی پر عاشق ہوگیا۔ اس نے مشتہر کیا کہ کوئی عالم بھانجی کا نکاح جائز بنادے۔ ایک عالم نے اسے کہا میں جائز بنادوں گا۔ جب تمام علماء کا مجمع ہوا تو سردار بھی آ گیا۔ ادھر سارے علماء حیران تھے کہ دیکھیں یہ جائز ہونے کی کیا وجہ بتاتا ہے۔ اس عالم نے تمام مجمع کو مخاطب کرکے کہا کہ فلاں سردار کافر ہوگیا، اب اس کا نکاح بھانجی سے جائز ہے۔ اس پر تمام حاضرین ہنسنے لگے۔ چنانچہ وہ سردار سخت شرمندہ ہوا اور اس ارادہ سے باز آ گیا۔

ایک دن آپ نے فرمایا کہ حضرت تونسویؒ نے اپنے خادم شادے کو نواب بہاولپور کی طرف تعویذ دے کر روانہ فرمایا۔ جب شادہ وہاں پہنچا تو نواب نے کہا کہ ایک ملک فتح کرنے کیلئے جا رہا ہوں، دعا فرمائیں۔ شادے نے کاغذ قلم دوات منگائی اور اسے لکھ دیا کہ وہ علاقہ ہم نے تمہیں دے دیا۔ جب شادہ واپس آیا تو حضرتؒ نے پوچھا وہ کام کر آئے ہو۔ شادے نے عرض کی ایک اور کام بھی کر آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا وہ کیا؟ کہنے لگا کہ نواب صاحب نے ایک علاقہ فتح ہونے کی استدعا کی تھی۔ میں نے کاغذ پر لکھ دیا ہے کہ وہ ملک تمہیں دے دیا۔

حضرت تونسویؒ یہ سن کر سخت ناراض ہوئے۔ فرمایا کہ وہ تمہارے باپ کا ملک تھا

کہ اسے لکھ کر دے آئے۔ شادے نے عرض کیا پھر کیا ہوا، اگر اسے ملک نہ ملا تو کہے گا کہ حضرت کا خادم جھوٹا نکلا۔ آپ کو جوش آ گیا فرمایا اگر تم لکھ کر دے ہی آئے ہو تو ملک اسی کا ہے۔ لیکن آئندہ ایسی حرکت نہ کرنا۔ چند دن گزرے تھے کہ خبر آئی کہ وہ ملک نواب صاحب کو مل گیا۔

آپ کی کرامات، کشف اور قبولیت کے بارے کیا لکھوں، آپ کی مختصر دعا سے لاینحل مسائل حل اور مشکل کام آسان ہوجاتے۔ توجہ اور عیسیٰ صفت دم سے لا علاج امراض رفع ہوجاتے۔ ان سب کے باوجود معاملات کو اپنی ذات کی طرف منسوب نہ فرماتے بلکہ فرماتے کہ یہ کام پیرانِ عظام کے صدقے رب العزت نے کردیئے ہیں۔ آپ اپنی کرامت پر پردہ ڈالنے کیلئے مریضوں کو بعض چیزیں استعمال کے لئے فرما دیتے تاکہ حال مستور رہے۔

پہلی مرتبہ جب حاضر ہوا تو پروفیسر مولوی ضیاء الدین صاحب نے جو کہ تقویٰ میں یکتا تھے، اپنی میرا شریف سے ارادت اور حاضری کا قصہ یوں بیان کیا کہ تعلیم کے دوران مرض دق (ٹی۔ بی) میں مبتلا ہوگیا۔ میرے والد صاحب جو کہ خود حکیم حاذق ہیں، میری زندگی سے مایوس ہوگئے۔ مرض تیسرے درجہ میں پہنچ گئی۔ انہوں نے حضرت خواجہ کی خدمت میں عریضہ لکھ کر دیا اور فرمایا بیٹے! معاملہ علاج سے آگے بڑھ گیا ہے۔ ایک حیلہ باقی ہے۔ میرا شریف جاؤ اور یہ عریضہ حضرت کی خدمت میں پیش کرو۔

میں یہ خط لے کر حاضر ہوا، عریضہ پیش کیا۔ آپ نے فرمایا خیر خواہد شد (سب ٹھیک ہوجائے گا)۔ کھانے کے وقت آپ نے مجھے اپنے پاس بٹھالیا اور گھی میں چرب لقمے مجھے دیئے کہ کھاؤ جو کہ میری طبع کیلئے سخت نقصان دہ تھے لیکن حضور کے حکم سے کھالئے، اسی روز طبیعت ہلکی پھلکی محسوس ہوئی۔ حضرت ہر روز مجھے اسی طرح اپنے پاس بٹھا کر کھلاتے رہے۔ یہاں تک کہ ایک ہفتہ بعد بالکل صحت یاب ہوگیا۔ وطن جانے کی اجازت طلب کی تو فرمایا اجازت ہے۔ تمہارے وجود میں خشکی تھی۔ چرب لقموں نے خشکی کا اثر زائل کردیا۔

حافظ طلب دین خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی کہ سر میں شدید درد ہے تعویذ عنایت فرمائیں۔ آپ نے فوراً کاغذ لے کر اس پر کچھ لکھا اور فرمایا سر پر باندھ لو۔ حافظ

صاحب کو صحت ہوگئی تو ان کے دل میں خیال گیا کہ تعویذ مجرب ہے ،دیکھیں کیا لکھا ہے تا کہ یہ عمل آئندہ بھی کام آئے۔تعویذ کھولا تو اس پر لکھا تھا۔ "گنجے دا سر"

آپ کا معمول مبارک تھا کہ ہر مرض کیلئے درود شریف اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ تین مرتبہ پڑھ کر دم فرمادیتے۔اور اگر وضو نہ ہوتا تو درود شریف نہ پڑھتے بلکہ پنجابی زبان میں گنجے دا سر وغیرہ کہہ کر دم فرمادیتے۔ مریض کا کام بن جاتا۔عوام سمجھتے کہ آپ خوش طبعی فرمارہے ہیں۔

مرزا بیدل پشاوری نے جو حضرت خواجہ کے منظور نظر ہیں۔مجھے ایک دفعہ اپنی سرگزشت سنائی کہ بندہ عشق مجازی میں ایسا گرفتار ہوا کہ نہ دن کو چین نہ رات کو آرام۔اسی پراگندگی اور آشفتہ حالی میں نہ دین کی صلاحیت نہ دنیا کا کچھ کام سرانجام پاتا۔ہر سیاح اور ہر سالک سے کسی روحانی معالج کی جستجو شروع کر دی۔ اس وقت تک حضرت میرویؒ کے کمالات کی گونج پشاور کے چھوٹے بڑے تک نہ پہنچی تھی۔

کسی نے بتایا کہ تم میرا شریف جاؤ۔ وہاں تمہارے اس مرض کا علاج ہوجائے گا۔آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور ماجرا عرض کیا۔آپ نے فرمایا، یہ مرض دفع ہوجائے گا۔ چند روز آپ کی خدمت میں ٹھہرا رہا۔مرض مطلق دور ہوگیا اور مجازی عشق کی بجائے حضرت خواجہ کا عشق پیدا ہوگیا۔یہ ذکر کرتے ہوئے مرزا بیدل مذکور نے یہ شعر پڑھا اور حضرت کے فراق میں روتے رہے۔

آں دل کہ رم نمودے از خوبروجاناں
یک کہنہ سال پیرے بردش بیک نگاہے

"یعنی وہ دل جو حسینوں کے ہاتھ نہیں لگ رہا تھا اسے ایک بوڑھے بزرگ نے ایک ہی نظر سے قابو کرلیا"۔

جناب مرزا بیدل نے حضرت قبلہ عالمؒ کی مدح وثنا اور فراق میں بہت اشعار اور غزلیں نہایت پاکیزہ فصیح وبلیغ کہیں اور کہتے ہیں۔ایک غزل بطور مشتے نمونہ از خروار لکھتا ہوں۔

ببر بادِ صبا از ما پیامے
بدرگاہِ شہِ عالی مقامے

"اے بادِ صبا ہمارا پیام اس شاہ عالی مقام کی بارگاہ میں پہنچادے۔"

جنابِ خواجۂ پاکاں ، احمد
ملاذ و مرجع ہر بے سرامے

"پاک لوگوں کے سردار حضرت خواجہ میروی کی خدمت میں جو کہ ہر بے کس کے ملجا اور ماویٰ ہیں۔"

بگو احوالِ زارِ مبتلائے
بصد تعظیم و تکریم و سلامے

"اس مبتلا کے احوالِ زار حضرت کی خدمت میں بصد تعظیم وتکریم اور سلام کے ساتھ پیش کرنا۔"

کہ غیرِ ذکر تو فکرِ دگر نیست
نگنجد در دلم از خاص و عامے

"کہنا کہ آپ کی یاد کے سوا نہ کوئی فکر ہے اور نہ ہی میرے دل میں عوام وخواص میں سے کسی کے سمانے کی گنجائش ہے۔"

توئی اندر ریاضات و عبادات
توئی اندر قعود و در قیامے

"آپ کی محبت میں وارفتگی کا یہ حال ہے کہ عبادات اور ریاضت میں آپ ہی کا خیال غالب رہتا ہے۔اور قیام وقعود میں آپ ہی اس کے سامنے رہتے ہیں۔"

بایامِ فراقت جانِ جاناں
چہانہ گذشت بر من ، صبح و شامے

"اب اے جان جاناں آپ کے فراق میں میرے صبح وشام کیسے گزرے۔کیا بتاؤں۔"

نگہ کن از طفیلِ شہ سلیماں
بحالے بیدلے کمتر غلامے

"اے میرے خواجہ! آپ اپنے شیخ حضرت شاہ سلیمان تونسویؒ کے صدقے اس

کمتر غلام بیدل کے حال پر نگاہ کرم فرمائیں۔"

مرزا بیدل پشاوری نے مجھ سے ذکر کیا۔ موسم سرما میں ایک مشاعرہ ہوا۔ درمیان میں کوئلوں کی انگیٹھی جل رہی تھی۔ میں نے جتنے شعر کہے حضور انور میرویؒ کی شان میں کہے۔ اس پر ایک مرزائی شاعر معترض ہوا اور کہا کہ میں نے جس قدر شعر پڑھے، اس میں مرزا غلام احمد قادیانی کی شان میں ایک بھی نہ پڑھا۔ حالانکہ ہم انہیں نبی مانتے ہیں۔ لیکن تم اپنے پیر کی شان میں پڑھتے ہو۔ اس کی اس بات پر مجھے ایسا جلال آیا کہ دیوانہ ہوگیا اور فی الفور یا حضرت خواجہ احمد میروی المدد پکار کر دونوں ہاتھوں پر جلتے ہوئے کوئلے اٹھالئے اور اس کے پیچھے ہولیا۔ کہ اب تو اس کو پکار کہ تجھے بچائے۔ وہ مرزائی آگے آگے بھاگ رہا تھا اور میں پیچھے پیچھے۔ آخر دوسروں نے بیچ بچاؤ کر کے بچایا۔

جب مجھے ہوش آیا تو گھبرا کر سٹیشن کی طرف چل پڑا۔ گاڑی تیار کھڑی تھی۔ میں سوار ہو کر دربار عالی پہنچ گیا۔ ڈر سے کانپ رہا تھا۔ جب حضور انور کے سامنے ہوا تو آپ نے کھڑے ہو کر بغل گیر فرمایا اور فرمایا کہ درویش کیلئے حوصلہ چاہیے۔ میں رو پڑا اور عرض کیا کہ اگر حضور کے پیر کے متعلق وہ کہتا تو کیا حضور صبر کرتے۔ اس پر حضور نے فرمایا" دیوانے! جس وقت تو نے آگ میں ہاتھ ڈالے، تمام سلسلہ عالیہ کے حضرات نے اپنے ہاتھ تیرے ہاتھ کے ساتھ کر دیئے تھے۔ اس لئے تم نے ایک بے ایمان کے لئے تمام حضرات رضوان اللہ علیہم اجمعین کو تکلیف دی۔ خبردار آئندہ ایسا نہ کرنا۔ خیر میں نے توبہ کرلی اور حضور راضی ہو کر ہنس پڑے۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ

حالِ تو دانند یک یک موبمو
زانکہ پر ہستند از اسرار ہو

(رومیؒ)

" جو اسرار الٰہی سے آگاہ ہیں وہ تیرا ایک ایک اور ذرہ ذرہ حال جانتے ہیں۔"

حضرت ثانی خواجہ احمد خاں رضی اللہ عنہ (سجادہ نشین میرا شریف) کی زبان مبارک سے چند مرتبہ یہ واقعہ گوشِ ہوش سے اس عاجز نے سنا آپ نے فرمایا۔

تونسہ شریف کے سفر کے دوران علاقہ لیہ میں حسب معمول ایک جنگل میں قیام

ہوا۔ حضرت اعلیٰ میرویؒ کے لئے خیمہ نصب کیا گیا۔ نماز عشاء کے بعد تمام احباب ذکر جہر کے لئے (ادھر ادھر) تشریف لے گئے۔ میں جس طرف گیا روضۂ شہیداں نظر آیا۔ جب اس کی کنڈی کھولی تو اندر دو قبریں تھیں۔ میں نے ذکر جہر کیلئے اس مقام کو پسند کیا۔ میں نے جب ذکر شروع کیا تو ایک قبر سے آواز آئی۔ ہوں ہوں۔ میں خاموش ہوگیا۔ پھر شروع کیا پھر یہی آواز آئی۔ جب تیسری دفعہ شروع کیا تو ایک قبر شق ہوگئی اور ایک سفید ریش بزرگ نے باہر آ کر میرا بازو پکڑ کر فرمایا! اس جگہ ذکر جہر کرنے کی اس شرط پر اجازت ہوگی کہ تم ہمارے مزارات پر جاروب کشی کی خدمت سر انجام دیا کرو۔ اور تمہاری ضروریات خوراک پوشاک وغیرہ ہمارے ذمے ہیں۔ میں نے انکار کیا تو دوسری قبر بھی شق ہوگئی اور دوسرے بزرگ بھی باہر نکل آئے۔ اور میرا دوسرا بازو پکڑ کر زور دار الفاظ میں فرمایا کہ اس شرط کے بغیر ہرگز اجازت نہیں ہوسکتی۔

اس وقت میں خوفزدہ ہو کر حضرت رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوا کہ یکدم آنحضرت دروازہ کی دونوں چوکاٹھ کو پکڑے اس حالت میں نمودار ہوئے کہ آپ کے چہرہ مبارک کی روشنی سے تمام اندر مثل عکس آفتاب منور ہوگیا۔ حضور انور نے ارشاد فرمایا۔ لمن الملک الیوم ہر دو بزرگ دست بستہ جھک گئے۔ اور جواب میں عرض کیا لمولانا احمد میروی۔ حضور غائب ہوگئے۔ اور دونوں حضرات اپنی قبروں میں تشریف لے گئے۔ میں تمام رات ذکر جہر میں مشغول رہا۔

صبح صادق کے وقت میں حضرت کے خیمہ مبارک کی طرف چلا تو یکے بعد دیگرے تین اشخاص ملے اور کہا جلدی چلو حضور یاد فرما رہے ہیں۔ میں تیزی سے آگے بڑھا تو حضور خیمہ کے دروازہ پر کھڑے تھے۔ ارشاد فرمایا کہ اندر آؤ۔ جب اندر داخل ہوا تو فرمایا اگر سردی کا ڈر ہو تو میرے پاس سو جایا کرو اور اللہ والوں کو تنگ نہ کیا کرو۔ میں نے معافی کی درخواست کی لیکن دل میں خوش تھا کہ اگر ایسا نہ کرتا تو یہ عجیب شان کیسے ظاہر ہوتی۔
سبحان اللہ وبحمدہ

مرشدی و مولائی خواجہ احمد میروی رضی اللہ عنہ کے حضور بندہ حاضر تھا اور خاص و عام خدمت اقدس میں موجود تھے کہ بیرون شہر سے چند آدمی آئے اور آداب بجالا کر بیٹھ

گئے۔ ان میں سے ایک ملازم محلوق اللحیۃ (داڑھی منڈا) نہایت منحوس دکھائی دیتا تھا۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ بُرے افعال اور ممنوعات میں کثرت کے باعث انسان کی صورت مسخ ہوکر کتے اور خنزیر کی صورتیں بن جاتی ہیں مگر عام لوگوں کو یہ حالت دکھائی نہیں دیتی۔ اکثر دنیا دار ایسی صورت والے ہمارے پاس آ جاتے ہیں، ہمیں ان سے سخت نفرت ہوتی ہے مگر بحیثیت میزبان ہونے کے ہمیں اس مہمان کی پاسداری کرنا پڑتی ہے۔

پھر فرمایا کہ مولانا احمد خان صاحب (سجادہ نشین) نے خواب بتایا کہ ایک کتا اور خنزیر، آپ (حضرت میروی) کے پاس آئے ہیں۔ کتا خنزیر کی بابت آپ کی خدمت میں کچھ عرض کر رہا ہے۔ خنزیر کے پچھلے پاؤں میں دھاگہ بندھا ہوا ہے۔ وہ یہ خواب سنا گئے۔ دوسرے روز اس علاقہ کا رئیس ایک اعلیٰ افسر کو ساتھ لئے آ گیا اور اس کی بابت دعا کیلئے سفارش کرنے لگا۔ دیکھا تو اس کے انگوٹھے پر دھاگہ بندھا ہوا تھا۔ فرمایا کہ بدکاری اور ہروقت پیتے رہنے کی وجہ سے بالکل کتے ہوجاتے ہیں۔

آنانکہ مے بنی خلاف آدم اند
نیستند انساں غلاف آدم اند

"یعنی جو تمہیں نظر آرہے ہیں یہ انسانوں کے علاوہ کچھ اور ہی ہیں یہ انسان نہیں بس انسان کا لباس ہیں۔"

ایک روز ایک رئیس جو مذموم اخلاق سے آلودہ تھا، حاضر ہوا۔ دیکھتے ہی چہرہ اقدس کا رنگ سرخ ہوگیا اور زبان پر اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم جاری ہوگیا۔ ملاقات کے بعد خیر و عافیت پوچھی اور اسی وقت رخصت کردیا۔ بعد ازاں ہم نشینوں سے جو وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ کا گروہ تھا، فرمایا ان کے بارے کیا کریں۔ ہمارے دروازے پر آجاتے ہیں۔ ہم تو سنت کے مطابق مہربانی اور دلجوئی کرتے ہیں۔

حضرت خواجہ نے فرمایا حضرت فاضل شاہ صاحبؒ گڑھی شریف والوں کی خدمت میں ایک شخص نے کاکا خان کا ذکر کیا جو اس شہر کا ایک رئیس تھا۔ حضرت نے کاکا خان کے متعلق فرمایا کہ وہ سؤر ہے۔ اس شخص نے جاکر جیسا حضرت نے کہا تھا اسے بتا دیا۔ اس رئیس نے اس بات پر اعتبار نہ کیا اور کہا کہ حضرت شاہ صاحب نے ایسا نہ کہا ہوگا۔

پھر جب رئیس مذکور حضرت فاضل شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور سنا ہوا ماجرا بیان کیا تو آپ نے فرمایا وہ شخص بھول گیا ہوگا۔ میں نے تمہیں ایک سؤر نہیں کہا ہوگا بلکہ تیس سؤر یا چالیس سؤر یا سو سؤر کہا ہوگا۔

سالکین کی تربیت

فرمایا! عبادت خالص لوجہ اللہ کرنی چاہیے، کسی قسم کا اس میں ریا نہ ہو۔ جب عبادت ریا سے مبرا اور خلوص سے معمور ہوگی تو کاروبار دنیاوی بھی خود بخود سرانجام پانے لگتے ہیں۔ اس پر ایک واقعہ بیان فرمایا۔

فرمایا! فقیر ایک شہر میں گیا۔ اس جگہ ایک شخص قائم اللیل ریاضت اور مجاہدے میں بے مثل، سکونت پذیر تھا۔ اتفاقاً میری چارپائی رات کے وقت ان کے قریب تھی۔ جب میں لیٹ رہا تو سنا کہ وہ ایک شخص کو کہہ رہا ہے کہ میں ہمیشہ روزہ بھی رکھتا ہوں اور ساری رات جاگتا بھی ہوں مگر کوئی آدمی پوچھتا نہیں۔ خدا جانے ان چشتیوں میں کیا بات ہے کہ یہ بزرگ جب سے شہر میں آیا ہے ایک ہلچل مچ گئی ہے۔ حضرت نے فرمایا بس میں اس کے کلمات سن کر بے اعتقاد ہوگیا کہ یہ عبادت میں ریا رکھتا ہے، اگر خالص کرتا تو اسے کچھ پرواہ نہ تھی۔

فرمایا! جو کام کرو اللہ تعالیٰ کی محبت کے واسطے کرو۔ یعنی اگر کسی کو کچھ چیز دی جائے یا کوئی نیک کام کیا جائے تو دلی آرزو یہی ہو کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہوجائے۔ فرمایا دنیا کے واسطے کوئی وظیفہ نہ کرنا چاہیے۔ جن لوگوں کو مسخرات کا شوق ہوتا تو فرماتے کہ دنیا کے واسطے کوئی کلام نہ پڑھا کرو۔

ایک مرتبہ منشی اللہ بخش سکنہ راولپنڈی نے عرض کی حضرت! میں تو لقائے باری تعالیٰ چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ لالو! جس وقت تم وظیفہ پڑھتے ہو تو ذوق آتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر سمجھتے ہو۔ یہی لقائے الٰہی ہے۔

توکل و استغنا کا درس

فرمایا طالب علمی کے دور میں سخت تنگی ہوتی تھی۔ میں کشکول شریف پڑھا کرتا تھا

اور مجھ پر پھٹے پرانے کپڑے ہوتے۔ ایک شخص مجھے کہا کرتا کہ کم کتابت وغیرہ سیکھ کر ملازمت کرلو۔ یا کوئی اور فن معاش حاصل کرو۔ جس شغل (دینی تعلیم اور ذکر الٰہی) میں تم مصروف ہو اس میں تو میں نے بھوک سے مرتے ہی دیکھے ہیں۔ فرمایا میں اسے کہا کرتا تھا کہ میں تو یہی کام کروں گا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی یاد گیری میں ہی رہوں گا۔ خواہ بھوکا مروں یا ننگا رہوں۔ حضرت نے فرمایا اگر وہ شخص آج ہوتا تو میں اسے دکھاتا کہ جس سے تو باز رکھنا چاہتا تھا میرے اس کام نے کیا رنگ لایا۔

فقرِ غیور

مولوی نصیر الدین صاحب و دیگر معتبرین سے بندہ نے سنا کہ ابتدائی زمانہ میں بہت فاقے آجایا کرتے تھے۔ مگر آپ کبھی ملول نہیں ہوئے اور نہ کسی سے کچھ طلب کیا۔ جو کچھ آجایا کرتا اپنے شاگردوں اور خادموں کے ساتھ مل کر کھا لیا کرتے۔ آج کے دور میں ایسے اعلیٰ اوصاف سے مزین میں نے کوئی بزرگ نہیں دیکھا۔ کوئی چیز ملی، فوراً مساکین اور غریبوں کو دے دی۔ ہزاروں پوشاکیں آئیں، سب تقسیم کردیں اور خود ایک تہہ بند ایک کرتا اور کلاہ چارترکی میں عمر بسر کی۔ آپ کے صبر و توکل کی کوئی حد و غایت نہیں۔

لباس مکان وغیرہ اشیاء آسائش و آرائش میں آپ تکلف کو ناپسند فرماتے۔ آپ کی تعلیم تھی کہ ننگے تن کو کجیے اور بھوکے پیٹ کو رجایئے۔ فرماتے مکانات وغیرہ پر زیادہ خرچ اچھا نہیں۔

خواص کو یہ تعلیم تھی......

''جملہ دنیا فضولے است مگر پنج چیز ۱ نانے کہ سدِ رمق بود ۲ آبے کہ تشنگی برد ۳ لباسے کہ ستر شود ۴ علمے کہ بآں عمل کند ۵ مسکنے کہ درو ساکن باشد''

ترجمہ: تمام دنیا فالتو ہے سوائے پانچ چیزوں کے۔

۱ روٹی جس سے رشتہ حیات برقرار رہے۔ ۲ پانی جو پیاس بجھادے۔ ۳ لباس جو ستر ڈھانپ دے۔ ۴ علم جس پر عمل کرے۔ ۵ رہائش جس میں سکونت اختیار کرے۔

محبت اور تصورِ شیخ

فرمایا ہمارے خاندان چشت میں تصورِ شیخ سے زیادہ کوئی عمدہ وظیفہ نہیں۔ راقم (فخر الدین) نے جب صورتِ شیخ میں محو ہوکر مراقبہ ذات باری تعالیٰ وقوف قلبی کے ساتھ شروع کیا تو بلا تکلیف و مشقت نہایت ترقی ہوئی۔ پاس انفاس سے ضعف دماغ اور جہر سے ضعف قلب کی شکایت ہوگئی تھی۔ حضرت شاہ کلیم اللہ جہاں آبادیؒ کا قول برحق ہے کہ ''ذکر جہر سوزندہ است و مراقبہ آرام بخش'' ذکر جہر جلا دیتا ہے اور مراقبہ آرام بخش ہے۔

ذکر قلبی وغیرہ تصورِ شیخ کے بغیر قائم اور ثابت نہیں رہتے اور یہ حالت کہ ان تعبد اللہ کانک تراہ پورے طور پیدا نہیں ہوسکتی۔۔۔الا ماشاء اللہ

تصورِ شیخ جس کو رابطہ کہتے ہیں، تمام سلاسل میں شرط اعظم ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی محبت میں جو کمال استغراق رکھتے، وہی پیشوائے خلقت بنے اور ذات باری تعالیٰ کے ہاں مقبول ہوئے۔

حضرت مرشدؒ کے پاس ایک مرید نے حاضر ہوکر عرض کی کہ حضور مجھے آپ کا تصور قائم نہیں ہوسکتا۔ فرمایا اگر صورت کا تصور نہیں ہوسکتا تو کیا میرے اس مکان کا تصور بھی نہ ہوسکے گا۔

ایک دفعہ سلطان محمد شاہ صاحب شاہ پوری نے مجلس عام میں عرض کی کہ حضرت یہ کیا وجہ ہے کہ اس مجلس سے جس شخص کا (خدام یا خلفاء میں سے) تصور کیا جائے۔ فوراً بعینہ قوتِ خیال میں آجاتا ہے بر خلاف ذات والا کے کہ اس کا تصور ایسا نہیں جم سکتا۔ حضرت نے آہستہ سے ان کے کان میں فرمایا۔ چونکہ پیر کا قرب اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ زیادہ ہوتا ہے۔ اس قرب کی بنا پر پیر میں لطافت و نورانیت زیادہ ہوتی ہے، اس لیے تصور مشکل سے آتا ہے۔

جنید را دیدہ بود

ایک دن سب خلفاء جمع تھے۔ حضرت نے حافظ صالح محمد صاحب کو فرمایا کہ ''تذکرۃ الاولیاء'' لاؤ۔ وہ حسب الارشاد لے آئے۔ حضرت نے فرمایا کھول کر پڑھو۔ ایک

بزرگ کا حال شروع ہوا اور اس میں یہ الفاظ آئے کہ "جنید رادیدہ بود" یعنی اس بزرگ نے حضرت جنید بغدادیؒ کو دیکھا ہوا تھا۔ یہ عبارت حضرت نے سنی تو ایسی حالت طاری ہوئی کہ بیان نہیں ہوسکتا۔ کبھی اس خاکسار کی طرف اور کبھی مولانا غزالی صاحب اور کبھی مولانا احمد خان صاحب کی طرف دیکھتے اور فرماتے کہ مولوی صاحب "جنید رادیدہ بود" بار بار مولوی صاحب "جنید رادیدہ بود" فرماتے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ تھوڑی دیر بعد نماز عصر کا وقت ہوا۔ آپ مسجد میں تشریف لائے اور بیٹھے تو بھی مخاطب فرما کر کہتے۔ مولوی صاحب! جنید رادیدہ بود اور آپ پر وہی کیفیت طاری تھی۔

سبحان اللہ عجب وقت تھا، حضرت کو اپنے مرشد کامل جنید وقت حضرت شاہ سلیمان تونسویؒ یاد آرہے تھے، ان کے چہرہ اقدس کے تصور نے آپ پر کیفیت طاری کردی تھی اور آپ ثابت فرما رہے تھے کہ بزرگان اکابر اور کاملین کی زیارت ایک بڑی اور بے بہا دولت ہے۔ آپ جب بعض دفعہ حضرت اعلیٰ تونسوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کرتے تو فرماتے کہ "میں تو کوئی چیز نہیں الحمدللہ سچے لوگ دیکھے ہیں"۔

تلقینِ وظائف

عوام کو تو بعد بیعت درود شریف اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد وبارک وسلم اور اسم مبارک یااللہ یااللہ ہر نماز کے بعد ایک تسبیح فرماتے پھر جس قدر اس میں جوہر محبت اور فرصت دیکھتے ذکر فکر کی تلقین فرماتے رہتے۔ اہل علم کو اس وظیفہ کے ساتھ ترتیب ومراقبہ استعداد کے مطابق ارشاد فرماتے۔ جس قدر سالک میں گرمی اور محبت دیکھتے، اسی قدر آپ کی توجہ اور مہربانی بڑھتی۔ آپ کے وصال کے بعد بعض علماء کو افسوس کرتے سنا جو کہتے کہ آپ نے فرمایا تھا کہ کوئی کتاب سلوک کی پڑھ لو۔ مگر نعمت اور فرصت کی قدر نہ کی۔ آپ سالک کی نسبت اپنے نورِ باطن کے موازنہ سے معلوم فرماتے۔ عملیات اور کثرت وظائف لسانی سے منع فرماتے۔

دنیا کے لئے وظیفہ پڑھنے سے منع فرماتے

ایک مولوی صاحب نے جو کہ میری ہی منزل میں تھے۔ ایک وظیفہ قضائے حاجات اور وسعت رزق کے لئے شروع کیا۔ آپ نے عام مجلس میں مولوی صاحب کی

طرف خصوصاً مخاطب ہو کر فرمایا کہ بھائیو دنیا کے واسطے کوئی وظیفہ نہ پڑھا کرو۔ مرقع شریف جو کہ اس خاندان (چشتیہ) میں معمول ہے اور ترتیب نوافل و وظائف اور ضروری عمل اس میں درج ہیں۔ سالکین کو مطالعہ سے روکتے کہ خیال اس طرف غالب ہو جاتا ہے اور نعمتِ باطنی سے محروم رہتے ہیں۔

شیخ کی مرضی کے بغیر وظیفہ خوانی

میں نے کبھی اپنی مرضی کے موافق وظیفہ کی اجازت طلب کرنے کی جرأت نہیں کی مگر حزب البحر کے پڑھنے کا مجھے کمال ذوق وشوق تھا۔ یہ ہمارے گھر کا معمول بھی تھا۔ میں نے عرض کی "حزب البحر" ہمارے گھر کے بزرگ اور متعلقین پڑھتے ہیں اور مجھے بھی محبت ہے۔ اگر اجازت ہو تو پڑھا کروں۔ آپ نے بے دلی سے فرمایا کہ پڑھا کرو۔ پہلے کبھی کبھی پڑھتا تھا تو نہایت ذوق پیدا ہوتا اب چونکہ اجازت حاصل کرلی تھی، روزانہ پڑھنے لگا۔ آہستہ آہستہ وہ ذوق کم ہونے لگا یہاں تک کہ بیس پچیس روز تک مطلق پڑھنی چھوٹ گئی۔ پھر کبھی اس کی تلاوت کو رجوع نہ ہوا۔

جب تک کسی میں پوری تاثیر اور بے تعلقی (علائق دنیاوی سے) اور پابندیٔ شریعت ملاحظہ نہ کرتے، اجازت نہ فرماتے۔ ہر سلسلہ کے لوگ طلب فیض کیلئے حاضر خدمت ہوتے، آپ دوبارہ بیعت نہ فرماتے۔ وظیفہ اور تلقین ذکر اسی سلسلہ کے مطابق فرماتے۔

سماع

ذکر جہر کے ساتھ مراقبہ کی خاموشی اور بے رنگی اس درجہ تھی کہ کسی میں ہا ھو یا حرکت اضطرابی نہیں دیکھی۔ سماع کی طرف بھی کچھ رغبت نہ تھی۔ اتفاقاً اگر کوئی قوال آجاتا اور خود سنانے کی خواہش کرتا تو آپ ایک دو غزل یا نعت شریف سن لیتے مگر خلاف شرع رندانہ یا ظاہر عشق مجازی کا شعر یا غزل ہرگز نہ سنتے۔ ایک چھوٹے عرس پر بندہ حاضر خدمت تھا اور قوال دیہاتی جن کی داڑھی بھی موافق شرع تھی۔ باادب آپ کے مکان میں پڑھتے رہے، نہایت خوش الحان تھے۔ ایک دفعہ تو آپ نے فرمایا کہ ذرا آہستہ پڑھو۔ دوسری دفعہ

فرمایا کہ اس طرز کے سوا اور کوئی طرز نہ بنانا مجھے پسند نہیں۔ ساز وغیرہ کا تو نام تک نہ تھا۔ تمام خلفاء کی بھی یہی طرز تھی۔ ایک دفعہ ایک بڑی جگہ کا نام لے کر قوال آئے انہوں نے غزل شروع کی "مرا مہر سیاہ چشماں زسر بیروں نخواہد شد"۔ آپ نے پہلا شعر سنتے ہی فرمایا کہ یہ غزل درست نہیں آئی کوئی اور طرز والی شروع کرو۔ انہوں نے حسب ارشاد کچھ اور پڑھنا شروع کردیا۔

عبادات اور پابندئ اوقات

جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کی سخت تاکید تھی کسی خاص آدمی سے بھی سہواً اگر دیر ہوتی تو سخت تنبیہ فرماتے۔ سالکین کو یہ ارشاد تھا کہ جنگل کی طرف سیر کے لئے اگر جانا ہو تو بھی کسی آدمی کو جماعت کے لئے ساتھ مقرر کرلینا چاہیے۔ اس غلام سے بھی فرمایا اگر طبیعت صحرا میں نکلنا چاہے تو کسی ساتھی کو لے جایا کریں تاکہ جماعت ضائع نہ ہو۔ جماعت حنفی مذہب کے اول وقت ہوتی۔ نماز مغرب جبکہ مشرق سے سیاہی نصف آسمان تک آجائے ، ادا فرماتے اور اس میں نہایت تاکید فرماتے۔ نماز عصر سے اور نماز عشاء سے پہلے چار رکعت سنت اس ضعف اور نقاہت میں بھی معمول تھا، جو کھڑے ہو کر ادا فرماتے۔ نفل اوابین ، تہجد، اشراق اور ضحیٰ ادا کرتے۔ تلاوت قرآن مجید بعد ظہر معمول رہا۔

وقت سحر کسی خاص عام کو آپ کی خدمت میں آنے کی اجازت نہ تھی کیونکہ ایسی محویت طاری ہوتی کہ کسی سے کلام کرنا یا سننا سخت گراں گزرتا۔ نماز صبح سے کچھ قدر پہلے اور بعد میں خاص الخاص آدمی اجازت کے مطابق جاسکتے تھے۔ بعد نوافل ضحیٰ (چاشت) عام اجازت تھی۔ صبح کی نماز باجماعت مسجد میں ادا کر کے پھر اپنے مکان پر تشریف لاتے۔ اس وقت روئے مبارک کی زیارت سے خاص جذب ہوتا اور آنکھیں دیدار سے سیر نہ ہوتیں۔ خاص کام ہوتا تو آپ اکثر باہر ہی اسکا انتظام فرمادیتے۔

مولوی نور احمد صاحب چاولی والا نے بیان کیا کہ ایک دن بعد ادائے تہجد آپ کی زیارت کا شوق غالب ہوا۔ صحن بنگلہ میں داخل ہوا اور دور فاصلہ پر بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا کون ہے؟ میں نے عرض کی کہ نور احمد ہوں۔ فرمایا کیوں آئے۔ میں نے عرض کیا کہ

زیارت کے واسطے حاضر ہوا ہوں۔ فرمایا پھر خاص وقتوں میں نہ آیا کرنا۔ صبح صادق کا وقت تھا۔ نماز پڑھنے کو جانے سے کچھ پہلے حضرت مولوی احمد خاں صاحب کو اجازت تھی کہ اگر آنا چاہیں تو آجایا کریں۔ چنانچہ کچھ دیر کے بعد حضرت احمد خاں صاحب بھی آگئے۔ آپ نے ان کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ مولوی صاحب میرے پاس آئے ہیں۔ میں نے کہا کہ کیوں آئے تو کہتے ہیں کہ زیارت کیلئے۔ ان کو یہ معلوم نہیں کہ فقیروں کے خاص وقتوں میں ان کے پاس جانا مناسب نہیں۔

سالکین کیلئے مختصر خصوصی نصائح

فرمایا: کتب تصوف کا مطالعہ رکھا کریں۔ دو تین حکایات یا حالات ہر روز پڑھ لیا کریں۔

فرمایا: فقر دس حصہ ہے، ایک حصہ ذکر فکر اور نو حصہ خلقت سے جدا رہنا۔

فرمایا: ہمارے طریقہ میں دو بھاری شرائط ہیں، ایک مسجد میں نماز باجماعت ادا کرنا دوسرا علم دینی پڑھانا۔

فرمایا: عبادت خالص لوجہ اللہ کرنی چاہیے کسی قسم کا اس میں ریا نہ ہو۔ جب عبادت ریا سے مبرا ہوگی اور خلوص سے معمور ہوگی تو کاروبار دنیاوی بفضل الٰہی خود بخود سرانجام پانے لگتے ہیں۔

فرمایا: نفل تہجد ہمیشہ پڑھا کرو۔ اگر قضا ہو جائیں تو دن چڑھے قضا پڑھ لیا کرو۔

فرمایا: چار رکعت سنت عصر اور چار رکعت سنت قبل عشاء بھی پڑھ لیا کرو۔

فرمایا: اگرچہ سماع مختلف فیہ ہے مگر ہم نے اسکی حلت اور حرمت کا فیصلہ کردیا ہے۔ عوام کے واسطے حرام اور خواص کیلئے حلال۔

فرمایا: سماع کے آداب یہ ہیں کہ عورتوں، بچوں اور کھیل تماشا سمجھنے والوں کی مجلس میں نہ بیٹھے۔ مضامین شرع کے مطابق ہوں اور شریک ہونے والے تمام باوضو اور شرع کے پابند ہوں نیز فرمایا سماع انہیں لوگوں کے واسطے ہے جنکو صفائی باطن پوری حاصل ہو۔

فرمایا　سلسلہ شریف، درود مستغاث، اسبوع شریف و اسماء الحسنٰی اور دعائے کبیر پڑھا کرو۔ اسماء الحسنٰی کو اس طرح پڑھتے۔

یا اللہ جل جلالہ　یا رحمٰن جل جلالہ　یارحیم جل جلالہ

فرمایا　طریقہ مراقبہ کی مشق بسیار کرنی چاہیے کیونکہ مراقبہ تمام سلاسل میں باب انتہا ہے۔ مراقبہ آرام دہ ہے اور ذکر جہر جلا دیتا ہے۔ پہلے سوز اور جوش پیدا کرتا ہے اور آخر آرام پہنچاتا ہے اور سکون طاری کردیتا ہے۔ اس طریقہ کا ہمیشہ خیال رکھیں۔

فرمایا　ذکر جہر مبتدی کیلیے ہے اور مراقبہ منتہی کیلئے۔

فرمایا　اے سالک! جب "تو" چلا جائے تو یہ فنا ہے اور جب "وہ" درمیان میں آجائے تو یہ بقا ہے۔

فرمایا　جان لے کہ چلتے ہوئے مراقبہ اور اذکار، عظیم تاثیر کے حامل ہیں۔ قدم اٹھاتے وقت گرمی بہت پیدا ہوتی ہے، پس بہت تاثیر حاصل ہوتی ہے۔

اے عزیز! اصل کام ریاضت اور مجاہدہ ہے جس نے بھی پایا مجاہدے سے پایا۔ ایک لحہ بھی پاس انفاس اور وقوف قلبی سے غافل نہ ہونا کہ ہماری ریاضت یہی ہے۔ صرف بھوکے رہنے کو ریاضت نہیں کہتے۔

فرمایا　روغن زرد خوب کھایا کریں اور سر پر بھی ملیں اگر خشکی ہوجائے تو عشق پیدا نہیں ہوتا۔ ان لوگوں کی طرح نہ کرنا جو نانِ جویں کھاتے ہیں اور چلے کاٹنے شروع کردیتے ہیں۔ گوشت اور مرغن چیزوں کا استعمال رکھیں۔ حضرت بعض دفعہ پوچھا کرتے تھے کہ کیا چیز کھایا کرتے ہو۔

فرمایا　تا از ہمہ بیگانہ نشوی یگانہ نہ شوی۔ یعنی جب تک سب سے بے تعلق نہیں ہوگا، درجہ کمال تک نہیں پہنچ سکے گا۔

فرمایا　ہر چہ در بند آنی ، بندہ آنی۔

فرمایا　وحدت الوجود کی اس شخص کو سمجھ آتی ہے جس پر یہ حالت آئے، بغیر حالت آنے کے یہ اعتقاد رکھنا باعث تضیع ایمان ہے۔

فرمایا　پیر پکڑن دی ایہاریت　　بکے حجرے بکے میت۔

فرمایا　پرانا پاٹا ہڈاوٹا تے رکھا سکھا کھاوٹا　　تے در کسے دے تے نہ جاوٹا۔

فرمایا　بھوکے پیٹ کو رجانا اور ننگے تن کو کجنا (ڈھانپنا) مقبول عمل ہے۔ اپنی آرائش و آسائش پر زیادہ نہ خرچ کرنا چاہیے۔

فرمایا　الوداعی ملاقات میں فرمایا "سخاوت میں سورج کی طرح، تواضع میں پانی کی طرح بننا اور تحمل میں زمین کی طرح بن کر مخلوق کی جفاؤں کو برداشت کرنا"

فرمایا　جو کام کرو اللہ جل شانہٗ کے واسطے کرو۔ ہر کار خیر سے مقصود یہ ہو کہ اس کی بدولت وہ سبحانہٗ اپنی محبت عطا فرمائے۔

فرمایا　ہمارے سلوک کی ترتیب یہ ہے کہ ابتدا میں ذکر جہر باشرائط زیادہ کرے تاکہ دل اور تمام وجود سے اسم ذات مفہوم ہونے لگے اور لذت و جمعیت باطنی حاصل ہوجائے۔ پھر مذکور کی طرف بصورت　کانک تراہ　متوجہ رہے تاکہ ذات باری تعالیٰ عز اسمہٗ بلا شائبہ کم وکیف، بلا جہت بحر بے پایاں کی طرح ظاہر ہوکر سالک کو اور تمام　سوا کو اپنے تموج اور تلاطم میں چھپادے۔ یہاں تک کہ یہ ربط دائمی اور لازمی صفت باطن ہوجائے اور اسکی لذت اور اسکا علم بھی سالک کو نہ رہے۔

فرمایا　دنیائے دنی (گھٹیا دنیا) کے واسطے کوئی وظیفہ نہ پڑھا کرو۔ کتب تعویذات و عملیات سالکوں کے لئے راہزن ہیں۔

فرمایا　سالک اپنی صحت اور طاقت کا خیال رکھے۔ ذکر طاقت کے موافق غذا لطیف اور ترکھاوے۔ بھوک اور خشکی کیوقت بجائے جمعیت تفرقہ پیدا ہوجاتا ہے۔ وہ دن گئے کہ بھوکے رہ کر نسبت حاصل کرتے تھے۔

فرمایا　تحفظ نسبت میں اگر وظائف زبانی یا نوافل یا تلاوت قرآن مجید مخل ہوں تو ربط لازمی ہونے تک ترک رکھے۔ اسی نسبت سے سب اعمال کی قبولیت ہے اور اس سے سب کی پوری ہوجاتی ہے۔

فرمایا　التزام صحبت خدا رسیدہ اور انکی توجہ سے مقامات قرب طے ہوتے ہیں۔ صرف

اپنی محنت اور مطالعہ کتب سے کام نہیں چلتا۔

کلید گنج سعادت قبول اہل دل است   مباد کس کہ دریں نکتہ شک و ریب کند

''اہل دل کا قبول کرلینا ہی سعادت کے خزانے کی چابی ہے۔ خبر دار! اس نکتہ میں کوئی شک و شبہ نہ کرے۔''

شبانِ وادیٔ مدین گہے رسد بہ مراد   کہ چند سال بجاں خدمت شعیب کند

''وادی مدین کے شبان (چرواہے) مراد پالیتے اگر وہ بجان و دل چند سال حضرت شعیب کی خدمت کرتے۔''

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے خلفا کو کشکول شریف پڑھاتے تھے۔ اور مرقع شریف پڑھانا تو بجائے خود کسی کو پاس بھی نہیں رکھنے دیتے تھے۔ ایسا ہی باقی عملیات سے سالکین کو محترز ہونے کی ہدایت فرماتے۔

حضور رحمۃ اللہ علیہ اپنے خادموں کو دلائل الخیرات اور اوراد کبریت احمر وغیرہ وظائف لسانی کی اجازت نہ فرماتے۔ ذکر اور مراقبات کو ہی کافی ,وافی اور اصل مقصد فرماتے۔

حضرت مولانا نور احمد چاولی والا کو فرمایا کہ میں تمہیں ایک خاص وظیفہ بتلاؤں۔ اللہ الصمد ہزار مرتبہ پڑھا کرو۔

آپ اکثر لوگوں کو بیعت کے وقت فرمایا کرتے کہ ایک لاکھ اللہ الصمد پڑھ لینا۔

حضور رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد حضرت جلال الدین جھگی والا کی خدمت اقدس میں ایک وظیفہ کی اجازت بوساطت حضرت مولوی صاحب چاولی والا عرض کی۔ آپ نے فرمایا یہ وظیفہ میں بھی نہیں پڑھتا اور نہ حضرت صاحب پڑھتے تھے۔ آپ کو جو حضرت صاحب نے ذکر فکر فرمایا وہی اصل مقصد ہے، اس میں کوشش کیا کریں۔ حضرت خواجہ مولانا احمد تونسویؒ فرمایا کرتے تھے کہ مرقع سالکین کا سخت سدِ راہ ہے۔ اس سے دور رہنا لازم ہے۔

فرمایا ایک شخص کو میں نے تلقین ذکر کی اور اس کو اثر ظاہر ہوا۔ جب گھر گیا تو اس نے الحمد شریف کی تلاوت شروع کردی، وہ اثر جاتا رہا۔ اس نے مجھے کہا کہ آپ نے مجھے خواب میں فرمایا کہ زبانی وظائف سے فائدہ قلبی کھو بیٹھے۔ میں نے اسے کہا کہ مجھے تو یہ طاقت نہیں کہ میری روح جا کر تیری روح کو اس طرح سمجھادے مگر ہاں تمہیں یہ ضروری تھا

کہ میرے کہنے پر عمل کرتا تو تمہیں فائدہ ہوتا۔

مجھے فرمایا کہ میں آپ کو اتنے نصائح اس لئے سنا رہا ہوں کہ آپ پیر طریقت کے خلیفہ ہیں۔ حضرت جلال الدینؒ کی ہدایات مجھے نہایت کارگر ہوئیں۔

حضرت ثانی مولانا احمد خان صاحب نے فرمایا کہ حضرتؒ نے کشکول اور فقرات مجھے عطا فرما کر تاکید فرمائی کہ ان کو ہمیشہ زیر مطالعہ رکھیں۔ کتاب فقرات مورث جذبہ ہیں۔ اور بیان کیا کہ میں نے کئی دفعہ اول سے آخر تک اس کا مطالعہ کیا ہے۔ ہمیشہ عجائب حالات ظاہر ہوتے ہیں۔

ملفوظ حضرت قبلہ عالم مہارویؒ

فرمایا ایک دن حضرت فخر جہاں دہلوی نے فرمایا کہ کتاب ''فقرات'' سے تیرا بہت سا کام بن جائے گا۔ اکثر اس کتاب کو دیکھا کریں۔ یہ کتاب جذبہ عطا کرتی ہے۔

خصوصی وظائف و اذکار

وظائف اور نصائح جو حضرت مرشدم رحمۃ اللہ علیہ نے خاص اوقات میں مجھ سے فرمائے، تمام سلوک کا لب لباب ہیں۔ فرمایا جہر، پاس انفاس، وقوف قلبی، نفل تہجد، نفل اوابین کی میری طرف سے اجازت ہے۔ جو ترتیب ارشاد ہوئی، میں نے ایک کاغذ پر لکھ لی وھو ہذا۔

ترتیب ذکر جہر

قبلہ رو ہو کر چار زانو بیٹھیں کلمہ۔ لا کو بائیں زانو سے شروع کر کے اِلٰہ کو دائیں زانو سے ابتدا کر کے دائیں کندھے پر لا کر الا اللہ کی ضرب دل پر لگائے ہ کی آواز جانب آسمان کرے۔ تصور صورت شیخ اور سمیع علیم و بصیر کی صفات کا خیال شرط ہے۔

اوقات ذکر جہر

بعد نماز مغرب یا وقت سحر یا بعد نماز صبح یا بوقت اشراق۔ لیکن شکم پری یا بھوک کے وقت ذکر جہر نہ کرے۔

پاس انفاس (۳۲)

۱۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ جب سانس باہر آئے تو لا الٰہ کا تصور کرے اور جب سانس اندر جائے تو الا اللہ کا تصور کرے۔

۲۔ اسی طرح سانس باہر جاتے وقت اللہ اور سانس اندر کھینچتے وقت ہٗ کا خیال رکھے۔

وقوف قلبی

یہ تصور کرے کہ میرا دل اللہ اللہ کررہا ہے۔ وہ مجھے اس سے سننا چاہیے۔ تمام ہمت دل کی طرف کرے اور اگر یہ دو اذکار جہر کے بعد کرے تو بڑی ترقی ہوگی۔ (ان اذکار کا بیان کشکول شریف میں بالتفصیل مرقوم ہے)

ترتیب تہجد

بارہ رکعت نوافل چھ سلاموں کے ساتھ اس طرح پڑھیں کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ و آیت الکرسی هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ تک پڑھے اور دوسری میں اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سورہ بقرہ کے آخر تک پڑھے۔ اس کے بعد دو رکعت میں اول میں سورہ اخلاص دس بار دوسری میں نو بار اور اسی طرح ہر رکعت میں ایک بار کم کرتا جائے حتیٰ کہ آخری رکعت میں ایک ایک بار پڑھے۔

نوافل اوابین

نماز مغرب کے بعد چھ رکعت اس طرح پڑھیں کہ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص تین تین بار پڑھی جائے۔ بعد میں دو رکعت حفظ الایمان پڑھیں۔ پہلی رکعت میں سات مرتبہ سورہ اخلاص، ایک بار سورۃ الفلق، دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ اور سات مرتبہ سورہ اخلاص کے بعد ایک بار سورۃ الناس پڑھیں۔

سلام کے بعد سجدہ میں تین بار يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ ثَبِّتْنِي عَلَى الْإِيْمَانِ پڑھیں۔

درود شریف

درود شریف ایک تسبیح اور یا اللہ ایک تسبیح ہر نماز کے بعد پڑھے۔

(بندہ نے) فائدہ باطنی خصوصاً وقوف قلبی کے واسطے حبس دم یا کسی دوسرے شغل کو شروع کیا تو آپ نے (گرامی نامہ میں) تحریر فرمایا۔

برہمان وظائف پیشینہ مواظبت پہلے وظائف پر پابندی اختیار کریں کہ وہی نمائند کہ ایشاں مورثِ جذبات ہستند۔ جذبات (روحانیت) کا وارث بنانے والے ہیں۔

حضرت خواجہ احمد میروی نے مولانا احمد نور کو دیوبند جانے سے منع کردیا

میرے والد گرامی شہر جاتے تو اپنا چہرہ ڈھانپ لیتے کہ مرد کو نظریں نیچی رکھنے کا حکم ہے

اتباع شریعت وسنت اور علم دوستی حضرت خواجہ احمد میرویؒ کی بڑی کرامت ہے

ہمارا ماٹو ہے...... ''حب حق حب محبوبان حق ...... در دلِ احمد بود ہر دم سبق''......

میرے دادا مولانا احمد خان المعروف ثانی صاحبؒ حضرت اعلیٰ کے شاگرد بھی تھے مرید بھی تھے اور خلیفہ بھی

میرے والد نے اپنی زندگی کی آخری نماز بھی باجماعت ادا کی۔ الحمدللہ

برصغیر کے نامور دینی روحانی مرکز خانقاہ عالیہ میرا شریعت کے سجادہ نشین

پیر طریقت حضرت خواجہ مقبول احمد میروی

کی خانقاہی امور پر گفتگو

ملاقات: ملک محبوب الرسول قادری

وطن عزیز پاکستان کے وفاقی دارالحکومت اسلام آباد سے تقریباً 140 کلومیٹر دور ضلع اٹک کی دور افتادہ تحصیل پنڈی گھیب میں واقع عظیم روحانی مرکز...... میرا شریف...... بین الاقوامی شہرت کا حامل ہے اور حضرت قدوۃ الاولیاء خواجہ خواجگان خواجہ احمد میروی قدس سرہٗ العزیز کے وجودِ مسعود کے باعث آج بھی تشنگانِ معرفت الٰہی کے دلوں کی دھڑکن ہے۔ 5 محرم 1430ھ حضرت خواجہ احمد میروی کا صد سالہ یوم وصال ہے۔ اس مناسبت سے آستانہ عالیہ میرا شریف کے وابستگان صد سالہ عرس مبارک کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ انٹرنیشنل

اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد کے ہونہار طالب علم اور خانوادۂ میرا شریف کی علم دوست نوجوان شخصیت صاحبزادہ محمد فاروق احمد میروی کی پرخلوص دعوت پر مجھے خانقاہِ عالیہ میرا شریف حاضری کی سعادت نصیب ہوئی 12 دسمبر 2008ء کی صبح اسلام آباد سے میرا شریف کے لیے روانہ ہوئے تو سارے راستے میں صاحبزادہ محمد فاروق احمد نے اس مرکزِ عرفان کے تاریخی پس منظر اور بزرگانِ میرا شریف کے تعارف کے حوالے سے انتہائی معلومات افروز گفتگو جاری رکھی۔ اُن کی باتیں میرے لیے دلچسپی اور ایمانی حلاوت کا باعث بھی بنیں اور میں سوچ رہا تھا کہ کاش میری ملت کے تمام نوجوان اور بالخصوص خانقاہی نظام سے وابستہ لوگ اسی جذبے کے ساتھ سوچیں تو معاشرے میں فکری انقلاب رونما ہو جائے۔ نمازِ جمعہ کے فوراً بعد آستانہ عالیہ میرا شریف کے سجادہ نشین پیرِ طریقت حضرت خواجہ مقبول احمد میروی سے ملاقات ہوئی اور پھر ہم دربار شریف میں حاضری اور دعا کے لیے چلے گئے۔ نہایت خوبصورت منقش روضۂ مبارک میں

آئندہ 5 محرم سے ہمارے مدرسہ میں درسِ نظامی کا دوبارہ آغاز کر دیا جائے گا

تین بزرگانِ دین آسودۂ خاک ہیں۔ جن میں حضرت خواجۂ خواجگان خواجہ احمد میروی، حضرت مولانا مولوی احمد خان میروی اور حضرت فقیر محمد عبداللہ میروی شامل ہیں روحانی کیف و سرور کا عالم ہے ہر آنے والا اس سے سرشار ہو رہا ہے۔ جبکہ روضہ مبارک کے بیرونی جانب برآمدے میں بھی تین بزرگوں حضرت صاحبزادہ محبوب احمد میروی، حضرت صاحبزادہ ظفر احمد میروی اور حضرت صاحبزادہ منظور احمد میروی کے مزارات موجود ہیں۔ نہایت وسیع و عریض احاطہ اور دربار کے بالکل سامنے محفل سماع کے لیے بہت کشادہ برآمدے بنائے گئے ہیں۔ روضہ مبارک کے بالمقابل ایک وسیع کمرے میں چند مزارات ہیں اور ان کے ساتھ دو بڑی مضبوط الماریوں میں تبرکات رکھے گئے ہیں۔ ان تبرکات میں حضور سید عالم نورِ مجسم ﷺ کے موئے مبارک، آپ ﷺ کے نقش قدم مبارک، حضرت امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰؓ کے حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی، حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی اور بزرگان میرا شریف کے تبرکات محفوظ ہیں۔ حضرت سیدہ کائنات خاتونِ قیامت فاطمۃ الزہراؓ کا کرتہ مبارک اور دیگر بزرگوں کے بہت سارے تبرکات شامل ہیں۔ صاحب سجادہ کی خصوصی شفقت و مہربانی سے ہمیں بھی ان عظیم تبرکات کی زیارت کا شرف

نصیب ہو گیا ورنہ سالانہ عرس مبارک کے موقع پر ہی ان کی زیارت کا اہتمام کیا جاتا ہے۔
نمازِ عصر کے بعد انٹرویو کے لیے حضرت پیرِ طریقت صاحبزادہ مقبول احمد میروی سے تفصیلی نشست کا اہتمام کیا گیا۔ حضرت پیر صاحب نہایت سادہ، خلیق، ذی شعور، مخلص معاملہ فہم، زیرک اور اَنتھک شخصیت کے مالک بزرگ ہیں۔ اور اکابر بزرگانِ دین کی نشانی ہیں انھوں نے اپنے احوال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ والدین نے میرا نام مقبول احمد رکھا۔ میرے والد گرامی حضرت فقیر محمد عبداللہ اور ان کے چچا حضرت مولانا احمد خان میرویؒ المعروف ثانی صاحب اس خطہ مبارکہ کے صالح فکر صوفی اور فطرتاً نیک آدمی تھے۔ میرے دادا جان کا نام محمد عبدالرحمٰن تھا جبکہ ان کے بھائی مولانا احمد خان میروی المعروف ثانی صاحب، حضرت اعلیٰ خواجۂ خواجگان خواجہ احمد میروی قدس سرہٗ کے خلیفہ مجاز تھے۔ انھوں نے تمام علوم کی تکمیل بھی اپنے شیخ طریقت حضرت خواجہ احمد میروی رحمہ اللہ تعالیٰ زیرِ سایہ ہی کی۔ گویا آپ حضرت اعلیٰ کے شاگرد بھی تھے، مرید بھی تھے اور خلیفہ بھی تھے۔

ابتدا میں یہاں 7 درس گاہیں تھیں جو ختم ہو گئیں صرف ایک مدرسہ باقی ہے

میری پیدائش اسی بستی میں 1944ء میں ہوئی۔ میں نے ابتدائی تعلیم خانقاہ شریف کی درسگاہ ہی میں حاصل کی۔ یہیں قرآن کریم ناظرہ پڑھا۔ ابتداً یہاں 7 درسگاہیں قائم تھیں اور چار سو سے زیادہ طلباء زیرِ تعلیم تھے۔ یہاں ہر مدرسے میں قرآن کریم کے حفظ کا اہتمام موجود تھا۔ اور درسِ نظامی بھی پڑھایا جاتا تھا۔ میرے والد صاحب کے وصال (1975ء) کے بعد زمینیں تقسیم ہوئیں اور یہ درسگاہیں بھی تقسیم ہو گئیں۔ پھر آہستہ آہستہ ان کا وجود ہی ختم ہو گیا۔ اب صرف ایک ہی درسگاہ دربار شریف پر موجود ہے۔ جس میں مقامی اور بیرونی ڈیڑھ سو طلباء زیرِ تعلیم ہیں۔ انھوں نے بتایا کہ انشاء اللہ آئندہ سال پانچ محرم الحرام 1430 ہجری کو ہم اس درسگاہ میں درسِ نظامی کی تعلیم کا آغاز بھی کر رہے ہیں جبکہ آج سے تین ہفتے قبل تجوید و قرأت کے شعبے کا آغاز کر دیا گیا ہے۔ حضرت پیرِ طریقت مقبول احمد میروی بتا رہے تھے کہ اس صدی قبل اس خطے میں پنجاب کے باسی طلباء میں یہ بات رواج پکڑ گئی کہ وہ صرف، نحو، منطق اور معقول کے ساتھ ساتھ مشکوٰۃ شریف وغیرہ پڑھ کر ہندوستان کی درس گاہوں کا رُخ کرتے تھے اور دورہ حدیث شریف اُس علاقے میں پڑھا کرتے تھے

سہارنپور، بریلی، لکھنؤ، دیوبند اور دہلی وغیرہ میں معروف درسگاہیں تھیں حضرت اعلیٰ خواجہ احمد میروی قدس سرہٗ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا احمد نور بھی اُس زمانے میں اعلیٰ تعلیم اور دورہ حدیث شریف کے لیے ہندوستان جانے کا پروگرام بنا کر آپ کی خدمتِ عالیہ میں اجازت لینے کے لیے حاضر ہوئے اور سارا ماجرہ گوش گذار کیا حضرت خواجہ احمد میروی نے اُنہیں ہندوستان جانے کی اجازت نہ دی کیونکہ آپ علمائے دیوبند کے مخصوص عقائد ونظریات سے متفق نہیں تھے آپ کے سجادہ نشین اول حضرت خواجہ مولانا احمد خان نے یہ بات جب مولانا عنایت اللہ کو سنائی تو ساتھ یہ بھی فرمایا کہ حضرت خواجہ احمد میروی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا احمد نور کو دیوبند جانے سے منع کیا تھا اور میں اب یہی بات تمہیں بتا رہا ہوں اس پر مولانا عنایت اللہ جو دارالعلوم دیوبند جانے کا ارادہ رکھتے تھے اُنہوں نے بھی وہ ارادہ منسوخ کر دیا اور پھر جامعہ فتحیہ اچھرہ لاہور میں اُستاذ العلماء حضرت مولانا مہر محمد سے دورہ حدیث شریف پڑھا حضرت پیر مقبول احمد نے بتایا کہ حضرت خواجہ احمد میروی کے خلیفہ حضرت سید لال شاہ دوالمیال آپ کی اجازت سے فرقہ ہائے باطلہ کے منفی رجحانات کی تردید، اُن کے اعتراضات کے جوابات اور بوقت ضرورت اُن کے لیڈروں سے مناظرے بھی کیا کرتے تھے اُنہوں نے مزید بتایا کہ میرے والد کے زمانے میں (1961ء کے لگ بھگ) خانقاہ شریف پر موجود لنگر شریف زیر بار آ گیا اور تقریباً تین لاکھ روپے خانقاہ پر قرض ہو گیا۔ اس زمانے میں تین لاکھ روپے کی مالیت آج کی نسبت کہیں زیادہ تھی۔ اس وقت دو اڑھائی سو درویش ہمہ وقت خانقاہ پر رہتے تھے اور دس پندرہ خاندانوں کی رہائش اور طعام وغیرہ کا بار بھی لنگر پر تھا۔ ہر

> 1975ء میں خانقاہ کا لنگر خانہ تین لاکھ روپے کا مقروض تھا میں نے مشائخ کی توجہ اور اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے اسے اچھا مینیج کیا

روز صبح شام تقریباً ایک ہزار افراد کے لیے کھانا پکتا تھا۔ ساڑھے تین چار بوریاں آٹا ہر روز کا خرچ تھا۔ خاندان کے بعض لوگوں نے خانقاہ کے لنگر کو ختم کرنے کا مشورہ بھی دیا اور کوشش بھی کی۔ لیکن ہمارے والد گرامی نے اس مشورے کو قبول نہ کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ جس لنگر کا آغاز حضرت اعلیٰ خواجہ احمد میروی رحمہ اللہ نے کیا ہے میں اس کو بند نہیں کر سکتا۔ 1965ء میں میرے والد گرامی نے لنگر کا سارا انتظام میرے حوالے کر دیا۔ اس کے بعد دس

سال تک وہ حیات رہے۔ 1965ء سے 1974ء تک میں نے لنگر شریف پر موجود تین لاکھ روپے کا قرض بھی ختم کیا اور حکمت عملی سے لنگر شریف کو بدستور جاری رکھا۔ اس وجہ سے میرے والد گرامی مجھ پر بہت زیادہ خوش تھے۔ مجھے دعاؤں سے نوازتے اور حسن انتظام کی داد دیتے۔ جنوری 1975ء میں ان کا انتقال ہو گیا۔ پیر طریقت صاحبزادہ مقبول احمد نے بتایا کہ حضرت زینت السادات خواجہ غلام محی الدین المعروف بابو جی گولڑوی ؒ کے وصال مبارک سے 14 دن بعد ہمارے والد نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ چونکہ میرے والد گرامی حضرت

> دو اڑھائی سو فقیروں اور دس پندرہ خاندانوں کے لیے کھانا لنگر خانے میں دونوں وقت پکتا تھا

بابو جی گولڑوی ؒ کے اچھے دوستوں میں شمار ہوتے تھے۔ جب انھیں معلوم ہوا کہ حضرت گولڑوی ؒ بیمار ہیں تو علالت طبع کے باوجود ان کی بیمار پرسی کے لیے حکیم نور احمد (نادرن اسٹیل کارپوریشن) کے ہمراہ گولڑہ شریف پہنچے۔ تھوڑی ہی دیر پہلے بابو جی گولڑوی ؒ کی ایمبولینس وہاں آ کر رکی تھی اور آپ اسٹریچر پر دراز تھے اور ہچکی آ رہی تھی۔ ہمارے حضرت کو نہایت محبت سے ملے۔ اس وقت تقریباً 70 افراد ان کے پاس موجود تھے۔ آپ نے میرے والد کو اپنے کمرے میں اپنے مصلے پر بٹھایا اور فرمایا کہ آپ کو علم ہے کہ میں نے آپ کو اپنے مصلے پر کیوں بٹھایا ہے؟ میرے والد نے پوچھا آپ ارشاد فرما دیں۔ ارشاد فرمایا اس لیے کہ میرے والد فاتح قادیان حضرت خواجہ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمہ اللہ کی خواہش پر حضرت خواجہ احمد میروی رحمہ اللہ نے میرے منہ میں لب مبارک ڈالا تھا، مجھے سورہ فاتحہ پڑھائی اور دعاؤں سے نوازا۔ اس سے قبل میری زبان میں لکنت کے آثار تھے حضرت خواجہ احمد میروی کی برکت سے وہ آثار زائل ہو گئے۔ میں اس نسبت کو آج بھی ملحوظِ خاطر رکھتا ہوں۔ حضرت بابو جی گولڑوی نے یہ بھی بیان فرمایا کہ اس وقت حضرت خواجہ احمد میروی بہت مسرور تھے اور فرما رہے تھے یہ بچہ بڑا ہو کر بہت کچھ بنے گا جبکہ میرے والد نے کہا کہ ''یہ کچھ نہ ہووے'' خواجہ احمد میروی نے فرمایا ایسا نہ کہیں بلکہ یہ کہیں کہ ''یہ سب کچھ ہووے۔'' میں آج جو کچھ ہوں ان کی دعائیں مجھ پر سایۂ فگن ہیں۔ میرے والد نے گولڑہ شریف سے رخصت ہونے سے قبل حضرت بابو جیؒ کو فرمایا کہ چودہ دن کے بعد پھر ملاقات ہو گی اور ہم وہاں

سے رو نہ ہو آئے۔ اس راز سے پردہ اس وقت افشا ہوا جب بابوجی کی وفات کے چودہ دن بعد میرے والد گرامی کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ تب ہم نے سمجھا کہ دونوں بزرگوں کی باہمی گفتگو میں کیا راز پنہاں تھا۔ حضرت خواجہ احمد میروی دست مبارک پر بیعت کرنے والے علماء کو آپ اوراد و وظائف پڑھنے کے بجائے یہ ہدایت کرتے تھے کہ آپ کا وظیفہ اوراد و وظائف نہیں بلکہ تدریس و تحصیلِ علومِ شریعہ ہی آپ کا وظیفہ ہے کیونکہ طلباء اور علماء تسبیاں پڑھنے کے بجائے رسول اللہ ﷺ کی شریعت کو سمجھیں اور سمجھائیں تو اس کا زیادہ اجر ہے۔ پیر مقبول احمد میروی کہہ رہے تھے کہ حضرت خواجہ احمد میروی فرماتے تھے کہ سالک کے لیے ضروری ہے کہ اس امر کو ہمیشہ پیش نظر رکھے کہ جو وظائف اُس کو اپنے شیخ کی طرف سے مل گئے ہیں اُنھیں غنیمت جان کر شاکرِ رحمان رکھے اور اس امر کے درپے نہ ہو کہ بہت زیادہ وظائف پڑھے جائیں کیونکہ اُن میں حضورِ قلب اور خلوص باقی نہیں رہے گا کثرتِ وظائف سے طبیعت پر اس قدر بوجھ پڑھے گا کہ وظائف میں لذت نہیں رہے گی خشکی اور درد کی شکایت نمودار ہو گی اور جس وظیفہ میں لذت نہ ہو اس کے خاطر خواہ فوائد حاصل نہیں ہوتے۔

خاندان کے بعض لوگوں نے لنگر خانہ ختم کرنے کا مشورہ دیا مگر میرے والد نہ مانے

ایک دن حضرت خواجہ احمد میروی نے اہمیت اوقات کے حوالے سے ارشاد فرمایا کہ سالک کو چاہیے کہ کوئی وقت ذکر الٰہی کے بغیر ہرگز نہ گذارے اور ان اوقات میں کسی غیر کے ساتھ مجالست نہ کرے اوقات کی اہمیت کے حوالے سے وقتِ سحر بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے یہ نور بار اور فیض بخش وقت ہے اُس وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں ہوتی ہے اسی لیے صوفیاء وقت سحر کو "صبح صادقاں" کہتے ہیں کیونکہ اُس وقت مردانِ صادق یادِ الٰہی میں مشغول ہوتے ہیں دوسرا وقت بعد نمازِ فجر کا ہے سالک کو چاہیے کہ نمازِ فجر کے بعد کچھ دیر اکیلا بیٹھ جائے اور جب تک سورج دو نیزہ کے برابر نہ ہو جائے یادِ الٰہی میں محو و مستغرق رہے اور اللہ تعالیٰ کے ہر غیر سے جدا رہے تیسرا وقت مغرب کا ہے نمازِ مغرب کے بعد کا وقت بہت ذوق بخش ہوتا ہے اور اہل اللہ اُس وقت عبادت الٰہی میں بہت مسرور ہوتے ہیں اُنھوں نے حضرت خواجہ احمد میرویؒ کا ایک واقعہ سنایا جو استغنا کے باب میں اپنی نوعیت کی منفرد مثال ہے۔ انھوں نے بتایا کہ ایک رئیس بہت ساری نذر لے کر حضرت خواجہ احمد میرویؒ کی مجلس میں آیا تو اس کا خیال تھا

کہ آج مجلس مبارک میں میری خوب پذیرائی ہو گی کیونکہ کافی ساری نذر پیش کروں گا اور دوسرے یہ کہ وہاں بیٹھنے والے ویسے بھی فقیر اور درویش لوگ ہیں۔ جب وہ حاضرِ خدمت ہو گیا اور قدم بوسی کر لی تو آپ نے روحانی تصرف سے اس کے قلبی فساد سے مطلع ہو کر فرمایا۔ نواب صاحب! ذرا پیچھے ہٹ کر بیٹھو...... وہ پیچھے ہٹا فرمایا ذرا اور پیچھے ہٹ کر بیٹھو۔ وہ اور پیچھے ہٹا آپ فرماتے رہے حتیٰ کہ وہ علماء، درویشوں، صوفیوں، علماء اور فقیروں سے پیچھے جوتیوں کے پاس پہنچ گیا۔ اس پر حضرت اعلیٰ خواجہ احمد میروی قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا کہ علماء کی جوتیاں اور ہمارا سر اور ہماری جوتیاں تمھارے جیسے دنیا داروں کا سر، تمھارے جیسے مغرور کی جگہ ان درویشوں کی جوتیوں میں ہے۔ آپ کے اس عمل سے اس کی قلبی صفائی ہو گئی۔ نخوت وغرور اور تکبر اس کے سینے سے محو ہو گیا اور اس نے بقیہ زندگی عجز و انکسار کے ساتھ بسر کی۔

حضرت بابوجی گولڑویؒ نے فرمایا کہ حضرت خواجہ احمد میرویؒ کی برکت سے میری لکنت ختم ہو گئی

حضرت پیر مقبول احمد بتا رہے تھے کہ میرے والد گرامی انتہائی متقی اور پرہیزگار شخصیت کے مالک تھے۔ وہ جب راولپنڈی وغیرہ جاتے تھے تو اپنے چہرے کو کپڑے سے ڈھانپ لیتے۔ کسی نے پوچھا اس کا سبب کیا ہے تو فرمایا کہ شہروں میں عورتیں ننگے سر اور کھلے منہ گھوم رہی ہوتی ہیں اور مردوں کو نظریں نیچی رکھنے کا حکم ہے۔ میں اس لیے بھی چہرہ چھپا لیتا ہوں کہ مجھے حضرت خواجہ احمد میروی کا سجادہ نشین بنایا گیا ہے اور میں اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا۔ انھوں نے بتایا کہ میرے والد گرامی مجھ سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ دس سال تک ان کا یہ معمول رہا کہ میں جس وقت گھر آتا وہ تب کھانا کھاتے۔ حالانکہ گھر میں میری والدہ تھی، بھائی تھے لیکن وہ فرماتے کہ جب مقبول احمد آئے گا میں اس کے ساتھ کھانا کھاؤں گا۔

وہ بتا رہے تھے کہ گولڑہ شریف میں ایک عالم مولانا محمد غازی خطیب تھے۔ اور وہ نمازِ مغرب بہت جلد پڑھا دیتے تھے۔ اُن کا اصل تعلق علاقہ چھب (موضع رتی کیڑی) سے تھا۔ انھوں نے اعتراض کیا کہ حضرت خواجہ احمد میروی مغرب کی نماز معمولی تاخیر سے پڑھتے۔ جبکہ اس میں تعجیل چاہیے۔ حضرت پیر مہر علی شاہؒ نے یہ قضیہ یوں چکایا کہ حضرت اعلیٰ خواجہ احمد میروی گولڑہ شریف گئے۔ نمازِ مغرب کا وقت قریب تھا انھوں نے وضو شروع

کیا۔ حضرت پیر مہر علی شاہؒ منتظر تھے۔ اسی دوران دو مرتبہ مولانا محمد غازی نے نماز کے لیے پیغام بھیجا اس کے جواب میں حضرت پیر صاحب نے کہلا بھیجا کہ حضرت خواجہ احمد میروی آئیں گے تو نماز ہوگی۔ گویا جب وہ تشریف لائے تو نماز کا اہتمام ہوا۔ مولانا محمد غازی صاحب کے اعتراض پر حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب نے ارشاد فرمایا کہ اگر قیامت کے دن اس نماز سے متعلق ہم سے پوچھا گیا تو ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کر دیں گے کہ تیرے ایک محبوب بندے کے لیے ہم نے نماز پڑھنے میں قدرے تاخیر کی۔ حضرت خواجہ احمد میروی جب تاخیر سے نماز پڑھنے کے لیے آئے تو فرمایا میں مسکین آدمی ہوں۔ چلو ہم نے نماز پڑھ تو لی ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا۔ لیکن مولانا صاحب اصل مسئلہ یہ ہے چونکہ یہ پہاڑی علاقہ ہے اس لیے کم از کم سورج چھپ جانے کے پندرہ منٹ بعد تک غروبِ آفتاب کا انتظار کرنا چاہیے۔ اس کے بعد حضرت خواجہ احمد میروی نے ''رسالہ مغربیہ'' تصنیف فرمایا جو اپنے موضوع پر ایک علمی شاہکار ہے اور اس پر اجلہ اکابر کی تحقیق اور تائید شامل ہے۔

حضرت خواجہ احمد میرویؒ کا ''رسالہ مغربیہ'' اپنے موضوع پر علمی و تحقیقی شاہکار ہے

حضرت خواجہ مقبول احمد میروی نے بتایا کہ جب میں نے ایف اے پاس کر لیا تو جنرل حق نواز میرے والد کے پاس حاضر ہوئے اور انھوں نے مشورہ دیا کہ مقبول احمد کو کمشن کے لیے آرمی میں بھیج دیا جائے اور میں اُس کا سارا انتظام کرتا ہوں۔ میں بھی رضامند ہو گیا لیکن میرے والد گرامی نے مجھے فرمایا کہ اگر تم جانا چاہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں لیکن دنیا میں تم جتنی بھی ترقی کر لو بالآخر کسی نہ کسی کے ماتحت رہو گے۔ میں تمھیں اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں اگر تم یہیں رہو دین اور مخلوق کی خدمت کرو، اپنے خدا کے تابع رہو گے۔ کسی اور کی محتاجی نہیں ہوگی۔ میں نے ان کے اس مشورے کو صائب جانا اور آرمی میں جانے کا خیال دل سے نکال دیا۔ انھوں نے بتایا کہ اس زمانے میں لنگر خانے کو نہ تالا تھا اور نہ ہی کسی طرح کا کوئی صرف صندوق بس مٹی کا ایک برتن (دوری) تھا جس میں پیسے رکھے ہوتے تھے اور جس قدر ضرورت ہوتے تھے فرماتے جاؤ اندر، دوری سے اتنے پیسے نکال لاؤ۔ ہم ان کے ارشاد کے مطابق پیسے گن کر لے لیتے۔ اس زمانے میں ایک ٹرک آٹا تقریباً دو ہفتے میں ختم ہو جاتا تھا۔ کسی نے کہا کہ آپ غلہ اور پیسہ جمع کیوں نہیں کرتے؟ اپنی

زندگی کی آخری رات انھوں نے ارشاد فرمایا کہ وہ ایک چڑیا ہے اس کو ساری زندگی میں کبھی ایک دن بھی فاقہ کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ میں پینتالیس سال سے دیکھ رہا ہوں یہ ہر روز صبح سویرے اُڑتی ہے اور دانا دنکا چگ کر شام کو واپس آ جاتی ہے۔ یہ بھوکی نہیں رہتی۔ میں اور آپ تو انسان ہیں اور پھر مومن ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل پیدا کرنا چاہیے۔ آپ کی باتیں سنتے ہوئے میرے دل میں خیال آیا کہ پوچھ لوں اگر کبھی ضرورت پڑے تو لنگر کے لیے قرض لے لوں لیکن میری ہمت نہ ہوئی اور میں پوچھ نہ سکا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ لنگر شریف کو کبھی تنگی کا سامنا کرنا ہی نہیں پڑا۔ حضرت صاحب بتا رہے تھے کہ ہمارے والد صاحب کی خدمت میں ایک شخص آیا اُس کو پینتیس سو روپے دینا تھے حضرت نے مجھے فرمایا دوری سے اس کو پیسے دے دینا، کچھ دیر کے بعد میں گیا تو اندر سے کنڈی لگی ہوئی تھی۔ دروازہ کھٹکھٹایا تو معلوم ہوا کہ کوئی صاحب پیسے چوری کر کے لے جا رہے ہیں۔ میں نے آ کر بتایا تو مجھے آپ نے تاکید فرمائی کہ اس شخص کے حوالے سے اس واقعہ کا کہیں بھی ذکر نہ کرنا اور اس شخص کو خون کی اُلٹیاں آئیں گی اور وہ توبہ بھی کر لے گا، گویا ایسا ہی ہوا۔ ہمارے والد گرامی دوسروں کی دلجوئی اپنی ذمہ داری سمجھتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک ارادت مند خاتون جس کا تعلق علووالا سے تھا وہ کپڑوں کا ایک جوڑا سی کر لائی۔ جو موسم گرما کے تھے اور اس وقت سردی کا موسم تھا۔ لیکن آپ نے صرف اس خاتون کی دلجوئی کی خاطر وہ جوڑا زیب تن فرما لیا اور موسم کی شدت کو برداشت فرماتے رہے۔ وہ نماز انتہائی انہماک اور پابندی سے ادا کرتے تھے۔ آخر زمانہ میں جب زیادہ علیل ہو گئے تو فرماتے میری چارپائی اُٹھوا کر مسجد میں لے جاؤ۔ نماز باجماعت ہی ادا کروں گا۔ انھوں نے اپنی زندگی کی آخری نماز جو عصر کی نماز تھی وہ بھی مسجد میں باجماعت ادا کی۔ الحمدللہ! انھوں نے اپنے وصال سے چند لمحے پہلے بھی ایک مصرعہ پڑھا۔

کرم کردی الٰہی زندہ باشی

میں نے آرمی کمیشن کی آفر والد گرامی کی مرضی پر ٹھکرا دی

حضرت پیر مقبول احمد میروی نے کرامت سے متعلق ایک سوال کے جواب میں بتایا کہ صوفی علاؤ الدین حضرت اعلیٰ خواجہ احمد میروی قدس سرہٗ کے مرید تھے۔ وہ کسی زمانہ میں متحدہ

ہندوستان کے پی ایم جی رہے۔ ریٹائر ہو کر میرا شریف آ گئے۔ حضرت اعلیٰ سے انھیں عشق کی حد تک پیار تھا لیکن زیادہ وقت حضرت ثانی ؒ کی خدمت عالیہ میں رہے اور ان کے وصال مبارک کے بعد مختلف مقامات پر مجذوبانہ زندگی بسر کرنے لگے۔ ایک رات نو بجے ہم نے انھیں اسلام آباد زیرو پوائنٹ سے گزرتے ہوئے دیکھا۔ تو میں اپنے ایک عزیز کے ساتھ ان کے پاس گیا۔ ہم نے سلام کہا وہ ہماری طرف متوجہ ہوئے۔ سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ میں بری امام سرکارؒ کی خدمت میں ایک خاص مقصد کے لیے جا رہا ہوں۔ حضرت سیّدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کی صدارت میں تکوینی نظام کے متعلقین کا ایک اجلاس منعقد ہوا اور اس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ بھٹو کی حکومت ختم کر دی جائے۔ تو میں اس سلسلے میں بری امامؒ سے دستخط کروانے جا رہا ہوں۔ ہم نے بات سنی اور حیران رہ گئے۔ لیکن ہم اس وقت اس کی تہہ تک نہ پہنچ سکے۔ اُسی رات ساڑھے گیارہ بجے ہر کسی نے سن لیا کہ پاکستان کے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کو گرفتار کر لیا گیا ہے اور جنرل ضیاء الحق چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بن گئے ہیں۔ صاحبزادہ پیر مقبول احمد میروی نے بتایا کہ یہ صوفی علاؤ الدین، حضرت مولانا احمد خان ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے عاشق زار تھے اور صورتِ حال یہ ہوگئی کہ ان کی بیوی نے حضرت مولانا احمد خان ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے خلاف عدالت میں مقدمہ دائر کرا دیا تھا کہ میرا خاوند ہر وقت اس بزرگ کی خدمت میں رہتا ہے۔ اس کو وہاں سے الگ کیا جائے۔ حضرت مولانا احمد خان ثانی رحمتہ اللہ علیہ [illegible]را شریف میں دربار شریف کے سامنے مغرب میں پہاڑیاں پر چلہ کیا کرتے تھے۔ انھوں نے صوفی علاؤ الدین کو بھی وہاں چلہ کٹوایا۔

علالت کے سبب حکم فرمایا کہ میری چارپائی مسجد میں لے جاؤ نماز باجماعت ضروری ہے

حضرت پیر مقبول احمد نے بتا رہے تھے کہ میں نے درسِ نظامی کی کتابیں زلیخا تک پڑھیں۔ میرے استاد مولوی فیروز الدین رحمتہ اللہ علیہ تھے۔ نہایت نیک، صالح اور مستند عالم دین تھے۔ بعد ازاں شہید کر دیے گئے۔ حضرت پیر صاحب بتا رہے تھے کہ میں ذاتی طور پر طبیب ہوں، فالج وغیرہ کے مریض ملک بھر سے میرے پاس آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے صحت یاب ہو کر واپس جاتے ہیں۔ مولانا غلام رسول پنجاب یونیورسٹی

کے استاد تھے اور دیوبندی مکتبہ فکر سے ان کا تعلق تھا۔ انھیں فالج کا عارضہ لاحق ہو گیا۔ وہ بیماری سے اس قدر پریشان ہو گئے کہ انھوں نے خودکشی کا ارادہ کر لیا۔ وہ خود بتاتے تھے کہ مجھے سرکار دو عالم ﷺ کی زیارت ہوئی اور انھوں نے مجھے فرمایا کہ خودکشی کرنا حرام ہے تم حرام موت نہ مرو۔ اس کے بعد وہ اپنے عقائد باطلہ سے بھی تائب ہو گئے۔ اُن کے والد حضرت خواجہ احمد میروی سے بیعت تھے۔ وہ ہمارے پاس آئے اور ایک دو خوراکیں دوائی کھانے کے بعد صحت یاب ہو گئے۔ انھوں نے انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں حضرت خواجہ احمد میرویؒ کا ذکر شامل کرایا۔

حضرت خواجہ احمد میرویؒ کے دست مبارک پر بیعت کرنے والا فاسق فاجر نہیں رہتا تھا

ایک سوال کے جواب میں پیر صاحب نے بتایا کہ میرے سسر حضرت حکیم پیر فتح شاہ ہاشمی پورے مغربی پاکستان طبی کانفرنس کے صدر اور طبی بورڈ کے رکن تھے۔ میں نے طب ان سے سیکھی اور ہومیو پیتھک کا کلینک عبدالرحمٰن اخلاقی صاحب سے۔ وہ مدینہ منورہ میں رحلت فرما گئے۔ پیر مقبول احمد میروی نے بتایا کہ بہت سارے دیوبندی علماء حضرت خواجہ احمد میرویؒ کی خدمت میں آئے اور مرید ہو گئے جبکہ بریلی شریف سے فارغ التحصیل دو علماء حضرت مولانا مفتی عثمان غنی چاولی (چکوال) اور حضرت مولانا نصیر الدین (پنڈی گھیب) کی بیعت بھی میرا شریف سے تھی۔ اختلافی مسائل میں حضرت خواجہ احمد میرویؒ زیادہ دلچسپی نہیں رکھتے تھے۔ لیکن ان کا ارشاد تھا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب ﷺ کی وفا اور محبت ہی دنیا اور آخرت میں تحفظ کی ضمانت ہے۔ حضرت خواجہ احمد میرویؒ جس پر دست شفقت رکھتے تھے وہ فاسق فاجر نہیں رہتا تھا۔ اتباع شریعت و سنت اور علم دوستی حضرت اعلیٰ خواجہ احمد میرویؒ کی بڑی کرامت تھی۔ آپ کے ہاتھ میں ہاتھ دینے والا گناہ کی زندگی سے نجات پا جاتا تھا۔ انھوں نے بتایا کہ مشہور مماتی خطیب مولوی غلام خان کا استاد مولانا محمد غزالی ٹمن ملتان خورد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے بیعت کے لیے عرض کی۔ آپ نے فرمایا کہ میں تین شرائط پر آپ سے بیعت لیتا ہوں۔ نمبر 1: آپ آئندہ علاقے کے رئیس، خان بہادر ٹمن کے گھر کھانا کھانے نہیں جائیں گے۔ اس نے عرض کیا وہ میرا دوست ہے۔ آپ نے فرمایا اگر وہ تمہارا دوست ہے تو وہ مسجد میں

تمھارے لیے کھانا لائے تم اس کے گھر کھانا کھانے مت جاؤ کیونکہ اس سے دین کی تذلیل ہے اور مسجد میں آنے سے اس کی عزت ہے۔ نمبر 2: اپنی ذات کے لیے کسی بھی شخص سے کبھی سوال نہ کرنا اور اگر پھر رزق میں کمی آ جائے تو مجھے پکڑ لینا۔ تم اللہ کی رضا کی خاطر اللہ کا دین اللہ کی مخلوق کو پڑھاؤ۔ نمبر 3: میرے مرید ہونے کے بعد ہمہ وقت میرے پاس دوڑے آنے کے بجائے طلباء کو اسباق پڑھانا اور ان کے اسباق ضائع نہ کرنا۔ اگر یہ تینوں باتیں منظور ہیں تو میں تمہاری بیعت لیتا ہوں اور اگر منظور نہیں تو تم کوئی اور پیر تلاش کر لو۔ اس نے کہا کہ دو باتیں تو ٹھیک ہیں لیکن آخری بات نہیں مانوں گا۔ آپ کی زیارت کے لیے ضرور آؤں گا۔ خواجہ احمد میرویؒ نے پھر منع فرمایا کہ اگر تمھارے میرے پاس آنے کی وجہ سے طلباء کا ایک سبق بھی ضائع ہو گیا تو قیامت کے دن مجھ سے اس کی باز پرس ہو گی لہٰذا تم وہیں رہ کر پڑھاؤ۔

انھوں نے کچھ عرصہ تو صبر کیا لیکن پھر ایک دن ٹمن سے طلباء کو اپنے ہمراہ تیار کر لیا کہ میں ساری کلاس سمیت میرا شریف حضرت کی خدمت میں حاضری کے لیے جاتا ہوں۔ اس معاملہ کو آپ نے روحانی تصرف سے ملاحظہ فرما لیا۔ آپ نے بہت ساری مٹھائی اور کھانا تیار کروایا اور میرا شریف سے ٹمن کے لیے روانہ ہو گئے۔ جب ٹمن سے سات آٹھ میل کے فاصلے پر تھے تو ملاقات ہو گئی اور آپ نے فرمایا کہ تم نے اپنا وعدہ ایفا نہیں کیا لیکن میں تمھیں اس سے بچانے کے لیے لنگر لے کر یہیں آ گیا ہوں۔

میں نے ایک مرتبہ حج اور چار مرتبہ عمرہ وزیارت کی سعادت حاصل کی

حضرت پیر مقبول احمد میروی نے حیران کر دینے والی ایک بات بتائی کہ انھیں مولانا غزالی نے ایک مرتبہ حضرت اعلیٰ خواجہ احمد میروی سے عرض کیا کہ میں نے اپنی زندگی میں بہت سی گستاخیاں کی ہیں۔ آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرما دے اس پر خواجہ احمد میروی نے انھیں ارشاد فرمایا کہ تمہاری زبان پر ایک پھوڑا نکلے گا۔ پندرہ دن اس کی زندگی ہوگی۔ اس کے بعد یا پھوڑا نہیں ہوگا یا تم نہیں ہو گے۔ یہی ہوا مرض الموت میں ان کی زبان پر پھوڑا نکلا اور وہ پندرہ دن کے بعد راہیِ ملکِ عدم ہو گئے۔ ان کی وفات سے تین دن پہلے 19 رمضان کو میں ان کی بیمار پرسی کے لیے حاضر ہوا تو انھوں نے مجھے یہ ساری بات بتائی اور 22 یا 23 رمضان کو ان کا انتقال ہو گیا۔

حضرت پیر صاحب بتا رہے تھے کہ ملھووالی گاؤں میں ایک مناظرہ ہوا اور اس کا موضوع حضور ﷺ کی بشریت اور نورانیت مقرر کیا گیا تھا۔ مولوی نور محمد دیوبندی عالم تھے۔ مگر حضرت اعلیٰ کے مرید تھے۔ انھوں نے اس مناظرے میں دلائل سن کر یہ اعلان کیا کہ حضور ﷺ نور ہیں۔ مگر بشری لباس میں دنیا کے اندر تشریف لائے۔ آپ ﷺ کے نور کا انکار یا بشریت کا انکار ایک جیسی گمراہی ہے۔ حضور ﷺ کو نور الانوار اور سیّد البشر ماننا ایمان کا تقاضا ہے۔ حضرت خواجہ احمد میرویؒ کے حلقے میں شامل جتنے دیوبندی علماء تھے سارے کے سارے خانقاہ عالیہ پر آ کر ہاتھ باندھ کر درود و سلام پڑھتے، ذکر جہر کرتے اور اہلسنت کے تمام معمولات و عقائد عملاً اختیار کرتے تھے اور اپنے سابقہ معتقدات کے قائل نہ رہتے تھے۔ انھوں نے بتایا کہ حضرت خواجہ احمد میرویؒ کے جنازہ میں فاتح قادیان حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ خود شریک ہوئے۔ وہ روحانی اشارے پر پاکپتن شریف سے سیدھے میرا شریف آئے۔ وہ حضرت اعلیٰ خواجہ احمد میروی کو اپنا شیخ صحبت سمجھتے تھے۔

حضرت پیر مہر علی شاہؒ، حضرت خواجہ احمد میرویؒ کو اپنا شیخ صحبت مانتے تھے

پیر صاحب میرا شریف نے بتایا کہ محمد محمود، محمد نظام احمد اور محمد فاروق احمد میرے تین بیٹے ہیں۔ اور پانچ بچیاں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائیں۔ ایک سوال کے جواب میں انھوں نے بتایا کہ خانقاہ شریف کی برکت سے ہزاروں لوگ میرے ذریعے سے سلسلہ شریف میں داخل ہوئے ہیں اور میں نے کسی کو خلافت نہیں دی۔ دراصل میں اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا کہ کسی کو خلافت دوں۔ میں نے چار مرتبہ عمرہ کی سعادت حاصل کی۔ 1980ء، 1984ء، 1991ء، 1995ء جبکہ ان عمروں سے قبل 1977ء میں حج و زیارت کے لیے حرمین شریفین کا سفر کیا تھا۔ ایک سوال کے جواب میں انھوں نے بتایا کہ میرا شریف میں حضورe کا نقش قدم مبارک موجود ہے۔ یہ حضرت اعلیٰ خواجہ احمد میرویؒ کے زمانے میں اجمیر شریف سے ہمیں حاصل ہوا تھا۔ آج بھی اورنگ آبادی حضرات سے ہمارا رابطہ قائم ہے۔ انھوں نے بتایا کہ حضرت خواجہ احمد میروی اپنی زندگی میں دو مرتبہ گولڑہ شریف گئے اور حضرت پیر مہر علی شاہؒ بھی آپ کی حیات میں یہاں کئی مرتبہ آئے۔ انھوں نے بتایا کہ مرکزی جامع مسجد راولپنڈی کا سنگ بنیاد بھی حضرت اعلیٰ خواجہ احمد میرویؒ نے رکھا تھا۔

حضرت خواجہ احمد میروی نے جب وہ مسجد بنوائی تو آپ نے عام لوگوں کو اس عظیم کام میں شریک کرنے کے لیے اعلان کیا کہ ہر کوئی ایک روٹی کا آٹا ہر روز مسجد کی تعمیر کے لیے جمع کرائے۔ اس طریقے سے راولپنڈی کی یہ اہم تاریخی جامع مسجد قائم ہوگئی۔ میرا شریف میں پینے کے پانی کی فراہمی کے لیے حضرت خواجہ احمد میرویؒ نے پہاڑ کے نیچے ایک کنواں کھدوا کر شہر میں دوسرا کنواں بنوایا اور اس زمانے کے جدید ترین نظام کے ذریعے سے نیچے کے کنویں سے پانی اوپر والے کنویں میں آتا تھا جس سے سارا شہر استفادہ کرتا تھا اور پانی براہ راست مسجد میں جاتا۔ اُس زمانے میں راولپنڈی اور میرا شریف کی جامع مسجد کے لیے سات سات فٹ لمبے بھاری بھرکم مضبوط پتھر میرا شریف میں بنوائے اور لگوائے۔ انھوں نے بتایا کہ حضرت خواجہ احمد میروی انگریز اور انگریزی نظام سے بے حد نفرت کرتے تھے۔

مرکزی جامع مسجد راولپنڈی کا سنگ بنیاد حضرت میرویؒ نے رکھا

انھوں نے ساری زندگی میں کبھی انگریز سے ملاقات نہیں کی۔ آپ نے اپنے وہ تربیت یافتہ حضرات میں سے حضرت مولانا احمد خانؒ (ثانی) کی خصوصیت تربیت فرمائی تھی۔ حضرت مولانا احمد خان انتظامی امور میں حضرت سیدنا فاروق اعظمؓ کے نقش قدم پر تھے۔ انھوں نے میرا شریف میں صنعت و حرفت کے حوالے سے پورا نظام قائم کیا۔ کپڑا بنانے کے لیے انصاری برادری کے ایک خاندان کو وہاں پر آباد کیا اور انھیں کھڈیاں لگا کر دیں جو وہیں پر کپڑا بنایا کرتے تھے۔ کپڑے دھونے کے لیے ایک دھوبی خاندان بسایا اور جوتے بنانے کے لیے چمڑے کو رنگنے اور جوتے بنانے کے ماہر افراد کو میرا شریف میں آباد کیا اور انھیں نصیحت کی کہ لنگر شریف میں ذبح ہونے والے جانوروں کے چمڑے ضائع کرنے کے بجائے رنگیں اور تیار کر کے اُن سے جوتے بنائے جائیں جو سارے شہر کے باسیوں اور دربار شریف پر آنے والے درویشوں، فقیروں، خدام اور علماء وغیرہ کو استعمال کے لیے دیے جائیں۔ ان کی زندگی میں شریعت مطہرہ کا پہرہ نظر آتا تھا۔ وہ بے نمازی کی اصلاح کرتے تھے۔ انھوں نے جاہلانہ رسوم اور رواجات کی اصلاح کی۔

....

تاجدارِ اقلیم ولایت حضرت خواجہ احمد میروی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

تحریر: پروفیسر محمد اکرم رضا...... گوجرانوالہ

صوفیائے کرام اور اولیائے عظام نے اس کائنات کے براعظم، ملک، شہر، علاقے اور بستی کو تعلیماتِ ربانی اور تجلیاتِ انوارِ مصطفوی ﷺ سے منور کرنے کی کوشش ہے۔ آج بزمِ مستی میں جس قدر بھی انوارِ اسلام کا اجالا نظر آتا ہے وہ انہی محسنین اسلام کی خدماتِ جلیلہ کا صدقہ ہے۔ انھوں نے علم سے تلوار کا اور عمل سے زرہ کا کام لیا۔ خلوصِ عمل کو مشعل راہ بنایا اور روحانی پاکیزگی کے ستارے بکھیر دیے۔ اس لیے یہ جدھر بھی گئے زمانہ ان کے قدموں تلے مسخر ہوتا گیا، تاریخ ایمانی نئی داستان رقم کرنے لگی۔ ظلمات میں بھٹکنے والوں کو انوارِ حق کا سراغ ملا اور لاتعداد اصنام باطل کے سامنے سربسجود ہونے والی ہستیاں ان کی تعلیمات کے طفیل خدائے واحد کے سامنے سجدہ ریز ہوگئیں۔ شاعر مشرق کے لفظوں میں

ہم سے پہلے تھا عجب تیرے جہاں کا منظر
کہیں مسجود تھے پتھر، کہیں معبود شجر
خوگرِ پیکر محسوس تھی انساں کی نظر
مانتا پھر کوئی ان دیکھے خدا کو کیونکر
تجھ کو معلوم ہے لیتا تھا کوئی نام ترا
قوتِ بازوئے مسلم نے کیا کام تیرا

قدوۃ السالکین، ماہتابِ سالکین حضور خواجۂ عالم خواجہ احمد میروی چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ کا شمار بھی ایسے ہی عظیم فرزندانِ جلیل میں ہوتا ہے، جن کی زبان کی تاثیر اور کردار کی تنوہر نے ''میرا شریف'' (اٹک) کو مرکز روحانیت بنا کر چار جانب شمع اسلام کی روشنی کو یوں ضوریز کیا کہ شمع توحید کے پروانے شہروں کی آسائشیں چھوڑ کر اس بظاہر ستان علاقے میں

آ کر اس شمع نور پر تصدق ہونے لگے۔ انھیں علاقے سے غرض نہیں تھی ان کا جذبۂ سوزش انھیں شمع پر قربان ہونے کے لیے اُکسا رہا تھا۔ جہاں شمع ہوگی پروانے تو وہیں جائیں گے جہاں حسن بے پروا ہوگا عشق بلاخیز تو وہیں نچھاور ہوگا۔ "میرا شریف" کے دشوار گزار اور پتھریلے علاقے کو کون دیکھتا تھا وہاں تو سب شمع روحانیت پر قربان ہونے کے لیے ایک دوسرے پر بازی لے جانے کی کوشش کر رہے تھے۔

حسن بے پروا کو اپنی بے نقابی کے لیے
ہوں اگر شہروں سے بَن پیارے تو شہر اچھے کہ بن

میرا شریف پنڈی گھیب تحصیل کا ایک دور افتادہ گاؤں ہے۔ حضرت اعلیٰ خواجہ احمد میروی رحمتہ اللہ علیہ جو کہ ایک گاؤں منگروٹہ ضلع ڈیرہ غازی خان کا قصبہ ہے۔ وہاں سے اقلیم فقر کے سلطان مرشد اعلیٰ حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسویؒ کے حکم کی تعمیل میں ہجرت کر کے میرا شریف میں مقیم ہو گئے لیکن یہ تب کی بات ہے جب ذرۂ نیاز آفتاب سلیمانی کے انوار سے ضوریز ہو کر خود ایک نجم کامل کی صورت اختیار کر چکا تھا۔ اس دور میں جبکہ مسلمان حکومت زوال کی حدوں کو چھو رہی تھی۔ طوائف الملوکی کا زمانہ تھا۔ پنجاب میں سکھا شاہی نے اپنے پنجے مضبوطی سے گاڑ لیے تھے۔ شعائر اسلامی مسخ ہو رہے تھے۔ اس دورِ پُرآشوب میں آفتاب سلیمانی حضرت شاہ سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کے فیوض واکرام سے پنجاب میں بالخصوص چشتیت کے حوالے سے معرفت کی بہار آئی ہوئی تھی۔ حضرت شاہ سلیمانؒ نے تونسہ کو مرکز طریقت بنایا۔ آپ کے قدموں کے طفیل بہت جلد تونسہ شریف سے معرفت کا بحرِ بے کراں پھوٹ پڑا جس کے فیوض سے پنجاب کے اطراف واکناف میں معرفت الٰہی کی وہ سدا بہار نہریں جاری ہوئیں جن سے نجانے کتنے زمانے رضائے الٰہی کے آبِ حیات سے اپنی پیاس بجھا رہے ہیں۔

اس وقت جبکہ تونسہ شریف کا آفتاب زرنگار انتہائی بلندیوں کو چھو رہا تھا حضرت اعلیٰ خواجہ احمد میروی کے والد گرامی اور جد اعلیٰ آپ کے مرید ہو گئے۔ ان کے والد گرامی کا نام میاں برخوردار تھا جو یتیمی میں پروان چڑھے تھے۔ آپ کھوکھر خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے جد اعلیٰ میاں گل فقیر کی بلوچوں کے ایک قبیلے بزدار کی نیک خاتون سے

شادی ہو گئی۔ انہی سے حضرت میاں برخوردار کی شادی ہوئی۔ میاں برخوردار آفتاب ولایت حضرت شاہ سلیمان تونسویؒ سے بیعت کی بدولت عطا ہونے والے روحانی فیوضات کا لطف اُٹھا رہے تھے۔ حضرت خواجہ احمد میرویؒ ۱۲۵۰ھ بمطابق ۱۸۳۲ء میں پیدا ہوئے بعض تذکرہ نگاروں نے سال ولادت ۱۸۳۷ء رقم کیا ہے۔ آپ پانچ سال کے ہوئے تو والد محترم انھیں گاؤں سے چار کوس دور ایک بزرگ کے پاس دینی تعلیم کے لیے چھوڑ آئے۔ آپ دینی تعلیم سے فراغت کے بعد استادِ محترم کی بکریاں چرایا کرتے تھے۔

حضرت اعلیٰ خواجہ احمد میروی رحمتہ اللہ علیہ کا تو خاندان ہی شاہ سلیمانؒ تونسویؒ کی روحانی توجہات کا اسیر تھا۔ آپ دن رات آفتابِ تونسوی کا تذکرہ سنتے تو دل مچل مچل اٹھتا۔ آخر ایک روز آرزو رنگ لے آئی۔ ماموں جان کے ہمراہ آپ سرکار تونسویؒ کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔ حضرت لیٹے ہوئے تھے۔ آپ سرکار تونسویؒ کی روحانی عظمت وفضیلت اور جلالت دیکھ کر حضور کے قدموں کی جانب بیٹھ گئے۔ اچانک مقدر کی بلندیوں کے در کھل گئے اور حضرت تونسویؒ نے اٹھ کر حضرت خواجہ احمدؒ کی طرف ہاتھ بڑھا دیے۔ آپ ادب سے نگاہیں جھکائے بیٹھے تھے۔ نگاہ کھولنے کا یارا نہ تھا۔ سرکار کے حکم پر آنکھیں کھولیں۔ تیزی سے بڑھے اور سرکار تونسویؒ کے دست اقدس تھام لیے۔ سرکار تونسوی کے اکرامات کا چشمہ اُبل رہا تھا۔ آفتاب تونسویؒ کی خدمت میں خراسان سے چار سے سیب پیش ہوئے ان میں سے آپ نے نہایت شفقت سے ایک سیب اپنے ہاتھوں سے آپ کو عطا کر دیا اور باقی تین کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے حاضرین میں تقسیم کر دیئے۔ آپ نے چند یوم بصد عقیدت شاہ سلیمانؒ تونسوی کی بارگاہِ بندہ نواز میں بسر کیے اور گھر چلے آئے۔

گھر کیا آئے؟ ہر لحہ یوں محسوس ہوتا تھا کہ جان دل ہوش تو سرکار تونسویؒ کے قدموں میں چھوڑ آئے ہیں۔ ہر طرف سرکار تونسویؒ کے انوار جلوہ فگن نظر آئے۔ فراق نے بے چین کیا تو ایک روز نذرانے کا دنبہ ساتھ لے کر تونسہ شریف کو چل پڑے۔ دنبہ سرکار تونسویؒ کی بارگاہِ اقدس میں نذر کر کے بیعت کے طالب ہوئے۔ آپ نے از راہِ کرم بیعت سے نوازا۔ آپ کی عمر اس وقت پندرہ سال کی تھی۔ اس کے بعد چار مرتبہ تونسہ شریف حاضری ہوئی۔ چوتھی مرتبہ بھی نذر کو ایک دنبہ ہمراہ تھا۔ اس وقت سرکار تونسویؒ

روحانی مشاغل میں مصروف تھے۔ ان کی جلالت روحانی کے احساس سے اندر جانے سے ہچکچا رہے تھے۔ سرکار تونسویؒ نے دیکھ لیا۔ آپ نے شفقت فرمائی۔ کافی عرصہ تک آپ کے لیے دعا مانگتے رہے۔ چند دن بعد ہی سرکار تونسویؒ کا وصال ہو گیا۔ اسی دوران آپ اپنے جذبہ عقیدت اور عشق راسخ کی بدولت خلافت سے نوازے گئے۔

آپ پانچویں دفعہ تونسہ شریف کو جا رہے تھے کہ راستے میں ہی یہ روح فرسا خبر ملی۔ دنیا اندھیرا ہو گئی۔ محبوب نظر جاتا رہا۔ ہدایت کا سورج غروب ہو گیا۔ خطۂ پنجاب کا سلطان روحانیت زیر لحد پوشیدہ ہو گیا۔ سرکار تونسویؒ کہاں گئے حضرت میرویؒ کے افکار شل ہو کر رہ گئے۔ کئی دنوں بعد ہوش کی کیفیت میں آئے تو گاؤں چلے آئے۔ آتے ہی اپنے حصے کے تمام مویشی اور اپنی جائیداد کے لوازمات رشتہ داروں اور متعلقین میں تقسیم کر دیے اور مستقل طور پر تونسہ شریف چلے آئے سرکار تونسویؒ کے جانشین حضرت خواجہ اللہ بخش تونسویؒ چشتیت کے انوار لٹا رہے تھے۔ حضرت میروی یہاں حصول علم میں مصروف ہو گئے۔ علوم دینیہ بھی حاصل کرتے۔ حضرت اللہ بخش تونسویؒ کے فیوضات سے بھی خوشہ چینی کرتے اور سرکار تونسویؒ کے بزرگ خلفاء کے پاس بھی بیٹھتے کہ محبوب کا تذکرہ جہاں سے جتنا بھی سننے کو مل جائے عین رحمت خداوند ہے۔ آپ نے متواتر نو سال وہاں علوم کی دولت حاصل کی۔ اور مقامات سے بھی فیوض علمی کے جواہر بے بہا اپنے دامن میں سمیٹتے رہے۔

تونسہ شریف کی درگاہ آپ کے لیے مرکز ولایت تھی۔ وہاں کی خاک کے ذروں پر بھی آپ کو اکسیر کا گمان ہوتا تھا اور ان کے کنکر سنگریزے لعل و جواہر سے فزوں تر نظر آتے۔ اس سرزمین اقدس پر اپنی پلکیں بچھا دیتے۔ تونسہ شریف بہت بڑی درگاہ تھی۔ "بدرِ منیر" میں مرقوم ہے کہ آپ خواجہ اللہ بخش تونسویؒ کے دور میں عرس کے اختتام پر مسجد اور دربار شریف کے حجروں میں سراؤں اور اور گلیوں کی صفائی اپنے ہاتھ سے کرنا باعث فخر سمجھتے تھے۔ کالا باغ ریاست کے نواب آپ کے زیر دست مداح اور عقیدت مند تھے۔ ان کی بڑی آرزو تھی کہ آپ کبھی ان کے محل میں تشریف لائیں۔ ایک دفعہ تونسہ شریف جاتے ہوئے آپ کالا باغ سے آگے گزر گئے۔ نواب کالا باغ نے قاصد دوڑایا۔ ایک تذکرہ میں رقم ہے کہ نواب صاحب خود کھڑے ہو گئے اور درخواست کی کہ واپس تشریف لے آئیں اور

خادم کی دعوت قبول فرمائیں۔ آپ نے کمال استغنا سے ارشاد فرمایا۔

"جو قدم تونسہ شریف کی طرف اٹھ چکے ہیں وہ واپس نہیں ہو سکتے"۔

آپ نے زندگی کا بہت بڑا حصہ حصول علم دینی کے لیے صرف کیا تھا۔ آپ بہت بڑے شیخ طریقت اور آفتاب معرفت ہی نہیں تھے بلکہ بہت بڑے عالم دین، محدث اور فقیہہ بھی تھے۔ درجنوں طلبہ آپ کے دربار عالی سے علوم دینیہ حاصل کر کے علوم دینیہ کی دستار فضیلت سر پر سجا کر نکلتے تھے۔ ان میں بعض اکابر کے نام بھی شامل ہیں۔ جنھوں نے آنے والے ادوار میں بڑا نام پیدا کیا۔ اس ضمن میں آپ کا یہ مقولہ زبان زدِ عام ہے اور اس سے علمی وقار کے سرچشمے پھوٹتے نظر آتے ہیں۔ آپ فرمایا کرتے کہ

"علماء کی جوتیاں ہمارے سر پر اور ہماری جوتیاں دنیا داروں کے سر"

شاعر مشرقؒ نے شاید اسی صورت حال کو مدنظر رکھ کر کہا تھا۔

یہ پیام دے گئی ہے مجھے بادِ صبح گاہی — کہ خودی کے عارفوں کا ہے مقام پادشاہی
تری زندگی اسی سے تری آبرو اسی سے — جو رہی خودی تو شاہی نہ رہی تو رُوسیاہی

آپ نے آفتاب ولایت شاہ سلیمان تونسویؒ کی بارگاہ اقدس میں خاص عرصہ صرف کیا اور آپ ہی کے حکم کی تعمیل میں ایک دور افتادہ مقام بنجر ٹیلے میرا شریف پر چلے آئے جہاں میاں محمد کی بنائی ہوئی ڈھوک تھی۔ میاں محمد بارہا شاہ تونسویؒ سے اس کی آبادی کی درخواست کرتے تو آپ فرماتے "میاں گھبراؤ نہیں وقت آنے والا ہے کہ وہ ڈھوک ہمیشہ کے لیے آباد ہو جائے گی۔ جب سرکارؒ تونسوی نے علوم معرفت کی تکمیل کے بعد آپ کو میرا شریف جانے کا حکم تو آپ کو شیخ طریقت کے قدموں سے جدا ہونا گوارا ہی نہ تھا۔ اپنی آنکھوں کو عقیدت کا نم دیتے ہوئے سرکار میروی تونسہ شریف سے چلے اور میرا شریف میں آباد ہو گئے۔ آدم نہ آدم زاد۔ دور دور کہیں کوئی مسافر نظر آ جاتا۔ شام سے پہلے ہی یہاں سنسان سا سماں ہو جاتا۔ مگر آپ کمال استقامت سے وہاں ڈٹے رہے۔ دور دراز کے مقامات سے پانی لاتے اور وضو وغیرہ کے لیے استعمال کرتے۔ ایک دو مرید ساتھ تھے۔ ان کو اپنے شیخ کی بڑی ڈھارس تھی۔ آج بھی اس ترقی یافتہ دور میں دیکھیں تو پنڈی گھیب سے میرا شریف تک ویرانے ہی ملیں گے۔ مگر یہ مرد درویش اپنے باطن کی خوشبو سے ان

ویرانوں کو آباد کرنے کے سامان مہیا کرتا رہا۔

ہوا ہے گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا تھا
وہ مردِ درویش جس کو بخشے تھے حق سنا اندازِ گردانہ

جب میاں محمد نامی اس شخص نے سرکار پیر پٹھان سے دعا کے لیے عرض کیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا کہ

''آج سے وہ میرا نہیں میرا ہے''۔

سرکار پیر پٹھان کی زبان سے یہ الفاظ کیا ادا ہوئے تقدیر نے اپنی نوازشات کا رُخ ہی اِدھر کو کر لیا۔ آپ آ کر اپنے بوریے پر تشریف فرما ہوئے تو طالبانِ شوق اور جوئندگانِ علوم معرفت چاروں جانب سے جوق در جوق حاضر ہونے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے، ویران علاقہ بستی میں تبدیل ہو گیا۔ آپ کے قدموں کے طفیل اتنی بلندیوں پر پانی عطا ہونے لگا۔ مریدوں اور طالب علموں کے لیے کمرے اور حجرے تعمیر ہونے لگے۔ مہمان خانے وجود میں آنے لگے۔ خوبصورت مسجد کے نقش دنگار دلوں کو تسخیر کرنے لگے۔ شاندار مدرسہ قال اللہ اور قال الرسول کا مرکز بن گیا جس کے استاد اول آپ تھے۔ طلبہ کی تعداد بھی بڑھنے لگی تو اساتذہ بھی میسر آنے لگے۔ آپ طلبہ اور اساتذہ کی نگرانی فرماتے۔ طلبہ کی عمل تربیت کا خیال رکھتے۔ اساتذہ کی علمی استطاعت کو مدنظر رکھتے۔ جہاں کمی دیکھتے خود اصلاح فرماتے۔ اب میرا شریف کا جادو سر چڑھ کر بول رہا تھا۔ یہ ایک طرف مرکز ایمانی تھا تو دوسری طرف مرکز تجلیاتِ ربانی تھا علوم ایمانی کا گہوارا تھا۔ علم وحکمت کا شہپارا تھا۔

یہیں پر دولت علم یقیں تقسیم ہوتی تھی — علوم معرفت کی اس جگہ تفہیم ہوتی تھی
یہ ''میرا پاک'' کی تھی سرزمیں قندیل نورانی — یہاں سے پھوٹتے تھے چارسو الطاف یزدانی
شہِ احمدؒ کے نورِ عام سے پرنور تھی دنیا — رضا مثل چراغ طور تھی دُنیا
یہ دنیا ''شاہِ میرا'' نے بسائی تھی سجائی تھی — یہاں شمع ہدایت میرے حضرت نے جلائی تھی

سلطان الفقر حضرت خواجہ احمد میروی رحمتہ اللہ علیہ فقر و استغناء کی تصویر تھے۔ بے بسوں اور بے کسوں کا خیال رکھتے۔ غم کے ماروں کو ڈھارس عطا کرتے۔ آپ کا لنگر بڑھتا جا رہا تھا۔ معلوم نہیں کہاں کہاں سے تحائف غیبی آ رہے تھے۔ آپ نے زندگی بھر

شادی نہ کی مگر اپنے تمام مریدین، متعلقین اور متوسلین کی اپنی اولاد کی مانند تصور کیا۔ وہی شفقت وعنایت، وہی کرم باری و کرم فرمائی، وہ عنایتوں کا وفود، وہی چاروں طرف بہتا ہوا قلزمِ نور، وہ رنج و آلام کے مارے ہوؤں کو سینے سے لگانا، وہی گرتوں کو اوپر اُٹھانا، آدابِ شریعت ومعرفت کے آداب سکھانا اور سچے طالبانِ راہ حق کو سینے سے لگا کر خدا تک پہنچانا۔ آپ کی کس کس ادا کا ذکر کیا جائے۔ وہاں تو الطاف و رحمت کے جواہر بے بہا چاروں طرف بکھرے ہوئے تھے۔ طالبانِ شوق آتے اور اپنی جھولیاں جواہر معرفت سے پُر کر کے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے واصل باللہ ہو جاتے۔

حضرت خواجہ احمد میرویؒ صاحب کرامات کثیرہ تھے۔ آپ کی نگاہ میں غضب کی تاثیر تھی۔ پتھروں کو دیکھا تو لعل و جواہر بنا دیا اور پتھر دلوں پر رحمت کی نگاہ کی تو شانِ ولایت بخش دی۔ پنڈی گھیب کا علاقہ چوروں اور قزاقوں کا مرکز تھا مگر آپ کی نگاہِ فیض رساں نے نجانے کتنے چوروں کو خطیب بنا دیا، دوسروں کو لوٹنے والوں پر ایسی تجلی بار نظر ڈالی کہ وہ راہِ حق میں اپنے دل و جان لٹا بیٹھے۔ جو بھی آپ کی بارگاہِ اقدس میں آیا محرم اسرارِ طریقت بن گیا۔ جس کو بھی آپ کی صحبت نصیب ہوئی مرجع خلائق بن گیا۔ آپ ایک ایسی شمس معرفت تھے کہ جس پر شریعت ومعرفت کی ایک کرن بھی پڑی وہی مرکز انوار بن گیا۔ غرض ۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا — نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
ولایت پادشاہی علم اشیاء کی جہانگیری — یہ سب کیا ہیں فقط اک نقطہ ایماں کی تفسیریں

آپ کی جملہ کرامات عالیہ کا حسن اپنی جگہ بجا مگر کیا یہ کرامت کم تھی کہ آپ نے انتہائی غیر آباد، پرخطر، اجاڑ اور وحشت ناک ٹیلے پر قدم رکھے اور اسے قیامت تک کے لیے عشاقِ خداوندی کے لیے مرکز معرفت بنا دیا۔ آج وطن عزیز کے ہر علاقے سے عوام الناس دلوں میں عقیدت کی تمنائیں سجائے آپ کے روضۂ اطہر پر حاضری دیتے ہیں۔ ایک پاکیزہ ماحول میں ڈھل کر آپ کے اور جملہ مشائخ چشتیہ (جو وہاں مدفون ہیں) کی بارگاہ میں اپنا فسانۂ غم سناتے ہیں اور اپنے دامانِ فکر ونظر میں وہ تمام ستارے سمیٹ لیتے ہیں جن کے حصول کی آرزو لے کر وہ اس ماضی کے ٹیلے کو آج کا نخلستانِ لطف و کرم سمجھ کر چلے آتے ہیں۔

راقم اوائل عمری میں آپ کے آستانہ عالیہ کا اسیر ہو گیا تھا۔ میرے برادر مکرم خلیفہ مجاز آستانہ عالیہ میرا شریف مولانا محمد انور چشتی نظامی میروی رحمتہ اللہ علیہ مجھے جب پہلی مرتبہ لے کر آئے تو پنڈی گھیب سے میرا شریف تک اونٹوں پر سفر کیا۔ مزا ہی آ گیا۔ چاروں طرف ریگستان، رات کا سناٹا، ہودج میں بیٹھے صحراؤں کو آباد کرنے والے سرچشمۂ رحمت کی وسعتوں کا تصور کر رہے تھے۔ ابھی میرا شریف دور ہی تھا کہ دربار عالیہ دکھائی دینے لگا۔ اونٹ رکوائے، نیچے اترے اور پیدل سفر شروع کیا۔ کیا منظر تھا، کیا نظارا تھا، چاروں طرف پہاڑوں کی حکمرانی تھی۔ ذہن میں بے اختیار مکہ مکرمہ کا تصور ابھرنے لگا۔ حفیظ جالندھری کے لفظوں میں

نہ اس میں گھاس اُگتی تھی نہ اس میں پھول کھلتے تھے
مگر اس سرزمین سے آسماں بھی جھک کے ملتے تھے

میں ایک ذرۂ ناچیز تھا مگر حضرت خواجہؒ کی چشم عنایت نے نوازا تو مجھے اپنی کوتاہ قامتی پر بھی آسمان ہونے کا گمان گزرنے لگا اور بے اختیار یہ خیال دل میں مچلنے لگا کہ خواجہ کی نگاہ نے اب تک نہ جانے کتنے آسمان تخلیق کیے ہوں گے اور معرفت کے آسمان کا تخلیق کار کیونکر اپنے وقت کا بایزید بسطامی، ابوالحسن خرقانیؒ اور جنیدؒ بغدادی نہ ہوگا۔ حضرت خواجہ محمد عمرؒ پیرل شریف تو آپ کو اپنے وقت کا جنیدؒ قرار دیا کرتے تھے۔

تاریخ تصوف شاہد ہے کہ اولیاء اللہ خدا کے دوست اور مقرب ہوتے ہیں اور خدائے کریم ان کے ذریعہ ناممکنات کو ممکنات میں تبدیل کر کے کرامات کا ظہور بخشتا ہے۔ یہ خدا کا انعام خاص ہے۔ اپنے محبوب بندوں کے ذریعہ کرامات کا ظہور فرما کر وہ دراصل اپنی عظمت و جلالت کا اعلان فرماتا ہے۔ کہ مجھے پہچاننا ہے تو میرے ان خاص بندوں کو پہچانو! حضرت خواجہ احمد میرویؒ بھی بلاشبہ محبوب الٰہی تھے۔ منبع رشد و ہدایت تھے۔ آپ کی کرامات سے کتنے ہی تذکار آباد ہیں کیونکہ

عبد دیگر عبدہٗ چیزے دگر ایں سراپا انتظار اُو منتظر

لیکن ہمارے نزدیک آپ کی سب سے بڑی کرامت گمراہوں کو راہِ ہدایت پر گامزن کرنا ہے۔ خدا سے ناآشنا دلوں کو محبت خدا کا خوگر بنانا ہے۔ پتھر دلوں کو خدا کی محبت

کا گداز عطا کرنا ہے۔ خاک نشینوں کو افلاک کی بلندیوں کا ہمراز کرنا ہے۔ شرک و اوہام کے بتوں کو پاش پاش کر کے عظمت توحید کا علم لہرانا ہے۔ تعصبات اور فرقہ بندی کی بھول بھلیوں میں الجھنے والوں کو عشق مصطفی ﷺ کی وسعتوں کا خوگر بنانا ہے۔ بحمداللہ حضرت خواجہ احمد میرویؒ نے یہ فریضہ بصد حسن و خوبی انجام دیا۔ کرامت اصل ولایت نہیں ہے بلکہ یہ تو اہل اللہ کی نگاہ کرم کا صدقہ ہے۔ رب کریم کی عطائے بے بہا ہے جس سے وہ حضور خواجہ احمد میرویؒ جیسے پاکیزہ نفوس کو نوازتا ہے۔ ان کی کرامت ان کا کردار تھا جس نے لاکھوں دلوں کو تسخیر کر لیا...... آپ کا اخلاقِ حسنہ جس نے ظلمت و گمراہی میں بھٹکنے والے کو رحمت خداوندی کا حقدار بنا دیا۔ اور یہی وہ کرامت اولیٰ ہے جس کی روشنی اور آپ کے مرقد منور سے پھوٹ کر دلوں کو حقیقت آشنا کرتی رہے گی۔ آپ تو علوم دینیہ کی بلندیوں سے بہرہ ور وہ مردِ قلندر تھے جو آسمانوں کی وسعتوں سے نیچے اپنا ٹھکانہ ہی نہیں رکھتا

ترا جوہر ہے نوری پاک ہے تو فروغ دیدۂ افلاک ہے تو
ترے صد زبوں افرشتہ و حور کہ شاہینِ شہٖ لولاک ہے تو

حضور اعلیٰ خواجہ احمد میروی رحمتہ اللہ علیہ اپنے معاصر مشائخ سے بہت پیار کرتے تھے اور وہ بھی انہیں بے حد عزیز رکھتے تھے۔ خاص طور سے حضرت خواجہ فاضل شاہ صاحبؒ سے آپ کی عقیدت اہل شوق کے لیے مشعل راہ ہے۔ حضرت خواجہ شمس الدینؒ سیالوی (سیال شریف) جو آپ کے پیر بھائی بھی تھے۔ آپ کی خصوصی روحانی توجہات کا مرکز تھے۔ آپس میں خاصی راہ و رسم تھے۔ حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑویؒ سے آپ کی محبت کو ایک مثال کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔ سرکار گولڑویؒ سرکار میرویؒ سے عمر میں چھوٹے تھے ان دونوں حضرات نے احیائے دین اور فروغ اسلام کے لیے اپنے اپنے انداز سے خصوصی کردار کا مظاہرہ کیا۔ آپ حضرات کی آپس میں محبت اور غیر معمولی اُنس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ موضع لانیوالہ متصل کوٹ سردار فتح خاں (ضلع اٹک) میں کسی شخص نے اپنی بیوی کو قتل کر دیا۔ قاتل سیشن سپرد ہو گیا۔ اس نے بطور صفائی ان دونوں حضرات (حضور اعلیٰ میرویؒ اور حضور اعلیٰ گولڑویؒ) کا نام لکھوا دیا۔ قاتل کا مدعا یہ تھا کہ میں نے بچنا تو نہیں کم از کم جاتے جاتے ان پاکیزہ نفوس کے نورانی چہروں کی زیارت ہو جائے گی۔ یہ دونوں

حضرات مقررہ تاریخ کو سیشن کورٹ پہنچ گئے مگر دعا مانگنے لگے کہ خدایا ہمارے ماضی کی لاج رکھ لے۔ ہم نہ تو انگریز کی عدالت میں پیش ہونا چاہتے ہیں اور نہ ہی کسی انگریز جج کا چہرہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ سرخ فام سیشن جج پیغام بھیجتا رہا کہ ان درویشوں سے کہو ایک مرتبہ اندر آ جائیں مگر جب کوئی بھی اندر نہ گیا اور دونوں سب سے بڑے حاکم رب العلمین کی یاد میں سرمست رہے تو سیشن جج نے پیغام بھیجا کہ ان گدڑی پوشوں سے کہو انھیں رخصت ہے۔ ان کی گواہی کی بھی ضرورت نہیں اور ساتھ ہی ملزم کو بھی بری کرنے کے احکام جاری کر دیے۔

شنیدم کہ در روزِ امید و بیم   بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

بعد میں انگریز جج نے اپنے ماتحتوں کو کہا کہ اگر وہ شخص (حضرت خواجہ احمد میرویؒ) تھوڑی دیر اور بیٹھا رہتا تو مجھے اپنی جان کے جانے کا خدشہ لاحق ہو گیا تھا۔ لیکن خدا نے اپنے پیاروں کی لاج بھی رکھ لی اور جس نے ان حضراتؒ کے ناموں کو شفیع بنایا تھا وہ بھی بری ہو گیا۔

جب لاہور میں انگریز کے خود کاشتہ پودے غلام احمد قادیانی اور اہلِ حق کے درمیان تاریخی مناظرہ برپا ہوا تو ہندوستان کے ہر قصبہ اور شہر سے علماء و فضلاء اور مشائخ کا جمِ غفیر لاکھوں سے بڑھنے لگا۔ وہ مشائخ بھی شامل تھے جن کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے طالبانِ حق مدتوں منتظر رہا کرتے تھے۔ اس موقعہ پر تاجدار میرا شریف حضرت خواجہؒ احمد میرا شریف بھی تشریف فرما رہے۔ ''مہر منیر'' کے مصنف نے سرکار میرویؒ کا قولِ مبین یوں نقل کیا ہے۔

''پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ قادیانی معرکہ لاہور کے بعد حضرت خواجہ صاحبؒ میروی فرمایا کرتے تھے کہ اگر مرزا قادیانی حضرت پیر صاحب گولڑہ شریف کے روبرو آ جاتا تو پیر صاحب اپنی کرامت کے زور سے اس خناس کو جو گوناگوں وساوس کا باعث ہوتا ہے، زمین کے اندر دھنسا دیتے۔''

آپ کی نگاہِ فیض رساں کے حوالے سے ہم محض ایک مثال پر اکتفا کرتے ہیں۔ سلطانِ چشتیت، حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ تبلیغی شان سے وعظ فرماتے ہیں کہ ایک پٹھان بغل میں چھری دبائے آتا ہے۔ وہ پیرانِ کرام کو بدعتی تصور کرتا ہے اور وہ دنیا کو

ایک بدعتی کے وجودِ پاک سے نجات دلانے کے لیے آیا ہے لیکن چشمِ عالم نے حیرت انگیز منظر دیکھا کہ جونہی خواجہ نور محمد مہاروی نے اس جوشیلے نوجوان کے چہرے پر نگاہیں مرکوز کرتے ہوئے اپنا دستِ کرم مصافحہ کے لیے آگے بڑھایا تو یہ پٹھان آپ کے قدموں میں آ گرا۔ آپ نے بھرپور توجہ فرمائی تو یہی پٹھان نوجوان تونسہ شریف کے مرکزِ انوار کا تاجدار شاہ محمد سلیمانؒ تونسوی بن گیا۔

انہی پیر پٹھان حضرت شاہ سلیمان تونسوی کے فیض خوردہ حضرت خواجہ احمد میرویؒ، میرا شریف کے ٹیلے پر اپنی کٹیا میں رونق افروز ہیں اور عوام الناس تک خدا کا پیغام پہنچا رہے ہیں۔ انگریز کی جابر حکومت کا نمائندہ ایک تھانیدار وہاں آیا تاکہ پتہ لگا سکے کہ اس آبادی میں انگریز دشمن کے سلسلہ میں کوئی سازش تو نہیں ہو رہی۔ اسے حیرت ہے کہ اس جاڑ جگہ پر اتنے بڑے لنگر کا اہتمام کس طرح ہو رہا ہے۔ کٹیا محل میں پہنچتے ہی اس کی نظریں اس درویش خدا مست کی نظروں سے ٹکراتی ہیں تو اس کی تکبر سے تنی ہوئی گردن جھک جاتی ہے۔ اسے یکایک یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اس کا دل اس کے سینے سے نکل کر خواجہ احمد میرویؒ کے قدموں کو بوسے دے رہا ہے۔ چند ہی ملاقاتوں میں وہ نوکری کو ٹھوکر مار کر سرکارؒ میروی کے مستقل حلقہ بگوشوں میں شامل ہو جاتا ہے۔

فقط نگاہ سے ہوتا ہے فیصلہ دل کا   نہ ہو نگاہ میں شوخی تو دلبری کیا ہے

آپ نے ایک عرصہ تک اصحابِ ایمان کو عشقِ خدا اور محبت رسول ﷺ کی دولت سے بہرہ ور کیا۔ بزمِ عالم مدتوں اس سرِ جاودانی پر غور کرتی رہے گی کہ ایک انتہائی صالح نوجوان حضرت خواجہ احمد میرویؒ نے اپنے شیخِ طریقت حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی کے حکم کی تعمیل میں ایک غیر آباد جگہ کو اپنے وجود سے شرف بخشا اور آج وہی ویران و سنسان علاقہ اہلِ شوق کی عقیدت و محبت کا مرکز بن چکا ہے۔ صبح و شام یہاں عقیدت مندوں کے گروہ حاضری دیتے ہیں۔ اعراس اور خاص روحانی تہواروں اور تقریبات کے علاوہ یہاں عام دنوں میں بھی چمنستانِ معرفت کے مہک اُٹھنے کا گمان ہوتا ہے۔ بندگانِ خدا کا ہجوم جیسے آسمانوں سے ملائک اتر رہے ہوں۔ پنڈی گھیب پہنچتے ہی زبان سے میرا شریف کا نام لیتے ہی عوام الناس دیدہ و دل فرشِ راہ کرنے لگتے ہیں کہ آپ حضور خواجہ احمد میرویؒ کے

نہیں بلکہ ہمارے مہمان ہیں۔ ہمارے لیے کوئی خدمت بتائیے۔ لاکھ انکار کے باوجود اہل شرق کی محبت غالب آ جاتی ہے۔ یہ سب فیض ہے سلطان العارفین حضرت خواجہ احمد میرویؒ اور آپ کے بعد آپ کی مسند روحانیت پر جلوہ گر ہونے والے فرزندانِ روزگار کا جنھوں نے اپنے کردار کی وسعتوں سے ایک زمانے کو تسخیر کرلیا۔ جن کی قبروں سے آج بھی یہ صدا ابھر رہی ہے۔

اگر جہاں میں مرا جوہر آشکار ہوا   قلندری سے ہوا ہے سکندری سے نہیں

موت ایک ازلی حقیقت ہے جس سے ہر ایک نے دوچار ہونا ہے۔ خدائے کریم جس سے جتنا چاہے اپنے دین کی خدمت کا کام لیتا ہے اور پھر بالآخر موت ایک بہانہ بنتی ہے جس کی بدولت حبیب اپنے حبیب سے جا ملتا ہے۔ قبلۂ عارفاں حضرت خواجہ احمد میرویؒ نے ایک عرصہ تک مخلوق خدا کو صراطِ حق پر گامزن کرنے کا فریضہ انجام دیا اور پھر بالآخر وصال کی ساعتیں آ گئیں۔ 21 ماہ ذوالحجہ کو ہاتھ پر پھنس کی تکلیف ہوئی جس سے بخار آنے لگا۔ شدید درد کے باوجود چہرے کی بشاشت میں کمی نہیں آئی تھی اور تمام شرعی امور بھی اس شانِ ایمانی کے ساتھ جاری تھے۔ بالآخر 5 محرم الحرام 1330ھ کو یہ آفتابِ ولایت، ماہتابِ ہدایت پیکر خودی و سربلندی دنیا کی نظروں سے اوجھل ہو کر بے شمار دلوں کی خلوتوں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مکین ہوگیا۔ آپ کیا گئے ایک زمانہ آنسوؤں میں ڈوب گیا۔ بزمِ گیتی بے کس و لاچار ہوگئی۔ وہ محبوب زمانہ چلا گیا جس سے ہر طرف روشنی میں روشنی تھی۔ آپ اس کیفیت سے رخصت ہوئے۔

عرش پر دھومیں مچیں وہ مومن و صالح ملا   فرش سے ماتم اُٹھے وہ طیب و طاہر لگا

حضرت خواجہ احمدؒ میروی سرچشمۂ معرفت تھے جس سے درجنوں اصحاب فیضیاب ہوئے۔ آپ سے فیض روحانی حاصل کرنے والے، آنے والے ادوار میں کہکشاں کے ستاروں کی صورت آسمان معرفت پر جگمگاتے رہے اور ایک زمانہ ان کی تعلیمات سے فیضانِ معرفت حاصل کرتا رہا۔ آپ کے خلفائے عظام کی تعداد چالیس سے زائد ہے۔

آپ نے شادی نہیں کی اور اپنے خصوصی تربیت یافتہ حضرت مولانا احمدؒ خان کو اپنا جانشین نامزد فرمایا جو چکڑالہ ضلع میانوالی کے اعوان خاندان میں پیدا ہوئے۔ آپ نے

حضرت خواجہ احمد میرویؒ کے حکم کی تعمیل میں درجنوں مقامات پر تعلیم حاصل کی۔ آپ بڑے وجیہہ، قد آور اور جارعب شخصیت کے مالک تھے۔ شریعت کی سختی سے پابندی فرماتے اور پابندی کرواتے تھے۔ آپ کے دور میں درگاہِ عالیہ نے بہت ترقی کی۔ زائرین کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیشِ نظر مہمان خانے، کنواں اور تالاب بنوائے۔ حضرت خواجہ احمد خان میرویؒ نے وفات سے پہلے ہی اپنے بھتیجے حضرت خواجہ فقیر محمد عبداللہؒ کو اپنا جانشین مقرر کردیا اور ان کی بھرپور روحانی راہنمائی فرمائی۔ حضرت خواجہ فقیر محمد عبداللہ کی شخصیت بے حد خوبصورت، دلآویز اور جاذبِ نظر تھی۔ آپ صاحب کشف و کرامات تھے۔ آپ نے چالیس سال تک میرا شریف کی سجادگی کے فرائض انجام دیے۔ آپ کا وصال پُر ملال 2 صفر 1395ھ کو ہوا۔ آپ حضرت اعلیٰ میرویؒ کے روضۂ میں آپ کے پہلو میں آرام فرما ہیں۔ آپ کے چھ صاحبزادے تھے۔ حضرت صاحبزادہ منظورؒ احمد، حضرت صاحبزادہ محبوب احمدؒ، حضرت صاحبزادہ مقبول احمد، حضرت صاحبزادہ ظفر احمد، حضرت صاحبزادہ فخر احمد اور حضرت صاحبزادہ محمد شہزاد احمد۔

اس وقت خصوصی طور پر حضرت قبلہ صاحبزادہ خواجہ مقبول احمد سجادگی کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ آپ نہایت حکیم الطبع اور منکسر المزاج ہیں۔ انتظامی اور روحانی امور دونوں طرح سے بحسن وخوبی عہدہ برآ ہو رہے ہیں۔

حضرت اعلیٰ خواجہ احمد میروی رحمۃ اللہ علیہ پر قلم اٹھاتے ہوئے ایک فکری لرزیدگی کا احساس ہو رہا ہے۔ کہ اس قدر عظیم المرتبت شخصیت اور مجھ سا عاجز جو ایک مدت سے آپ کے فیوض روحانی سے خوشہ چینی کر رہا ہے کس طور آپ کی صفاتِ عالیہ کا کماحقہٗ احاطہ کرسکتا ہے۔ میرا شریف کے دسترخوانِ نعمت سے مجھے کیا نہیں ملا۔ مری دعاؤں کو شرفِ قبولیت عطا ہوا۔ مجھے روحانیت کی ابدی روشنی عطا ہوئی جس نے میرے دل و جان کے ظلمت کدوں کو ہمیشہ کے لیے ضوبار کردیا ہے اور سب سے بڑھ کر مخدوم و مکرم حضرت خواجہ محبوب احمد میروی چشتی نظامی کے درِ عنایت سے ''خلافت مجاز'' کی خلعت جاودانہ عطا ہوگی۔ مجھ پر جب بھی کوئی مشکل آتی ہے تو خواجہ احمد میرویؒ کے تصدق سے بارگاہِ الٰہی سے اس کے خاتمے کے اسباب پیدا ہونے لگتے ہیں۔

مہرباں ہونے گے شاہ سلیمانؒ تونسوی | جب ندا ابھری کبھی یا خواجہ احمد میروی
مٹ گئے رنج وستم، رحمت کی خوشبو چھا گئی | بہرِ خواجہؒ اے رضا چھٹنے لگی ہر بے کلی

حضور اعلیٰ خواجہ احمد میرویؒ کے حوالے سے مجلہ خاص آپ کے صد سالہ عرس کے حوالے سے اشاعت پذیر ہو رہا ہے۔ اس ضمن میں حضرت قبلہ خواجہ مقبول احمد میروی مدظلہٗ العالی اور آپ کے صاحبزادگان حضرت صاحبزادہ محمود احمد میروی اور حضرت صاحبزادہ فاروق احمد میروی چشتی نظامی کی مساعی خاص طورؒ سے قابل ذکر ہو گیا۔ صاحبزادہ فاروق احمد چھوٹی عمر میں عظیم الشان امور کی انجام دہی کا فریضہ انجام دینے کا احساس لیے ہوئے ہیں۔ حضرت اعلیٰ خواجہ احمد میرویؒ چشتی نظامی بلاشبہ دنیائے معرفت میں ہمالہ صفت مقام رکھتے ہیں۔ آپ نے پیر پٹھان حضرت شاہ سلیمان تونسوی سے خلافت پائی۔ ان کے جانشین حضرت اللہ بخش تونسوی کے فیوض سے جی بھر کر سیراب ہوئے۔ تحصیل علم کا مسئلہ آیا تو جب تک انتہائی بلندیوں کو نہیں چھوا تعلیم کا سلسلہ منقطع نہیں ہونے دیا۔ فیوض روحانی کی بات چلی تو جب تک اکابر تونسہ شریف نے آپ کو بصد اصرار میرا شریف میں چشتیت کے فیضان کو آگے بڑھانے کا حکم دیا، آپ اِدھر کو آئے ہی نہیں۔ اور پھر جب تونسہ شریف کے روحانی جلوؤں نے اِدھر کا رُخ کر لیا تو آپ کے قدموں کے تصدق سے ''میرا شریف'' میں تونسہ شریف کے انوار تقسیم ہونے لگے۔

مقام افسوس ہے کہ اتنی بڑی ہستی کے شایانِ شان سوانح عمری آج تک منظر عام پر نہیں آ سکی۔ اسی وجہ سے آپ کے بیشتر روحانی کمالات عوام الناس کی نگاہوں سے مخفی ہیں۔ عوام تو ایک طرف نامور محققین، مؤرخین، اصحابِ طریقت، صاحبانِ علم و ادب اور کئی معروف روحانی گدیوں کے سجادہ نشین بھی مکمل حالات سے واقف نہیں۔ آپ کے وصال کے بعد چھوٹی چھوٹی کئی کتب شائع ہوئیں لیکن ان کا اندازِ بیان اور اندازِ تحقیق اتنا پست تھا کہ اہل شوق ان سے راہنمائی نہ لے سکے اور بھی معتبر تذکرے نظر آتے ہیں مگر ان میں بات کو دیگر سلاسل طریقت کی طرف موڑ دیا گیا ہے۔ بحمد اللہ کہ اب صبح نور کے طلوع ہونے کے آثار پیدا ہوئے ہیں اور حضرت صاحبزادہ محمد فاروق صاحب میروی اس ضمن میں تمام فکری اور نظریاتی توانائیوں کے ساتھ محوِ عمل ہو گئے ہیں۔ ان کا جذبہ انداز اس حقیقت کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ:

بزمِ احمد میرویؒ اب وجد میں آنے کو ہے | آپ کے حالات کا سورج جلا پانے کو ہے
اس شہنشاہِ ولایت کے کمالِ شوق کا | ایک ابرِ نور چاروں سمت اب چھانے کو ہے
ایک پرچم شاہِ احمد میرویؒ کے فیض کا | اک کتاب نور بن کر آج لہرانے کو ہے
اے رضا ہے آپ کا صد سالہ جشن عرس پاک | جس کے جلوؤں سے جہاں سارا ضیا پانے کو ہے

حضور خواجہ احمد میروی عربی، فارسی اور اردو پر گہری گرفت رکھتے تھے۔ آپ پر درجنوں نامور اور معروف شعراء نے منظومیات لکھیں۔ قطعہ ہائے وصال لکھے۔ فارسی میں نایاب قلمی نسخے تحریر ہوئے مگر اتنے بڑے کام کا بڑا حصہ مخفی رہا۔ اب ان سب کو جمع کر کے گلستانِ آرزو کے کھلنے کے بعید بندھی کیے اور یہ سب کچھ حضرت خواجہ احمد میرویؒ کے صد سالہ عرس پاک کی تقریبات کے حوالے سے ہو رہا ہے۔ تاریخ کی آنکھیں تحقیق کے رُخ سے نقاب اُٹھنے کی منتظر ہیں۔ خدائے کرم کی ہزاروں رحمتیں ہوں سلطانِ اقلیم ولایت، افتخار چشتیت حضرت خواجہ احمد میرویؒ پر جن کا سحابِ کرم دلوں کی بنجر وادیوں پر پوری شان سے برس کر انھیں اکرام معرفت کے گل و لالہ عطا کر رہا ہے۔

ماخذ و مراجع

☆ فیضان میروی۔ خواجہ محمد فخر الدینؒ چشتی میروی۔ تدوین: ترجمہ پروفیسر محمد نصر اللہ معینی۔ مکتبہ المرتضیٰ، ادارہ معین الاسلام بیربل شریف
☆ جمالِ نظر مولانا صاحبزادہ محمد عبد المالک چشتی نظامی۔ مکتبہ اکبریہ میانوالی
☆ خزینۂ حق۔ مولانا ابو نصر محمد ریاض الدین شائع پشاور
☆ ذکرِ ولی سید کرم حسین دوالمیاں دوالمیاں
☆ مہر منیر۔ مولانا محمد فیض گولڑہ شریف، گولڑہ شریف
☆ بشارت الابرار۔ مولانا محمد حسین فتح جنگی۔ فتح جنگ
☆ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ (اُردو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی لاہور جلد 21)
☆ رسالہ مغربیہ۔ ترجمہ و ترتیب۔ مولانا محمد عثمان غنی چشتی میروی بریلوی۔ شائع از راولپنڈی
☆ راقم (پروفیسر محمد اکرم رضا کے متفرق مضامین، شائع ماہنامہ ضیائے حرم لاہور، شائع روزنامہ ایکسپریس شائع کتاب انعام یافتہ ہستیاں۔ شائع روزنامہ گوجرانوالہ ٹائمز گوجرانوالہ وغیرہ وغیرہ)
☆ راقم کی مختلف مواقع پر میرا شریف میں حاضرین اور تجلیات میروی اور احوال و آثار کا مشاہدہ

منقبت

سیدی حضرت خواجہ احمد میروی نور اللہ مرقدہٗ

نتیجہ فکر: پیر طریقت حضرت علامہ محمد اسماعیل فقیر الحسنی
سجادہ نشین شاہ والا شریف (خوشاب)

سَر سمائے سروری سروِ سرور سرمدی
خواجہ احمد میروی خواجہ احمد میروی

شعلۂ شوقِ شیفتگی شیشۂ شمعِ شاہدی
خواجہ احمد میروی خواجہ احمد میروی

خاصۂ خاصِ خواجگی خاورِ خورِ خسروی
خواجہ احمد میروی خواجہ احمد میروی

اصلِ اصولِ آگہی ابرِ اثیرِ آشتی
خواجہ احمد میروی خواجہ احمد میروی

جاہِ جہانِ جاندہی جوئے جمالِ جملگی
خواجہ احمد میروی خواجہ احمد میروی

ہیکلِ ہمہ ہُماہمی ہادیٔ ہمِ ہمدمی
خواجہ احمد میروی خواجہ احمد میروی

حاتمِ حسنِ حاکمی حاملِ حالِ حاضری
خواجہ احمد میروی خواجہ احمد میروی

ماہِ مبینِ منجلی مہرِ منیرِ منصبی
خواجہ احمد میروی خواجہ احمد میروی

داروئے دردِ دائی — دُرّہ دُرج دوستی
خواجہ احمد میروی — خواجہ احمد میروی
یُمنِ یَم یگانگی — یُسر یسیرِ یکدلی
خواجہ احمد میروی — خواجہ احمد میروی
رُوحِ رَوانِ رہبری — رونقِ روئے راستی
خواجہ احمد میروی — خواجہ احمد میروی
واقفِ وجہِ واقعی — وارثِ وسعتِ واثقی
خواجہ احمد میروی — خواجہ احمد میروی
نورِ نگاہِ نازکی — نذرِ نگارِ نرگسی
خواجہ احمد میروی — خواجہ احمد میروی
فکرِ فقیر فلسفی — فرحتِ فیضِ فطرتی
خواجہ احمد میروی — خواجہ احمد میروی

قدوۃ الکاملین زبدۃ العارفین

حضرت خواجہ احمد میروی قدس سرہ العزیز

تحریر: پروفیسر محمد نصر اللہ معینی

حضرت خواجہ احمد میرویؒ کھوکھر اعوان خاندان سے تعلق رکھتے تھے جو سکھوں کی ایذا رسانیوں سے تنگ آ کر چناب کے علاقے سے کوہِ سلیمان کی طرف ہجرت کر کے آباد ہو گئے۔ آپ کے جدِ امجد میاں گل فقیر صاحب کی بلوچوں کے ایک قبیلے بزدار کی ایک صالح خاتون سے شادی ہو گئی جن سے آپ کے والد ماجد حضرت میاں برخوردارؒ کی ولادت ہوئی۔

حضرت میاں برخوردارؒ ایک مرد صالح اور راسخ العقیدہ مسلمان تھے۔ غوث زماں حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ سے بیعت تھے۔ صاحب درد تھے یادِ الٰہی کے وقت آپ پر گریہ طاری ہو جاتا جنہیں دیکھ کر حضرت خواجہ میرویؒ کمسنی کی بنا پر خود بھی رونے لگتے۔ چنانچہ بعد ازاں ان کے والد شغل باطنی کے وقت چپکے سے جنگل کی طرف نکل جاتے۔

حضرت خواجہ احمد میروی قدس سرہ العزیز کی ولادت با سعادت ۱۲۵۰ھ بمطابق 1832ء (بعض تذکرہ نگاروں نے سن ولادت ۱۲۵۲ھ بمطابق 1834ء لکھا ہے۔ جبکہ حضرت فخر الدینؒ نے حضرت خواجہ احمد میرویؒ کا قول ملفوظات میں نقل کیا ہے جس کے مطابق حضرت تونسویؒ کے 1850ء میں وصال کے وقت آپکی عمر 18 سال تھی یوں سن ولادت ۱۲۵۰ھ بمطابق 1832ء بنتا ہے۔) میں ہوئی۔ شیر خوارگی کی عمر میں والدہ وصال فرما گئیں آپ بلوغت کی عمر کو نہیں پہنچے تھے کہ والد ماجد کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا تو آپ کے ماموں حضرت علی خانؒ نے آپ کی پرورش کی۔

تقریباً پانچ سال کی عمر میں آپ کے والد انہیں گاؤں سے چار کوس کے فاصلے پر

ایک بزرگ کے پاس قرآن مجید کی تعلیم کے لئے چھوڑ آئے جہاں روزانہ سبق یاد کر لینے کے بعد استاد گرامی کی بکریاں بھی چرایا کرتے اور یوں پیغمبرانہ سنت کی بھی برکات حاصل کرتے رہے۔

حضرت خواجہ میرویؒ کے ماموں حضرت علی خاں، غوث زماں حضرت شاہ محمد سلیمان تونسوی قدس سرہ العزیز سے عقیدت و ارادت رکھتے تھے۔ ان سے حضرت تونسویؒ کے اوصاف و اخلاق سن کر آپ کا دل بے چین ہو گیا۔ چنانچہ ماموں کے ساتھ حضرت کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو گئے۔ حضرت لیٹے ہوئے تھے، ماموں قدم بوسی کر کے بیٹھ گئے۔ حضرت میروی آپ کی جلالت شان اور ادب کے پیش نظر سر جھکائے قدموں کی طرف بیٹھ گئے۔ اچانک حضرت تونسویؒ اٹھ بیٹھے اور مصافحہ کے لئے حضرت خواجہ احمدؒ کی طرف ہاتھ بڑھا دیئے۔ ادھر ان کی نگاہیں جھکی ہوئی تھیں۔ حاضرین میں سے کسی نے کہا بچے دیکھتے نہیں حضرت مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھا رہے ہیں۔ آپ تیزی سے اٹھے اور دست بوسی کا شرف حاصل کیا۔ راقم معینی کا خیال ہے کہ پہلے حضور پیر پٹھانؒ اپنے ہی خیال میں تھے، جونہی توجہ ادھر ہوئی تو دیکھا کہ آنے والا کوئی عام زائر نہیں ہے، کعبہ عشاق بننے والا ہے تو فوراً اٹھ کر ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔

پھر حضرت تونسویؒ نے بکمال شفقت ایک سیب اپنے دست مبارک سے کاٹا جس کا نصف حصہ حضرت میروی کو اور باقی نصف کے ٹکڑے کر کے دیگر حاضرین کو عطا فرما دیئے۔

چند ایام تک اپنے ماموں کے ساتھ حضرت اعلیٰ تونسویؒ کی مجالس سے فیضیاب ہونے کے بعد آپ گھر واپس آ گئے لیکن اپنا دل تونسہ شریف میں ہی چھوڑ آئے۔ حضرت کی نورانی صورت اور حسن خلق نے آپ کا دل موہ لیا تھا۔ ہر وقت آپ کا تصور بے چین رکھتا۔ حضرت کے فراق میں چھپ چھپ کر آنسو بہاتے۔ آخر ایک دن محبت کے ہاتھوں مجبور ہو کر نذرانے کا دنبہ ساتھ لیا اور عازم تونسہ ہوئے۔ حضرت کی خدمت میں نذر اور بیعت کی درخواست پیش کی۔ آپ نے دنبے کی پیٹھ پر کئی مرتبہ ہاتھ پھیرا اور تحسینی کلمات ارشاد فرمائے اور پھر انہیں بیعت سے مشرف فرما کر ایک چشمہ فیض جاری کرنے کا سامان کر دیا۔

حضرت میرویؒ کی عمر اس وقت تقریباً 15 سال تھی اس کے بعد چار مرتبہ بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر فیضیاب ہونے کا موقع ملا۔

حضرت خواجہ فخر الدینؒ کے مجموعہ ملفوظات سے پتہ چلتا ہے کہ چوتھی مرتبہ کی حاضری کے وقت بھی آپ ایک دنبہ لے کر حضرت تونسویؒ کے خاص شغل باطنی کے وقت حاضر ہوئے تھے، فرمایا "آپ کی ہیبت کی وجہ سے اندر نہیں جا سکتا تھا۔ دروازہ پر آ کر واپس چلا جاتا۔ اتنے میں حضرتؒ نے دیکھ کر بلا لیا۔ پوچھا کون ہے؟ میں نے عرض کیا کہ احمد برخوردار کا بیٹا ہوں۔ آپ نے بڑی لمبی دعا کی اور دیر تک ہاتھ اٹھائے رکھے۔ پھر ہاتھ میری پشت پر پھیرا اور فرمایا فی امان اللہ۔ اس کے بعد تھوڑے دن گذرے کہ حضرت کا وصال ہو گیا۔"

اپنے شیخ و مربی کی خبر وصال بھی آپ کو تونسہ شریف کے رستے میں ملی۔ دنیا اندھیر ہو گئی۔ افتاں و خیزاں تونسہ شریف پہنچے۔ آخری دیدار کا شرف حاصل کیا اور پھر گھر جا کر اپنا سب مال اسباب اور مویشی رشتہ داروں کے حوالے کر کے مستقل طور پر تونسہ شریف میں حضرت خواجہ اللہ بخش تونسویؒ کی خدمت میں آ رہے اور حصول علم میں مشغول ہو گئے۔ نو برس تک تمام علوم مروجہ کی تحصیل سے فارغ ہو گئے۔ اس دوران حضرت خواجہ اللہ بخش تونسویؒ سے اور حضرت اعلیٰؒ کے دیگر خلفاء سے روحانی فیض بھی حاصل کرتے رہے۔ پھر کچھ مدت کیلئے ملتان میں اور بعد ازاں کلورکوٹ میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔

حصول علم کے بعد آپ سیر وا فی الارض کے قرآنی حکم پر عمل کرتے ہوئے اولیائے کاملین اور مزارات مقدسہ کی [illegible] کے لئے روانہ ہو گئے۔ کشمیر اور شمالی علاقہ جات کے علاوہ ملتان، دلی، اجمیر شریف اور دیگر مقامات کے مشائخ اور مزارات کی زیارت سے مستفیض ہوئے اس سیاحت میں سات برس صرف ہو گئے۔

اٹک سے جنوب مغربی سمت نشیب و فراز پر مشتمل گھاٹیوں اور پہاڑی ٹیلوں اور وادیوں کا ایک وسیع سلسلہ سرزمین گھیب کے نام سے موسوم ہے۔ اس علاقہ کا مرکزی شہر پنڈی گھیب ہے۔ پنڈی گھیب سے سولہ میل مغربی جانب ریتلے اور پتھریلے ٹیلوں میں گھرے ہوئے ایک بلند ٹیلے کو میرا شریف بننے کا شرف حاصل ہوا۔ قدیم زمانے سے اس

علاقے کے پہاڑی دروں اور برساتی نالوں سواں اور سیل کی گزرگاہیں رہزنوں اور چوروں کی پناہ گاہیں بنی ہوئی تھیں کوئی اکا دکا مسافر ادھر آنکلتا تو مالی نقصان کے علاوہ متاعِ حیات سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا تھا۔ (بدر منیر)

اس علاقے میں سب سے پہلے میاں محمد نامی شخص نے ایک ڈھوک بنائی ان کے پیرو مرشد حضرت مولانا محمد علی مکھڈویؒ اس ڈھوک سے گزرے تو میاں محمدؒ نے عرض کی کہ چوروں اور درندوں کا ہر دم خطرہ رہتا ہے دعا فرمائیں کہ دائمی امن نصیب ہو۔ آپ نے فرمایا فکر نہ کرو ایک وقت آئے گا کہ یہاں کا نظارہ قابل دید ہوگا۔ مجھے ان ٹیلوں اور سنگریزوں پر نور کی بارش برستی نظر آتی ہے۔ اور ذکر الٰہی کی صدائیں گونجتی سنائی دیتی ہیں۔

میاں محمد صاحب نے بعد ازاں یہی درخواست پیر پٹھان غوث زمان خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ کی خدمت میں پیش کی اور عرض کی حضور میرا زمین پر ایک ڈھوک بنا آیا ہوں اس کے لئے دعا فرمائیں تو حضور تونسویؒ نے فرمایا "وہ میرا نہیں میرا ہے وہ ٹکڑا قیامت تک شاداب رہے گا، بلکہ پریشان حالوں کے لئے امن کی جگہ اور روحانیت کا مرکز ہوگا۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

حضرت خواجہ احمد میرویؒ تعلیم و سیاحت سے فارغ ہوئے تو کسی جگہ قیام کے لئے استخارہ فرمایا۔ انہیں شمال مشرق میں میرا کا ٹیلہ دکھایا گیا۔ چنانچہ آپ تونسہ شریف سے اس ٹیلے کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ آخر یہاں پہنچ کر میاں محمد کی ڈھوک سے مغربی سمت اس ٹیلے پر ڈیرہ لگا لیا۔ جلد ہی وہ پتھریلا ٹیلا رشد و ہدایت کا ایک عظیم مرکز میرا شریف بن گیا جہاں آج اہل بصیرت کو انوار کی بارش برستی دکھائی دیتی ہے۔

برصغیر میں اکثر مسلمان حکمرانوں نے ہندوؤں سے رواداری کا اصول اپناتے ہوئے اشاعت دین کے فریضہ سے عملاً دستبرداری اختیار کر رکھی تھی۔ چنانچہ قدرتی طور پر اس کی ذمہ داری مذہبی طبقہ یعنی صوفیا اور علماء کے کندھوں پر آپڑی۔ چنانچہ ان دونوں طبقوں نے اپنے اپنے دائرہ کار میں اس ذمہ داری کو خوب نبھایا۔

لیکن المیہ یہ ہوا کہ بعض متعصب مورخین اور مصنفین نے ان دونوں طبقات کی

صحیح تصویر لوگوں کے سامنے پیش نہیں کی بلکہ اپنی تحریروں میں انہیں دو مخالف کیمپوں میں تقسیم کر کے دکھایا حتیٰ کہ صوفیائے کرام کو علم سے بے بہرہ بلکہ علم سے بغض رکھنے والا ظاہر کیا جبکہ حقائق کا مبنی بر انصاف جائزہ لیا جائے تو یہ رائے قطعاً غلط ثابت ہوتی ہے۔

یہ درست ہے کہ علماء ظاہری علوم کی ترویج و اشاعت میں لگے رہے جبکہ صوفیا تربیت اور تعمیر سیرت میں مصروف رہے لیکن اہل تصوف کردار سازی کی ساری عمارت شریعت یعنی قرآن و سنت پر ہی استوار کرتے تھے ۔

کہ بے علم نتواں خدا را شناخت

اور حضرت سلطان باہوؒ کے قول کے مطابق ۔

علموں باجھ کرے فقیری کافر مرے دیوانہ ہو

یہی وجہ ہے کہ خانقاہیں بیک وقت علوم شریعت کی درسگاہیں بھی تھیں اور سیرت سازی کی تربیت گاہیں بھی۔ تاریخ تصوف میں کسی ایسے شیخ طریقت کا نام سامنے نہیں آتا جس نے علوم شریعت سے کسی بے بہرہ مرید کو لوگوں کی رشد و ہدایات کے لئے اپنا خلیفہ نامزد کیا ہو۔

تاریخ ہمیں ایسے بے شمار صوفیائے کرام کے نام گنواتی ہے جنہوں نے شہری سہولتوں اور بنیادی حقوق سے محروم مقامات کو تبلیغی اور انسانی خدمت کے لئے اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا۔ انہوں نے جبہ و دستار زیب تن کر کے شاہی محلات کے دسترخوانوں پر شکم پروری کی بجائے روٹی کے لقمہ لقمہ کو ترسنے والی مخلوق کے لئے اپنی کٹیاؤں میں لنگر جاری کرنے کو ترجیح دی۔ یہ مردانِ خدا صرف اللہ ہو کی آوازوں سے فضا میں ارتعاش ہی پیدا نہیں کرتے تھے بلکہ قال اللہ وقال الرسول کے نغمے سنا کر غریب بچوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کرتے اور ان کی سیرت سازی میں اپنی عمریں کھپا دیتے تھے۔

ایسی ہی رشک بریں کٹیاؤں میں ضلع اٹک کے دور دراز پہاڑی سلسلہ میں میرا نامی ایک ٹیلے پر اس مرد خدا کی بھی ایک کٹیا قائم ہوئی جس نے اس علاقے کی قسمت بدل دی۔ چنانچہ یہ بے آب و گیاہ ٹیلہ ان کی برکت سے سرسبز و شاداب میرا شریف بن کر پورے خطے کے لئے مینارہ نور بن گیا۔

میرا شریف کے لب سڑک ہونے کی وجہ سے جہاں مسافر بلا تعارف لنگر سے روٹی کھاتے وہاں طلباء اور درویشوں کے لئے اس لنگر سے روٹی، کپڑے اور رہائش کا انتظام بھی ہوتا۔ خدمت خلق اور اشاعت دین کا یہ سلسلہ صرف میرا شریف تک محدود نہ تھا بلکہ آپ نے علاقہ بھر میں مساجد اور درسگاہیں تعمیر کرائیں گردونواح میں جو علماء خدمت دین اور تدریس علوم میں مصروف ہوتے دودھ کی محتاجی دور کرنے کے لئے انہیں اکثر شیر دار گائے یا بھینس پہنچاتے۔ ہر ذوق اور ہر سلسلہ کے علما اکثر حاضر ہوتے رہتے۔ جس عالم دین کے کپڑے یا پاپوش پرانے دیکھتے نئے تیار کروادیتے۔

حضرت میرویؒ اشاعت اسلام اور دین کا کس قدر درد رکھتے تھے اور علمائے دین کو اس طرف متوجہ کرنے کے لئے کتنی کوشش فرماتے ،اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے۔

حضرت مولانا احمد دین دھرابویؒ حاضر خدمت ہوئے تو انہیں اپنے ساتھ کھانے میں شریک فرمالیا۔ پھر ان سے گھر بار اہل وعیال کے اخراجات اور کاروبار کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے بتایا کہ علوم دینیہ کی تکمیل کے ساتھ ساتھ علم طب میں بھی مہارت حاصل کر چکا ہوں اور اب مطب بنانے کا ارادہ ہے۔ حضرت چونکہ ان کے باطن میں نگاہ کر کے ان کی صلاحیتوں اور علوم دینیہ میں رسوخ سے آگاہ ہو چکے تھے۔ آپ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ جو ہر قابل فکر معاش میں اپنی صلاحیتیں ضائع نہ کردے۔ چنانچہ فرمایا کہ یہ کام آپ کے لئے مناسب نہیں، دین کی خدمت کریں اور فی سبیل اللہ وعظ کہیں تاکہ لوگ گمراہی سے بچ کر ہدایت حاصل کریں۔

مولانا نے معاشرہ میں علمائے دین کی ناقدری کا ذکر کرتے ہوئے عرض کیا کہ لوگ تو علماء کو دووقت کا کھانا دینے سے بھی بھاگتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت خواجہؒ نے پر جوش انداز میں فرمایا۔ تمہارے زمانے میں برابر کا اور کوئی واعظ نہ ہوگا۔ مخلوق کا آپ کے ارد گرد اتنا ہجوم ہوگا کہ آپ انہیں تاریخیں دیں گے لیکن سال بھر وعدے پر پورے نہ اتر سکیں گے۔ آپ کے وعظ میں دین و دنیا کی عزت ہوگی۔ یہ فرما کر حضرت نے اپنا دست مبارک مولانا احمد دین صاحب کے سینے پر پھیرا اور فرمایا، جائیں اور توکل پر وعظ شروع کر دیں۔

مولانا نے حکم کی تعمیل کی اور پھر دنیا نے گفتہء او گفتہ اللہ بود کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

مولانا خود فرماتے تھے کہ کسی کو سال کا وعدہ دیتا ہوں، کسی کو زیادہ کا لیکن بعض اوقات ایفائے وعدہ مشکل ہو جاتا ہے۔ اور مال و دولت کی بھی کوئی کمی نہیں رہی۔ حضرت مولانا اپنے دور کے عظیم مناظر شمار ہوتے تھے۔ اور اکثر ایسا ہوا کہ مخالفین ان کا نام سن کر ہی راہ فرار اختیار کر لیتے تھے۔ رافضیت کے رد میں آپ نے ایک بلند پایہ کتاب ''مجمع الاوصاف فی تردید اہل البدع والاعتاف'' تصنیف فرمائی جو ۱۹۰۰ء میں مطبع سراج المطابع جہلم سے طبع ہوئی۔

حضرت خواجہ احمد میرویؒ کے قلب منور میں اشاعت اسلام کا بے پناہ جذبہ موجزن تھا۔ اس لئے آپ علمائے حق کی عزت افزائی اور خدمت وتعاون میں ہمیشہ کوشاں رہتے۔ چنانچہ سینکڑوں علماء آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہونے کے بعد دین کا درد لے کر تبلیغ کے لئے دنیا میں پھیل گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی برکت سے ان علمائے ربانیین کی تقریر وتحریر میں بڑی تاثیر پیدا فرمادی۔ ان میں سے کئی آسمانِ شہرت پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے جن کی مجالس وعظ میں ہزاروں لوگ شریک ہوتے۔ بعض کے ہاں تو دس دس کوس کا سفر پیدل طے کر کے لوگ محافل میں شریک ہوتے اور عقائد کی درستگی او ر اعمال صالحہ کا جذبہ لے کر لوٹتے۔ ان علمائے ربانیین میں سے چند مشاہیر کے نام درج ذیل ہیں:۔

۱۔ حضرت مولانا احمد دین صاحب دھرابویؒ
۲۔ حضرت مولانا عنایت اللہ صاحبؒ چکڑالہ
۳۔ حضرت مولانا میاں محمد صاحبؒ ملھووالی
۴۔ حضرت مولانا محمد حسین صاحبؒ گوجر خان
۵۔ حضرت مولانا شاہنواز صاحبؒ ڈیرہ اسماعیل خان
۶۔ حضرت مولانا فیروز دین صاحبؒ دروال
۷۔ حضرت مولانا غلام جعفر شاہ صاحبؒ مندا خیل
۸۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحبؒ ______ بڑھیال
۹۔ حضرت مولانا گل شیر خانؒ ______ ملھووال

۱۰۔ حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن صاحبؒ ________ ملتان

۱۱۔ حضرت مولانا نور محمد صاحبؒ کندیاں

۱۲۔ حضرت مولانا مفتی نصیر الدینؒ ________ راولپنڈی

۱۳۔ حضرت مولانا محمد فائق چشتی ________ ایمن آباد

۱۴۔ حضرت مولانا غلام ربانی صاحب ________ میرا شریف

۱۵۔ حضرت مولانا سراج الدین ڈھبہ ________ تلہ گنگ

۱۶۔ حضرت مولانا جان محمد صاحب ________ دلہ چکوال

۱۷۔ حضرت مولانا احمد الدین صاحب ________ جسیال

۱۸۔ حضرت مولانا محمد حسین خاں ________ تلہ گنگ

۱۹۔ حضرت مولانا محمد غزالی صاحبؒ ________ ٹمن، ملتان

۲۰۔ حضرت مولانا امام دین صاحبؒ ____ سہگل آباد چکوال

حضرت خواجہ احمد میروی قدس سرہ العزیز کے حالات وسیرت کا مطالعہ کرتے ہوئے ہر سطر اور ہر صفحہ سے آپ کے اخلاق کریمانہ کا ایک نیا رنگ اور نیا انداز نظر آتا ہے۔

ایک دفعہ مسجد سے آپ کا جوتا چوری ہوگیا۔ کسی نے بتایا کہ ایک شخص تیزی سے پنڈی گھیب کی طرف جا رہا ہے۔ لوگ اس کے پیچھے دوڑے۔ حضور نے فرمایا چور پکڑا جائے تو تم سزا نہ دینا میرے پاس لے آنا میں خود سزا دوں گا۔ چور پکڑا گیا۔ آپ کی خدمت میں لائے تو تبسم فرماتے ہوئے کہا بھئی تجھے جوتے کی ضرورت تھی تو میرے درویشوں کو آتے ہوئے دیکھ کر جوتے کسی گھاٹی میں چھپا دیتا اور بچ جاتا۔ اب تو چور ثابت ہوگیا ہے۔ ہم تجھے ایسی سزا دیں گے جو اس سے پہلے کسی چور کو نہیں دی گئی۔ اس نے عرض کیا جیسے حضور کی مرضی۔ حضرت قبلہ نے حافظ بدر دین صاحب کو فرمایا کہ اسے جوتوں کی خریداری کے لئے رقم دی جائے۔ حضرت خواجہ فخر الدینؒ لکھتے ہیں۔

غریب الوطن دکھیارے غم کے مارے بے کس آتے تو اس پیار محبت سے ملتے کہ

ان کے دل سے تمام غبار درد و الم دور ہو جاتا۔ تمام حالات میں خصوصاً اس میں میری زبان اور قلم کو بیان کی طاقت نہیں۔

ایک نحیف ولاغر عالم دین جو کہ نامساعد حالات کے ستائے ہوئے تھے، حاضر ہوئے۔ خواجہ کے لطف وکرم سے اپنے زخموں کا مرہم پایا تو خادم سے کہا میں یہاں اقامت کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت کی خدمت میں عرض کیا گیا تو فرمایا غریب الطبع و مسکین شخص ہمیں بہت عزیز ہوتا ہے۔ اسے کہو یہیں قیام کرے۔ پھر کئی دفعہ جب وہ حاضر ہوتے تو بڑی محبت سے اس کا سر اپنے سینہ اقدس سے لگا لیتے اور فرماتے میری روح تیری روح کے ساتھ ملی ہوئی ہے اس شخص نے غریب الوطنی کے دکھوں اور تکلیفوں سے راحت پا کر باقی عمر کے دن دلجمعی سے وہیں گزار دیئے۔

ایک خادم قدیم کفش دوز (موچی) بوڑھا اور نابینا ہوگیا۔ آپ نے سرائے میں ایک علیحدہ مکان میں اس کی رہائش مقرر کی، وضو وغیرہ اور کھانا کھلانے کے لئے اس کی خدمت ایک شخص کے ذمے لگائی۔ بندہ (فخر الدینؒ) اس کے قریب مکان میں رہا کرتا تھا۔ وہ اس بڑھاپے اور ضعف میں بھی ہر وقت ذکر میں رہا کرتے۔ چہرے اور پیشانی سے نورانیت ٹپکتی تھی۔"

بارگاہ ربوبیت کے مقربین اللہ کی مخلوق کی خدمت اور ان کے احوال کی اصلاح کے لئے ہمیشہ فکر مند رہتے ہیں۔ وہ زخمی دلوں پر مرہم رکھتے ہیں اور مایوس دلوں کی ڈھارس بندھاتے ہیں۔ وہ رب العالمین کی ربوبیت عامہ کے مظہر ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کی خدمت ومحبت کا دائرہ صرف انسانوں تک محدود نہیں رہتا بلکہ حیوانات اور چرند پرند بھی ان کے دائرہ الفت میں شامل ہوتے ہیں۔

ایک دفعہ لنگر کے شتربانوں نے عرض کیا کہ بڑا اونٹ بیمار ہے۔ کھاتا پیتا کچھ نہیں اسے آپ ذبح کرا دیں۔ فرمایا اس کو میرے پاس لاؤ۔ اسے صحن بنگلہ میں لائے۔ آپ نے اس کی مہار ہاتھ میں لے لی۔ اونٹ بڑا قدآور اور بوڑھا تھا۔ آپ نے مہار کھینچ کر اس کا سر نیچے کیا۔ اس نے مجذوب سالک کی طرح رضا بقضا سر آگے کر دیا۔ آپ نے اسے گلے سے لگا کر بوسہ دیا اور فرمایا اس نے ہماری بہت خدمت کی ہے۔ پھر اس کی مہار

پکڑے ایک درخت پر لے گئے اور وہ پتے کھانے لگا پھر دوسرے درخت پر لے گئے وہاں بھی چرنے لگا۔

آپ نے فرمایا اس کو کوئی بیماری نہیں صرف ضعیف ہے۔ اس نے ہماری بہت خدمت کی اب اس کی خدمت کا وقت آ گیا ہے۔ پھر ایک آدمی کو فرمایا یہ تمہارے ذمے ہے کہ اسے دن میں چرا کر تھان پر لا کر بٹھا دیا کرو۔

ایک دن موضع کوٹیرا کا ایک شخص گائے لے کر حاضر خدمت ہوا۔ عرض کی کہ یہ گائے اپنے بچے کو دودھ نہیں پلاتی۔ فرمایا اس کے بچے کو میرے پاس لاؤ۔ بچہ پیش کیا گیا۔ آپ نے بچھڑے کو گلے لگایا اور بوسہ دیا۔ پھر بغل میں لے لیا اور فرمایا گائے کہتی ہے کہ مجھ پر بہتان ہے۔ میں تو بچے کو دودھ پلاتی ہوں۔ چنانچہ بچھڑے کو چھوڑ دیا گیا۔ وہ گائے کے پاس پہنچا تو وہ انتہائی محبت سے اسے چاٹنے اور دودھ پلانے لگی۔

حضرت میرویؒ کی طبیعت میں اللہ تعالیٰ نے بچپن ہی سے فقر و استغنا کا وصف ودیعت کر دیا تھا۔ آپ کے استغنا کا پہلا منظر اس وقت سامنے آتا ہے جب اللہ تعالیٰ کی محبت اور تحصیل علم کے لئے گھر بار چھوڑ کر عازم تونسہ شریف ہوئے تو اپنا مال و متاع اور مویشی وغیرہ سب رشتہ داروں میں تقسیم کر دیئے۔

تونسہ شریف میں آپ کی طالب علمی کا دور بھی فقر اختیاری اور توکل و استغنا میں گزرا، نہ مال جمع کرنے کی کبھی خواہش کی اور نہ کسی کے سامنے دست سوال دراز کیا۔

نواب بہاولپور کے وزیر احمد خان نے طلباء کے وظائف مقرر کئے تو استاد گرامی نے آپ کا نام بھی فہرست میں درج کر دیا۔ آپ کو معلوم ہوا تو عرض کی "وطن اور گھر بار اللہ تعالیٰ کی خاطر ترک کر کے خواجہ کے دربار پر مقیم ہوا ہوں۔ تنگی اور آسانی قبول ہے۔ میں اس دروازے کو چھوڑ کر کسی اور کی توقع نہیں رکھنا چاہتا" چنانچہ دیگر طلباء کے وظائف مقرر ہو گئے اور وہ خوشحالی میں زندگی بسر کرنے لگے۔ جبکہ آپ پرانے کپڑوں اور روکھی سوکھی پر قانع رہے لیکن ایسے موقعہ پر قدرت بھی اپنی دستگیری کا رنگ دکھائے بغیر نہیں رہتی اور مَنْ یَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ کے مصداق ربوبیت الٰہی اس کی ضروریات کی کفالت کا بہتر انتظام کر دیتی ہے۔ حضرت خواجہ کے توکل سے نہ صرف لوگوں کے دلوں میں آپ کی عزت بڑھ گئی بلکہ فتوحات کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا۔

کچھ عرصہ بعد وزیر موصوف کے وصال پا جانے پر طلباء کے وظائف بند ہو گئے۔ اس پر انہیں اتنا دکھ اور رنج ہوا جتنا کسی کو اپنے والد کے انتقال پر ہوتا ہے۔ لیکن آپ کا دل مطمئن اور پرسکون تھا کہ جس ذات پر آپ نے تکیہ اور بھروسہ کیا تھا وہ ذات حی وقیوم ہے۔ جو اس کا دامن تھامے رکھتا ہے وہ کبھی مایوس نہیں ہوتا۔

نواب مظفر خان رئیس آف کالا باغ حضرت سید محمد فاضل شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ احمد میرویؒ سے حسن عقیدت رکھتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت میرویؒ سے کہا۔ آپ تونسہ شریف جاتے ہیں۔ کالا باغ راستے میں پڑتا ہے کبھی میرے پاس بھی تشریف لائیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ جب آپ تونسہ شریف جانے لگے تو حضرت محمد فاضل شاہ صاحبؒ نے بھی ایک رقعہ نواب موصوف کے نام لکھ دیا جس میں حضرت میرویؒ کے متعلق تعریفی کلمات درج تھے۔ آپ کو مندرجات کا علم ہوا تو ملاقات کا ارادہ ملتوی کر دیا اور منہ چھپا کر کالا باغ سے گزر گئے۔ آپ کی غیرت فقر نے یہ سفارشی رقعہ لے کر کسی دنیادار کے دروازے پر جانا گوارا نہ کیا۔

عیسیٰ خیل کی سڑک نواب صاحب کے مکانوں کے پاس سے گزرتی تھی۔ کسی کارندے نے آپ کو گزرتے ہوئے پہچان لیا اور نواب صاحب کو اطلاع کر دی۔ اس نے فوراً آپ کے پیچھے گھوڑ سوار دوڑا دیا جس نے نواب صاحب کا پیغام پہنچا کر واپسی کی درخواست کی۔ آپ نے یہ کہہ کر معذرت کر لی کہ

"جو قدم تونسہ شریف کی طرف اٹھ چکے ہیں ان کا واپس ہونا محال ہے"

حقیقت یہ ہے کہ محبت الٰہی سے سرشار لوگوں کے فکر و عمل میں جب توحید اپنا رنگ جمانا شروع کر دیتی ہے اور وہ موحد کامل بن جاتے ہیں تو اپنے رازق کو پہچان لینے کے بعد ان کی نگاہ کسی دارا و سکندر کی طرف نہیں اٹھتی بلکہ شاہان وقت ان بوریہ نشینوں کے سامنے دست بستہ کھڑا ہونے اور ان کی کفش برداری کو اپنی عزت خیال کرتے ہیں اقبال نے کیا خوب کہا ہے ؎

اپنے رازق کو نہ پہچانے تو محتاجِ ملوک
اور پہچانے تو ہیں تیرے گدا دارا و جم

صوفیا کرام ہمیشہ معاشی تنگی اور ناساز گار حالات میں تبلیغ دین اور پیغام ہدایت کا صبر آزما فریضہ سرانجام دیتے رہے ہیں لیکن اپنا دامن کبھی لالچ اور حرص سے آلودہ نہ ہونے دیا۔ عظیم دینی سکالر جناب صاحبزادہ سید خورشید احمد گیلانی مرحوم کے بقول ''انہوں نے جو خدمت انجام دی بلا مزدوری و معاوضہ سرانجام دی۔ تبلیغ کو پیشہ نہیں بلکہ فریضہ سمجھ کر ادا کیا۔ لوگوں کو ایمان و ایقان کی لازوال دولت سے نوازنے کے باوجود ان کی دولت میں کبھی خود کو حصہ دار نہ جانا۔ بادشاہ ان کے جھونپڑوں کا طواف کرتے رہے مگر انہوں نے کبھی شاہ کے در دولت پر دستک دے کر غیرت فقر کو مجروح نہیں کیا۔'' ☆

حضرت خواجہ احمد میرویؒ اسی گروہ عشاق میں شامل تھے بلکہ اس پاکباز اور قدسی صفات قافلہ کے ممتاز فرد تھے، وہ نہ صرف ان اعلیٰ اوصاف کے حامل تھے بلکہ اپنے تلامذہ اور درویشوں کو بھی ان سے متصف دیکھنا چاہتے تھے چنانچہ وصال سے پہلے جو وصیت لکھوائی اس کا آخری جملہ یہ تھا:۔

''فقیراں را باید کہ
دریں جا آرام کردہ خدا را یاد کنند
و بر دروازۂ ہیچ دنیا دار نروند۔''

یعنی اہل فقر درویشوں کو چاہیے کہ یہاں آرام سے خدا کی یاد میں مصروف رہیں اور کسی دنیا دار کے دروازہ پر ہرگز نہ جائیں۔

مولف ملفوظات حضرت خواجہ فخر الدین بیربلویؒ نے مثنوی سفر معرفت میں اسے یوں نظم کیا ہے ۔

کہنہ پوش و نان بے روغن بخور
لیک حاجت پیش کس ہر گز مبر
ایں وصیت آخری فرمودہ اند
بر در امراء فقیراں نہ روند

شریعت و طریقت میں کوئی دوئی نہیں۔ یہ جسم اور روح کی طرح لازم ملزوم ہیں۔ طریقت دراصل شریعت کی روح ہے۔

اسے حضرت شیخ یحییٰ منیریؒ کے الفاظ میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ ''نماز میں

قبلہ رو کھڑے ہو جانا اور ارکان ادا کرنا شریعت ہے جبکہ نماز کے باطنی آداب کا خیال رکھ کر دل سے اللہ کی طرف متوجہ ہو جانا طریقت ہے۔ گویا جن معاملات دینی کا ظاہری حواس سے تعلق ہے اس کی رعایت ملحوظ رکھنا شریعت اور جن دینی معاملات کا تعلق قلب و روح کے ساتھ ہے اس کی رعایت ملحوظ رکھنا طریقت ہے۔'' (مکتوبات صدی۔ شیخ یحییٰ منیری)

اکابرین مشائخ چشت کی طرح حضرت خواجہ احمد میرویؒ کی ذات با برکات بھی شریعت و طریقت کی جامع تھی۔ باطن کو آراستہ کرنے کے ساتھ ساتھ ظاہری شریعت کی پابندی کا آپ کے ہاں پورا پورا اہتمام تھا۔

آپ کی عمر مبارک تقریباً اسی سال ہو چکی تھی کمزوری غالب تھی لیکن اتنے ضعف کے باوجود نماز مسجد میں با جماعت ادا کرتے اور پہلی صف اور تکبیر اولیٰ کا اہتمام کرتے۔ قریب وصال جب ضعف جسمانی انتہا کو پہنچ چکا تھا تو خدام آپ کی چار پائی مسجد میں اٹھا لاتے اور آپ نماز با جماعت ادا فرماتے ۔ اپنے خواص کے علمی مشاغل کے باوجود اگر کوئی دیر سے نماز کے لئے پہنچتا تو سخت تنبیہ کرتے اور جماعت کی پابندی کی تلقین فرماتے۔ سالکین سے فرماتے کہ اگر طبیعت صحرا میں نکلنا چاہے تو کسی ساتھی کو ہمراہ لے جایا کریں تا کہ جماعت ضائع نہ ہو۔ حضرت خواجہ کمزوری و نقاہت کے باوجود عصر اور عشا کی سنتیں اور نوافل کھڑے ہو کر ادا کرتے۔

حقیقت یہ ہے کہ جب حقائق کا باب سینے میں کھل جاتا ہے تو مستحبات تک کو فرائض کی طرح ادا کیا جاتا ہے۔

بعض اعمال شکل و صورت میں یکساں نظر آتے ہیں لیکن باطن اور نتائج کے لحاظ سے ان میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ مثلاً خدا سے غافل اور خدا کو یاد رکھنے والا مسلمان دونوں جسمانی تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے کھاتے اور پیتے ہیں۔ لقمہ دونوں کے حلق سے اترتا ہے اور معدے میں پہنچ کر جزو بدن بننے کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔ پھر یہ لقمہ خون بن کر دونوں کی رگوں میں گردش کرتا ہے۔ لیکن باطنی طور پر خدا سے غافل انسان کے حلق سے اترا ہوا لقمہ تاریکی جب کہ خدا یاد مومن کا لقمہ نور پیدا کرتا ہے۔ کیونکہ مومن رزق کے حصول میں ہدایت ربانی کو پیش نظر رکھتا ہے اور پھر نوالہ توڑتے اور کھتے وقت

اس ذاتِ کریم کو یاد کرتا ہے جس نے اسے یہ رزق بخشا۔

قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہارویؒ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص ہر لقمے کے ساتھ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتا ہے لقمہ اس کے پیٹ میں جا کر نور بن جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت خواجہ احمد میرویؒ کھانا کھانے سے پہلے بلکہ ہر لقمہ سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے کا خصوصی خیال رکھتے اور بعض اوقات دوسروں کی تربیت کے لئے بلند آواز سے بسم اللہ شریف پڑھتے۔ اس سلسلے میں حضرت خواجہ فخر الدینؒ نے بعض واقعات اپنی کتاب میں درج کئے ہیں۔

حضرت خواجہ احمد میرویؒ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کامل محبت کی بنا پر آپ کی نسبتوں کا بھی بے حد احترام فرماتے تھے۔

امرتسر کے چند آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کا نشان علاقے میں دکھاتے ہوئے میرا شریف پہنچے۔ اس کے ساتھ ان کے پاس ایک سند نامہ بھی تھا۔

حاضرین میں سے بعض نے اس پر تنقید کرنا چاہی تو حضرت خواجہ نے منع کر دیا اور فرمایا محبت وتعظیم کا حق یہ ہے کہ جب سنے کہ آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نشان قدم مبارک ہے تو جان و دل سے اس پر فدا ہو۔ صحابہ کرام تو حضور علیہ السلام کا اسم مبارک بھی فداہ ابی وامی کہے بغیر نہ لیتے تھے۔

حضرت میرویؒ سادات کرام اور اہل بیت عظام کی بڑی توقیر وتعظیم کرتے اور فرماتے کہ ان کے اعمال کو نہ دیکھا جائے بلکہ ان کی نسبت کو ملحوظ رکھتے ہوئے احترام سے پیش آنا چاہیے۔ آپ کی مہر مبارک پر یہ شعر کندہ تھا

حبّ حق حبّ محبوبانِ حق
در دلِ احمد بُوَد ہر دم سبق

حق تعالیٰ اور اس کے محبوبوں کی محبت کا سبق احمد کے دل میں ہر دم جاری رہے۔

آپؒ خواجہ اللہ بخش تونسویؒ کے دور میں عرس کے اختتام پر مسجد، دربار شریف کے حجروں مہمان سراؤں اور گلیوں کی صفائی اپنے ہاتھوں سے کرنا فخر سمجھتے تھے۔ (بدر منیر۔ ص ۱۴۱)

ایک دفعہ تونسہ شریف جاتے ہوئے کالا باغ سے آگے گزر گئے۔ نواب کالا باغ

نے قاصد دوڑایا اور درخواست کی کہ واپس تشریف لے آئیں اور دعوت قبول فرمائیں۔ فرمایا جو قدم تونسہ شریف کی طرف اٹھ چکے وہ واپس نہیں ہو سکتے۔

آپ کا یہ مقولہ زبان زد عام ہے کہ ''علماء کی جوتیاں ہمارے سر اور ہماری جوتیاں دنیا داروں کے سر''۔

مولانا محمد نوازؒ کے پاپوش مسجد میں خلاف ادب پڑے تھے، آپ نے مسجد سے باہر پھینکوانے کا حکم دیا۔ کسی نے کہا مولانا نواز صاحب کے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے خود پاپوش اٹھائے اور انہیں مسجد میں ترتیب سے رکھ دیا اور ساتھ ہی معذرت کے انداز میں فرمایا کہ مجھے پتہ نہیں تھا، افسوس! کہ مولوی صاحب کی جوتیوں کی بے ادبی ہو گئی۔

حضرت خواجہ احمد میرویؒ کی بے شمار کرامات اور روحانی کمالات کے واقعات آپ کی سیرت کی کتابوں میں ملتے ہیں جن کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جب بندہ مومن مقرب بارگاہ ربوبیت ہو جاتا ہے اور توحید اس کے رگ و ریشہ میں سما جاتی ہے تو اس کی زبان حق کی ترجمان اور تمام اعضا قدرت خداوندی کا نشان بن جاتے ہیں۔

قطب العالم خواجہ محمد عمر بیربلویؒ اپنی کتاب ''توحید'' میں تحریر فرماتے ہیں ''خوبان پہ کچھ آئے نہ آئے صرف حال سے ہی تاثر پیدا ہو جاتا ہے آنکھ اور ہاتھ سب مؤثر ہو جاتے ہیں، جس پر آنکھ پڑ جاتی ہے وہی گر جاتا ہے۔ جس سے ہاتھ ٹکرا جاتا ہے وہی دھاکہ کھا جاتا ہے اور بن بولے کہے حالات بدل جاتے ہیں۔

علامہ اقبالؒ اسی مفہوم کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں کار کشا کار ساز

اس توحید حالی کے اثرات ہمیں تمام صوفیا کے ہاں نظر آتے ہیں لیکن اس کا جو رنگ حضرت خواجہ اجمیرؒ اور آپ کے سلسلہ میں دکھائی دیتا ہے کہیں اور باید و شاید۔ تاریخ کے صفحات اکابر چشتی بزرگوں کے ایسے واقعات سے بھرے پڑے ہیں۔

حضرت قبلہ عالم مہاروی قدس سرہٗ کی خدمت میں تبلیغی جذبہ سے سرشار ایک

پٹھان نوجوان بغل میں چھری دبائے آتا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ یہ پیر حضرات بدعتی لوگ ہیں۔ اس کی دانست میں اسلام کو آج ایک بدعتی سے نجات دلانے کا سنہری موقعہ ہے۔ لیکن ہوا کیا؟۔ دنیا نے کھلی آنکھ سے دیکھا کہ جونہی قبلہ عالم نے اس جوشیلے نوجوان کے چہرہ پر نگاہیں مرکوز کرتے ہوئے اپنا دستِ کرم مصافحہ کے لئے بڑھایا تو یہ پٹھان نوجوان تونسہ کا تاجدار شاہ محمد سلیمان بن گیا۔

اسی سلیمانِ وقت کے فیض یافتہ ایک مردِ خدا (حضرت خواجہ احمدؒ) میرا کے ایک ٹیلے پر کٹیا لگائے بیٹھے ہیں کہ وقت کے جابر انگریز حکمرانوں کا نمائندہ ایک تھانیدار قریبی آبادی میں پہنچتا ہے۔ وہ یہ پتہ لگانے آیا ہے کہ کہیں یہ لوگ انگریز کی مخالفت تو نہیں کر رہے۔ نیز وسیع لنگر کے اخراجات کے لئے انہیں مالی امداد کہاں سے مل رہی ہے۔ فقیر کا ڈیرہ پوچھتے پچھاتے جب وہ کٹیا محل پہنچتا ہے اور اس کی نظریں صحن میں بیٹھے ہوئے درویش خدا مست کی مخمور نگاہوں سے ٹکراتی ہیں تو اس کی تکبر میں تنی ہوئی گردن جھک جاتی ہے۔ اور اس کا دل موم بن کر درویش کے قدموں میں بہہ جاتا ہے۔ اور پھر چند ملاقاتوں کے بعد وہ انگریز کی نوکری پر تین حرف بھیج کر اپنا جاہ و منصب درِ فقر پر قربان کر دیتا ہے ......

پنجند کا رہنے والا ایک شخص مسمی فتح خاں قوم بھلا میرا شریف کے علاقے میں آکر موضع توت میں قیام پذیر ہوگیا۔ یہاں اس نے خود کو سید اور پیر ظاہر کر کے شیعہ مذہب کی تبلیغ شروع کر دی اور بستی کے بہت سے نادان لوگوں کو اپنا معتقد بنالیا۔ بستی کے بعض مخلصین نے اس بڑھتی ہوئی گمراہی کا تذکرہ حضرت خواجہ میرویؒ کی خدمت میں کیا۔ آپ وہاں تشریف لے گئے اور لوگوں کو جمع کر کے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے تین حضرات کے ذریعے اس علاقے میں اسلام کو خاص رونق بخشی ہے۔ اول حضرت غریب نواز خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ، دوم مجاہد ملت فخر اہلسنت حضرت جلال الدین بخاریؒ اوچ شریف، تیسرے سیدنا شیخ شاہ عیسیٰ بلوٹ رحمۃ اللہ علیہ ان بزرگوں کی کتابوں کو دیکھو اگر وہ شیعہ تھے تو ہم بھی مان لیں گے اور اگر وہ سنی تھے تو تم مخلوق خدا کو بے راہ نہ کرو۔

سب لوگ خاموش سر جھکائے بیٹھے تھے۔ ایک متکبر اور گستاخ شخص نے بلند آواز سے کہا ہم ان لوگوں کی کتابیں کہاں سے تلاش کریں۔ ہمارے لئے تو یہ سید ہی رہبر ہیں۔ ہم اہل سنت یا دیگر کسی مذہب کو نہیں جانتے۔ حضرت خواجہ اس بدبخت کی باتوں سے رنجیدہ

خاطر ہو کر واپس تشریف لے آئے۔

یاد رہے کہ حضرت نے کسی کے لئے کوئی بددعا نہیں کی لیکن حدیث قدسی میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ یعنی جو میرے ولی سے دشمنی مول لیتا ہے میں اس کے خلاف اعلان جنگ کر دیتا ہوں۔

قدرت نے اپنے ولی کی شان میں گستاخی کرنے والے کو یوں سزا دی کہ وہ قولنج میں مبتلا ہو کر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرگیا۔ ادھر بستی پر اچانک ایک سفید بادل اٹھا اور اتنی ژالہ باری ہوئی کہ سب فصلیں تباہ ہوگئیں۔ چند دنوں بعد ایک بیماری نے موت کا طوفان برپا کر دیا۔ اب بستی والوں کے اندر احساس ندامت بیدار ہوا۔ انہوں نے خواجہ میرویؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر شیعہ مذہب سے توبہ کی اور مسلک اہل سنت پر چلنے کا عہد باندھا۔ حضرت خواجہؒ نے خوش ہو کر ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ آپ کی دعا سے اللہ پاک نے تمام مصیبتیں دور فرمادیں۔

کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن از مولانا احمد رضا خان بریلوی"

کنزالایمان برصغیر پاک و ہند کے نامور عالم دین اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمۂ قرآن ہے۔ مولانا کی ذہانت اور علمیت اُن کے ترجمے سے خوب عیاں ہے۔ شروع میں فہرست مضامین قرآن مجید ہے اس سے فاضل مترجم کے خیالات و عقائد پہ واضح روشنی پڑتی ہے۔

اس میں تحت السطور ترجمہ "کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن" ہے۔ حاشیہ پر تفسیر خزائن العرفان از مولانا نعیم مرادآبادی" درج ہے۔

مولانا حکیم الرحمٰن رضوی کہتے ہیں :

"حضرت کا سب سے بڑا کارنامہ ترجمۃ القرآن ہے۔ کاش ایسا ہوتا کہ میں عمدگی کے ساتھ آپ نے ترجمہ فرمایا اس پر حواشی بھی لکھے لیکن قدرت کو یہی منظور تھا۔ حضرت احمد رضا خان" قرآن میں غیر معمولی بصیرت رکھتے تھے۔ انہوں نے اللہ کے کلام میں برسوں تدبر کیا اور اس تدبر و تفکر کا نتیجہ تھا کہ مولانا کو قرآن سے نسبتِ خاص ہوگئی۔ حیرت یہ ہے کہ یہ ترجمہ لفظی بھی ہے اور بامحاورہ بھی اس طرح گویا لفظ اور محاورہ کا حسین امتزاج آپ کے ترجمہ کی بہت بڑی خوبی ہے۔ پھر انہوں نے ترجمہ کے سلسلہ میں بالخصوص یہ التزام بھی کیا ہے کہ ترجمہ لغت کے مطابق ہو۔ اور الفاظ کے متعدد معانی میں سے ایسے معانی کا انتخاب کیا جائے جو آیات کے سیاق و سباق کے اعتبار سے موزوں ترین ہو۔

(بحوالہ..... تفسیری رجحانات کا ارتقا (213,212)..... از ..... محمد طاہر مصطفےٰ لیکچرار شعبہ علوم اسلامیہ بی اے ایف کالج اسلام آباد..... ناشر بکشل سنز اردو بازار راولپنڈی

فقر کے سلطان

شانِ فقر و حشمتِ عرفان خواجہ میروی
ملکِ صدق و فقر کے سلطان خواجہ میروی
ایک ممتاز عالمِ دین و محبِ مصطفیٰ
برگزیدہ عارفِ رحمان خواجہ میروی
اولیائے حق تعالیٰ کا تشخص اس کی ذات
کاملانِ عشق کی پہچان خواجہ میروی
احتشامِ بزمِ علم و معرفت اس کا وجود
محفلِ رشد و ہدیٰ کی آن خواجہ میروی
اک گلستانِ معارف وہ خدا کا عبدِ خاص
آگہی کا اک بہارستان خواجہ میروی
"بادیے ، میرے" کئی پرنور اس نے کر دیے
آفتابِ دانش و عرفان خواجہ میروی
وقت کا شیخِ معظم ، مقتدائے روز گار
مرشدِ ذی جاہ و والا شان خواجہ میروی
آج بھی طارقؔ دلوں، ذہنوں پہ ہے وہ حکمران
سربراہِ دولتِ ایمان خواجہ میروی

سلطان الشعراء محمد عبدالقیوم طارق سلطان پوری

خلفائے حضرت خواجہ احمد میروی رحمتہ اللہ علیہ

صاحبزادہ محمد فاروق احمد میروی

حضرت خواجہ احمد میرویؒ قدس سرہ العزیز نے محبت الٰہی کا جو سودا پیر پٹھان حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ کی دکانِ عشق سے خریدا تھا میرا کے سنگلاخ ٹیلوں پر بیٹھ کر اس نعمت کو عام کرنے میں اپنی پوری زندگی صرف کر دی۔ آپ نے ہزاروں انسانوں کو عشق الٰہی اور معرفت حق کی روشنی تقسیم فرمائی۔ بے شمار طالبانِ حق معرفت الٰہی کی دولت سمیٹ کر خلق خدا کے رہبر قرار پائے۔ ان لا تعداد فرشتہ سیرت انسانوں میں سے جو آسمان معرفت پر ستارے بن کر روشن ہوئے، چند ایک کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:۔

حضرت خواجہ احمد میروی رحمتہ اللہ علیہ کے خلفاء

حضرت خواجہ غریب نوازؒ سے تعلق والے مندرجہ ذیل اصحاب (السابقون الا ولون) میں شمار ہوتے تھے۔

ا۔ حضرت میاں جلال دین ۲۔ حضرت میر احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ (بسال) ۳۔ حضرت مولانا احمد خان صاحب رحمتہ اللہ علیہ، سجادہ و جانشین اول۔ ۴۔ حضرت سید احمد شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ (فتح جنگ)۔ ۵۔ حضرت پیر فتح شاہ صاحب (مڑیالوی)، ۶۔ حافظ بدر الدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ، ۷۔ سرفراز خانصاحب رحمتہ اللہ علیہ ، ۸۔ حضرت استاد صالح محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ، ۹۔ مولانا محمد نواز صاحب رحمتہ اللہ علیہ۔ یہ نو (۹) حضرات، حضرت خواجہ احمد میروی رحمتہ اللہ علیہ کے ابتدائی خلفاء میں شمار ہوتے ہیں۔

ا۔ حضرت (ثانی) خواجہ احمد خان رحمتہ اللہ علیہ سجادہ نشین اول میرا شریف

اسم مبارک احمد خان رحمتہ اللہ علیہ

والد کا نام	محمد پناہ رحمتہ اللہ علیہ
والدہ کا نام مبارک	محترمہ جنت بی بی سلام اللہ علیہا
قومیت	قطب شاہی اعوان
عمر مبارک	۱۲۸۷۔۱۳۵۰ ہجری ۶۳ برس

حضرت خواجہ احمد خان کی پیدائش چکڑالہ میں ہوئی ۔والد کا نام محمد پناہ تھا۔ یہ شرف ہجری سن ۱۲۸۷ کے حصہ میں آیا۔ جب کہ ان کے والد کی زندگی کے صرف دو برس باقی تھے۔ آپ کی ولادت سے خاندان نے خوشیاں منائیں۔ اور دیہاتی رسم کے مطابق خیر و خیرات ہوئی۔ موضع چکڑالہ اس پہاڑ سے آٹھ دس میل کے فاصلے پر جانب شرق ایک برساتی نالے کے کنارے آباد ہے۔ اور میانوالی کا شہر اس پہاڑ سے جانب غرب اٹھارہ بیس میل کے فاصلے پر ہے۔ گویا میانوالی سے چکڑالہ کا فاصلہ کم و بیش تیس میل ہے۔ یہ موضع خالص اعوان قوم کا مسکن ہے۔ اور کوئی دوسری قوم ان میں مخلوط نہیں۔

ابھی آپ کی عمر نے دو برس کی معیاد سے تجاوز نہیں کیا تھا کہ والد محترم محمد پناہؒ کا انتقال ہو گیا۔ کوئی حقیقی چچا ان کی دستگیری کرنے والا نہ تھا۔ بڑا بھائی عبدالرحمٰن موجود تھا۔ لیکن دونوں بھائیوں کی عمر میں زیادہ تفاوت نہ تھا۔ اور بڑے بھائی بھی سنِ شعور کو نہ پہنچے تھے۔ اس لیے بظاہر بے یارومددگار ہو کر رہ گئے۔ جواں ہمت والدہ نے حوصلہ نہ ہارا۔ اور بھائیوں کی مدد سے بچوں کی دیکھ بھال اور پرورش کے علاوہ اپنی کھیتی باڑی کا سلسلہ جاری رکھا۔ جب حضرت مولانا کی عمر پانچ برس ہوئی۔ تو آپ کو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کی مطابق گلہ بانی کا اشتیاق غالب آیا۔ والدہ مرحومہ نے کچھ بھیڑ بکریاں لے دیں۔ اور بڑے بھائی عبدالرحمٰن ہل چلانے میں مصروف ہو گئے۔ اور خاندان کی سرپرستی برابر شامل حال رہی۔ اس لیے انہیں روزگار کی تنگی کا احساس نہ ہوا۔ کچھ عرصہ بعد گلہ بانی کا سلسلہ چھڑا کر قرآن خوانی کے لیے مسجد میں حافظ صاحب کے حوالے کر دیا۔

سلسلہ تعلیم

چکڑالہ میں آپ نے حافظ عبداللہ صاحب سے سکندر نامہ تک ختم پڑھ چکے تھے۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے ایماء پر شفیق اُستاد نے ساتھ جا کر علم صرف کی تعلیم کے لیے موضع کھیوال کے ایک ماہر فاضل مولوی خان ملک صاحب کے حوالے کیا۔ مولوی خان ملک صاحب علم صرف میں اجتہاد کا درجہ رکھتے تھے۔ اور پنجابی زبان میں ان کی تصنیف قانونچہ کھیوالی ۔ ملک کے طول عرض میں بڑا مشہور و مقبول ہے۔ اور زیادہ تر مدارس میں پڑھایا جاتا ہے۔

حضرت مولانا صرف و نحو سے فارغ ہو کر اطراف و اکناف میں علوم عقلیہ و نقلیہ کی تلاش میں نکلے۔ اور بڑے بڑے اساتذہ سے اکتساب علوم میں مشغول و مصروف رہے۔ اور ہر ایک علم میں دسترس حاصل کی۔ آخر کار علم حدیث ضلع ہزارہ کی مشہور درس گاہ سکندر پورہ میں تکمیل کی۔ اس سارے عرصہ میں حضرت خواجہ غریب نوازؒ سے رابطہ قائم رکھا۔ آخر کار ۱۳۰۷ ہجری میں تمام علوم و فنون سے فراغت حاصل کر کے گڑھی شریف کے مقام پر حضرت خواجہ غریب نوازؒ سے مشرف ہوئے۔ جبکہ آپ حضرت فاضل شاہ صاحب کے عرس کی تقریب میں گڑھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ بہت خوش ہوئے۔ اور از رائے شفقت اپنے ہاتھ سے دستار بندی فرمائی۔ الحمد للہ

تقریبات عرس سے فارغ ہو کر جب آپ میرا شریف تشریف لائے تو مولانا بھی حضرت خواجہ کے ہمراہ میرا شریف آ گئے۔ حضرت مولانا کی والدہ ماجدہ بقیہ حیات تھیں۔ حضرت خواجہ سے رخصت ہو کر والدہ ماجدہ کی زیارت کو چکڑالہ آئے۔ کچھ عرصہ چکڑالہ رہے۔ اور طبابت کے پیشہ اختیار کرنے کا ارادہ کیا۔ چکڑالہ کے ایک درویش منش رئیس جن کا نام ملک عباس خان تھا۔ انہوں نے آپ کو کہا کہ اگر طبابت کے پیشے کو پسند کریں تو میں مالی امداد کرنے کو تیار ہوں۔ کیونکہ آپ کی طبابت کو بہت مقبولیت ہو رہی ہے۔ اور لوگ بڑی تعداد میں علاج معالجہ کی غرض سے آپ کے ہاں آ رہے تھے۔ لیکن آپ کے سینے میں مرشد کی حب و عشق کا ایسا شعلہ بھڑکا کہ سارا کاروبار چھوڑ کر میرا شریف پہنچ گئے۔ اس عرصہ قیام چکڑالہ میں آپ کے ننھیال نے شادی کا انتظام بھی کر دیا تھا۔ اور ایک نہایت شریف خاتون سے آپ کی نسبت منگنی بھی کر دی گئی تھی۔ لیکن آپ نے کسی بھی بات کی پرواہ نہ کی۔ اور میرا شریف مرشد کی خدمت میں آ گئے۔ فن طبابت میں آپ کو بڑی

مہارت تھی۔ اس لیے یہاں بھی مریضوں نے آپ کو گھیر لیا۔ لیکن حضور نے یہ پیشہ ان کے لیے ناپسند فرمایا۔ اور سختی سے منع کر دیا۔

میرا شریف میں سات عدد درس قرآن تھے۔ اور ہر ایک درس میں کم وبیش پچیس تیس بچے پڑھنے والے ہوتے۔ حضرت مولانا مرحوم کا اہتمام یہ ہوتا۔ کہ کوئی بچہ بھی تارک جماعت نہ ہو۔ آپ کے اس حکم پر پوری طرح عمل ہوتا۔ اور کبھی کوئی بڑا تو کیا۔ بچہ بھی جماعت سے پچھڑا ہوا کبھی نہ دیکھا گیا تھا۔ اگر کوئی بچہ سستی کرتا تو سزا کا مستوجب ہوتا۔

درویشوں اور کارداروں کے کپڑے لنگر مہیا کرتا تھا۔ اس زمانے میں مشینی کپڑوں کا رواج عام نہ تھا۔ اور ہوتا تو بھی آپ مشینی کپڑوں کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ جب گاندھی نے کھڈی تحریک چلائی۔ اور ولایتی کپڑے کا بائیکاٹ کیا۔ تو حضرت مولانا فرمایا کرتے تھے۔ کہ گاندھی کو یہ تحریک اب یاد آئی۔ میرے خواجہ غریب نوازؒ نے آج سے بہت پہلے ولایتی کپڑے کا بائیکاٹ کر رکھا تھا۔

مرشد نا ومولانا مولوی احمد خان صاحب چکڑالہ والے بچپن ہی میں حضور کے متوالے ہو رہے تھے۔ حضور کے حکم اور مشورہ سے علم ظاہری کی تکمیل کی۔ اور تکمیل علم کے بعد میرا شریف کے ہو رہے۔ تمام دنیاوی کاروبار کو خیر آباد کہا۔ اور حضور کو وضو کرانے کی ڈیوٹی اپنے ذمہ لے لی۔ اور لنگر کے دوسرے تمام کاموں کے لیے ہمہ وقت تیار ومستعد رہے۔ اس میں شک نہیں کہ حضرت خواجہؒ کے تربیت یافتہ حضرات جو روحانیت کے بڑے شاہسوار تھے۔ روحانیت میں ان کا مقام ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر تھا۔ لیکن روحانیت و دنیاوی معاملات میں صلاحیت تامہ جو حضور چاہتے تھے۔ وہ اسی بزرگ میں تھی۔ جس پر قطب زماں کی نظر انتخاب تکی۔

حضرت میاں جلال دین صاحبؒ المعروف اُستاد جھگی والے کے متعلق آپ کا ارشاد ہے۔ کہ یہ اول سے آخر تک میرے ساتھی اور دوست رہے ہیں۔ لیکن ضعف وکمزوری کی وجہ سے اس وسیع کاروبار کو سنبھالنے کی سکت نہیں رکھتے۔ اور جناب مولوی میر احمد صاحبؒ المعروف اُستاد لمے والے کے متعلق فرمایا یہ میرے جگری دوست ہیں۔ عشق خدا میں روز بروز ترقی کر رہے ہیں۔ لیکن وہ جوہر وصلاحیت جو آپ جانشینی کے لیے چاہتے

تھے۔ یعنی روحانیت کے ساتھ ساتھ دینوی معاملات کو نبھانا۔

قدرت نے خدائی منصب میں ایسی تاثیر ودیعت فرمائی ہے۔ کہ اس منصب کے تقاضے پورا کرنے کے لیے قدرت خود ذمہ دار ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ سلسلہ عالیہ میرویہ سے قلبی تعلق رکھنے والوں کو ایک طویل عرصہ تک کسی غیر معمولی خلاء کا احساس تک نہیں ہوا۔ اور سلسلہ کا کاروبار بدستور سابقہ بوجوہ احسن چلتا نظر آیا۔

چنانچہ اس وصیت وہدایات پر حضرت سجادہ نشین نے ایسا عمل کر کے دیکھایا۔ کہ دنیا دیکھ کر دنگ رہ گئی۔ اور اس کی نظیر ومثال ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتی۔ حضرت سجادہ نشین حضور کے وصال کے بعد بیس برس کا طویل عرصہ بقیہ حیات رہے۔ لاکھوں روپیہ کی جائیداد تھی۔ اور لاکھوں روپیہ آئے۔ لیکن آپ نے ان میں سے کبھی ایک پائی بھی اپنی ملکیت تصور نہیں کی۔ اور ہمیشہ اعلان کیا۔ کہ میں صرف پاؤ بھر آٹا یا دوسری ضروریات زندگی پورا کرنے کا تو حقدار ہوں۔ لیکن میری ملکیت میں کچھ بھی نہیں۔ اسی اصول کے تحت ان پر حج فرض نہیں ہوا۔ اور وصیت فرمائی۔ کہ میرے مرنے کے بعد لنگر کی ملکیت میں سے خیرات یا ضروریات مرگ پر خرچ نہ کیا جائے۔ اور ایک ایسی نظیر ومثال قائم کر گئے۔ کہ کہیں بھی اس کی نظیر نہیں ملتی۔

حلیہ مبارک

دہرا بدن، گندمی رنگ، موزوں وروشن آنکھیں۔ آپ کا قد نہ تو زیادہ لمبا تھا۔ اور نہ ہی چھوٹا۔ ریش مبارک لمبی تھی۔ یوں محسوس ہوتا تھا۔ کہ ناف کو چھو رہی ہے۔ آپ کی کلائی بڑی مضبوط اور موٹی تھی۔ انگلیاں لمبی موٹی اور انتہا درجہ کی نرم تھیں۔ کسی مجرم کو سزا کے طور پر تھپڑ مارے تو اسے آسمان کے تارے نظر آجاتے۔ سر مبارک استرے سے صاف کراتے۔ گرمیوں میں سر پر سفید رنگ کی گول ٹوپی ہوتی تھی۔ اور سردیوں میں چھینٹ کی ٹوپی ہوتی جس میں کپاس بھری ہوتی تھی۔ اور اس قدر لمبی ہوتی کہ کانوں کو ڈھانپ لیتی۔ شلوار کا استعمال کبھی دیکھا نہیں گیا، ہمیشہ نیل سے رنگا ہوا تہبند ہوتا تھا۔ کھلا کرتہ، جس کی لمبائی نے گھٹنوں کو ڈھانپ رکھا ہوتا۔ گرمیوں میں ململ سفید اور سردیوں میں رنگ پاپلین کا بھی دیکھا جاتا تھا۔

بھاری بھرکم جسم کے باوجود غضب کی چستی اور پھرتی محسوس ہوتی تھی، راہ چلتے تھے تو آپ کا قدم مبارک سب سے آگے ہوتا تھا۔ ہاتھ سے کام کرنے میں عار نہیں محسوس کرتے تھے۔ لنگر کا کوئی کام ہوتا تو پہل اپنے ہاتھ سے کرتے تھے۔ اور بعض میں ارادت مندوں کو دیکھا دیکھی شامل ہو جاتے۔ پینے کے پانی کے لیے کہیں کنواں کھدوانے یا اس سے ملبہ نکلوانا ہوتا تو شدت کی چلچلاتی دھوپ میں کارکنوں کے ہمراہ ہوتے۔

سفر پر تشریف لے جاتے۔ تو رخصت حاصل کرنے کی ارادے حضور کے مرقد مبارک پر حاضری دیتے۔ اور جب واپس تشریف لاتے۔ تو پہلے مرقد مقدس پر حاضری دیتے۔ اور بعد میں جائے رہائش پر تشریف لاتے۔ سال بھر میں تین سفر ضرور خیال فرماتے۔ ان کے علاوہ یوں کہیے کہ ہرگز سفر نہ کرتے "الا بامر مجبوری"۔ وہ تین سفر یہ تھے۔ جنہیں آپ نے لازمی اور ضروری قرار دے رکھا تھا۔

(۱) تونسہ مقدسہ کی زیارت و عرس مبارک حضرت شاہ سلیمان یہ سفر کوٹ سلطان تک بذریعہ ریل ہوتا۔ اور پھر وہاں سے اونٹ کی سواری کرایہ پر ہوتی۔ آپ تونسہ مقدسہ چالیس دن یا چالیس نمازیں پوری کرتے۔

(۲) عرس مبارک حضرت فاضل شاہ صاحب گڑھی شریف یہ سفر بعض اوقات پیدل راستے سے بذریعہ گھوڑے، اونٹ ہوتا۔ لیکن عموماً بذریعہ ریل گاڑی تشریف لے جاتے۔ پیدل راستہ اس وقت اختیار فرماتے۔ جب راستہ میں آنے والے لوگوں کی بہت سی دعوتیں ہوتیں تھیں۔ تو یوں سمجھو۔ کہ بامر مجبوری اختیار کیا جاتا۔ ورنہ آپ کا پسندیدہ راستہ ریل والا تھا۔ گڑھی شریف آپ کا قیام عرس کے تین دن ہوتے تھے۔

(۳) تیسرا سفر جو آپ نے لازم خیال کر رکھا تھا۔ وہ عرس مبارک حضرت مولانا محمد علی صاحب مکھڈوی کا تھا۔ جو رمضان المبارک کی آخری تاریخوں میں ہوتا۔ عرس سے فارغ ہو کر جب میرا شریف کی جانب لوٹتے۔ تو عید کا چاند عموماً راستے میں ہی نظر آ جاتا۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی ہدایت کے مطابق ریاضات شاقہ اختیار کیں۔
حضور خواجہ سے آپ کو عشق تھا۔ جب آپ مجلس میں رونق افروز ہوتے۔ تو حضرت مولانا جہاں شرف دیدار سے مشرف ہوتے۔ وہاں حضرت خواجہ کے حکم کے بھی منتظر رہتے۔ کہ

حضرت خواجہ لنگر کا کوئی کام فرمائیں۔ تو اسے بسر چشم پورا کریں۔

اور جب حضرت خواجہ تخلیہ میں تشریف فرما ہوتے۔ تو مولانا دور وادیوں اور پہاڑیوں میں چلے جاتے۔ اور وہاں اس زور سے ذکر بالجہر کرتے کہ تمام پہاڑیاں، وادیاں اور ان کے پتھر بھی گونجتے۔ اور آپ کی ہمنوائی کرتے۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے ارشاد پر فن طبابت کو کلیۃً خیر آباد کہہ دیا تھا۔ جو دینوی آسائش کا بڑا عمدہ ذریعہ تھا۔ شادی و ازدواج کو دینوی زندگی میں بڑا خوش آئند و پسند کیا جاتا ہے۔ جوان خوبرو منگیتر سے آنکھیں پھیر لیں تھیں۔ آپ کی ولادت ۱۲۸۷ ہجری میں ہوئی۔ اور ۱۳۰۷ میں علوم عقلیہ ونقلیہ سے مع طب فارغ تحصیل ہو گئے تھے۔ گویا بیس برس کی عمر میں جملہ علوم کی تکمیل ہو گئی۔ تکمیل علوم کے بعد عنفوان جوانی میں ہی حضرت خواجہ غریب نوازؒ سے منسلک ہو گئے۔

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبریست

حضرت خواجہ غریب نواز سے آپ کا انسلاک ۱۳۰۷ ہجری میں میں ہوا۔ جبکہ آپ کی عمر بیس برس کی تھی۔ اور ۱۳۳۰ ہجری میں حضرت خواجہؒ کا وصال ہوا۔ تو اس حساب سے مولانا کی رفاقت کا زمانہ حضرت خواجہ غریب نوازؒ سے تیئس برس بنتا ہے۔ گویا حضرت مولانا حضرت خواجہؒ کی رفاقت میں تیئس برس رہے۔ اور اس پورے عرصے میں حضرت خواجہؒ کی رضامندی کے بغیر کسی دوسری طرف دھیان تک بھی نہ دیا۔ اور اپنا پورا انہماک اس امر کی جانب رکھا۔ کہ حضرت خواجہ کس بات سے خوش ہوتے ہیں۔ مولانا روم اپنی مثنوی میں فرماتے ہیں۔

یک زمانہ صحبت با اولیاء — بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

یعنی اولیاء اللہ کی مجلس وصحبت ایک لمحہ کے لیے میسر آئے۔ تو اس کا ثواب سو سال کی بے ریا عبادت سے بھی زیادہ ہے۔

آپ کے مضبوط و تنومند جسم میں جو مسند خلافت کے ابتدائی زمانے میں تھا۔ تھوڑا عرصہ گزرنے کے بعد اس میں ضعف و کمزوری کے آثار شروع ہو گئے۔ اس کی وجہ یہ ہوئی۔ کہ آپ جس دم یعنی عمل پاس انفاس (جو صوفیوں کی ریاضت کا ایک عمل ہے۔) کہ دائمی عادی تھے۔ کچھ تو عمر کا تقاضہ تھا۔ اور کچھ ذمہ داریوں کا بوجھ آ پڑا تھا۔ اس لیے آپ کے جسم

میں بہت زیادہ خشکی پیدا ہوگئی تھی۔ آپ کی خوراک ہمیشہ بہت کم مقدار میں رہی۔ لیکن تیل سرسوں کی مالش اور دودھ سے اس تکلیف کا دفاع کرتے رہے۔ آپ سر پر مکھن رکھ کر اپنے کام میں مصروف رہتے تھے۔ اور مکھن پگھل پگھل کر کچھ تو سر میں جذب ہو جاتا تھا۔ اور کچھ بہہ کر داڑھی مبارک میں آ جاتا تھا۔ مزید براں آپ تیل سرسوں سے عموماً تمام جسم کی مالش بھی کیا کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ یہ خشکی بڑھتی گئی۔ آپ نہ تو عمل حبس دم کو چھوڑ سکتے تھے۔ اور نہ اپنی ذمہ داریوں سے چشم پوشی کر سکتے تھے۔ اس لیے یہ شکایت بڑھتی گئی۔ اور آخر کار آپ صاحب فراش ہو گئے۔ حضرت کی یہ کوشش اخیر وقت تک رہی۔ کہ نماز جماعت کے ساتھ مسجد میں ادا کی جائے۔ جب تک کچھ بھی طاقت تھی۔ اس وقت تک تو کسی آدمی کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر آہستہ آہستہ مسجد تشریف لے جاتے۔ اور جب توانائی نے جواب دے دیا۔ تو ان کے لیے ایک چھوٹی سی چارپائی بنوائی گئی تھی۔ نماز کے وقت آپ اس چارپائی پر بیٹھ جاتے۔ اور ارادتمند اسے اٹھا کر مسجد میں لے جاتے۔ مسجد میں آپ کو اتار کر صف میں بٹھایا جاتا۔ اور آپ جماعت کے ساتھ نماز ادا کر لیتے۔ آخر ایک وقت ایسا بھی آ گیا۔ کہ آپ کے لیے بیٹھنا بھی مشکل ہو گیا۔ تو آپ کو چارپائی ہی پر وضو یا تیمم کرایا جاتا۔ اور وہیں اشاروں سے نماز ادا کر لیتے۔

مولوی عبدالرحمٰن صاحب پنڈ بکھوال والے جو بڑے عالم تھے۔ اور فن طب میں بڑے ماہر مانے جاتے تھے۔ مولوی صاحب حضرت خواجہ غریب نواز ؒ کے غلام و ارادتمند تھے۔ حضرت سجادہ ؒ کو علم تھا۔ کہ مولوی صاحب موصوف علم طب میں ملکہ تام رکھتے ہیں۔ اس لیے اپنی تکلیف کا علاج انہی سے کرایا کرتے تھے۔

حضرت مسجد میں نماز باجماعت ادا کرتے رہے۔ سوائے ان آخری چار دنوں کے جبکہ آپ کے اعضاء حرکت کرنے سے جواب دے گئے تھے۔ اور بولنے کے بھی قابل نہ رہے۔ تو حضرت کو چارپائی پر لیٹے ہوئے میں اپنے ہاتھ سے تیمم کراتا تھا۔ اور آپ اشارے سے نماز ادا فرماتے تھے۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا۔ مرض میں اضافہ ہوتا گیا۔ اور آپ بہت کمزور ہو گئے اور ۲۱ صفر المظفر ۱۳۵۰ھ منگل کی شام نماز کے بعد آپ کی روح مبارک اعلیٰ علیین کو چلی گئی۔ بدھ کو قبر کھودنے اور کفن وغیرہ کے انتظام اور انتظار میں صرف

ہوا۔ نماز جنازہ پڑھی گئی۔ جنازہ میں اتنی خلق خدا شامل ہوئی۔ کہ میرا شریف کی سرزمین نے ابتدائے آفرینش سے اتنا بڑا مجمع نہ دیکھا تھا۔ نماز جنازہ آپ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا اکبر علی صاحب میانوالی والوں نے پڑھائی۔ نماز جنازہ کے بعد میت مبارک لحد میں رکھ دی گئی۔ اور مٹی نہ ڈالی گئی۔ جمعرات کی صبح کو آنے والے تمام حضرات پہنچ گئے۔ اور زیارت کے بعد تدفین کا کام مکمل ہوا۔ اور آپ حضرت خواجہ غریب نواز ؒ کے متصل شرقی پہلو میں ابد تک استراحت فرما ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۲۔ حضرت خواجہ فقیر عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین دوم

نام نامی واسم گرامی	فقیر عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ
والد گرامی کا نام نامی	ملک عبدالرحمٰن ولد محمد پناہ رحمۃ اللہ علیہما
قومیت	قطب شاہی اعوان (ڈہال)
عمر مبارک	۱۳۱۵۔۱۳۹۵ ہجری ۸۰ برس

جناب حضرت مولانا فقیر عبداللہ صاحب کی پیدائش ۱۳۱۵ ہجری میں چکڑالہ ضلع میانوالی میں ہوئی۔ بچپن میں ہی جبکہ آپ کی عمر بمشکل نو دس سال کی ہوگی۔ کہ میرا شریف آ گئے۔ جہاں ان کی تعلیم و تربیت بڑے اہتمام سے ہوئی۔ حضرت ثانی مولانا احمد خان صاحب جو آپ کے حقیقی چچا تھے۔ ان کی تعلیم و تربیت میں کوئی کسر روا نہ رکھی۔ تعلیم کے لیے انہیں میرا شریف سے باہر مدارس میں بھی بھیجا۔

آپ حضرت مولانا احمد خان صاحب ؒ کے حقیقی بھتیجے تھے۔ حضرت مولانا احمد خان صاحب دو بھائی تھے۔ بڑے بھائی کا نام ملک عبدالرحمٰن تھا۔ شادی شدہ اور صاحب اولاد تھے۔ آپ کے ہاں دو لڑکیاں اور ایک لڑکا تولید ہوئے۔ لڑکے کا نام حضور خواجہ ؒ کے منشا کے مطابق فقیر عبداللہ رکھا گیا۔ عبدالرحمٰن کا پیشہ و کاروبار کاشتکاری و زمینداری تھا۔ اور کاشتکاری میں بہت زیادہ آدمیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن آپ نے بھائی کی خواہش کے مطابق لڑکے کو ہوش سنبھالتے ہی میرا شریف بھیج دیا گیا جہاں ان کی تربیت ہوئی۔

ملک عبدالرحمٰن صاحب ؒ جب تک زندہ رہے۔ کبھی کبھار فرصت پا کر میرا شریف

آ جاتے تھے۔ اور حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی زیارت سے مشرف ہوتے۔ اور ساتھ ہی بھائی اور بیٹے کی ملاقات کر جاتے۔ آخر کار " کل نفس ذائقۃ الموت " اس دارِ فانی سے انتقال کر کے دار البقاء کو چلے گئے۔ یہ وہ وقت تھا جبکہ حضرت خواجہؒ وصال کر چکے تھے۔ اور حضرت مولانا احمد خان صاحب حضرت خواجہ کے قائم مقام اور سجادہ تھے۔

چکڑالہ میں ان کی دو بچیاں اور ایک بیوہ رہ گئی تھی۔ ان کے انتقال کی خبر سن کر حضرت مولانا احمد خان صاحبؒ نے اپنی بھاوج کے بھائی یعنی فقیر عبد اللہ صاحبؒ کے حقیقی ماموں حافظ نور خان کو پیغام بھیجا۔ کہ میرا بھائی عبد الرحمصاحبؒ فوت ہو چکا ہے۔ ان کی بیوہ اور بچیوں کا وہاں رہنا مناسب نہیں۔ اس لیے تم اپنی بہن بچوں سمیت میرا شریف لے آؤ۔ اور ہم یہاں ان کی دیکھ بھال تعلیم و تربیت کا انتظام آسانی سے کر سکیں گے۔ اور ان کے فکر سے فارغ ہو نگے۔

چنانچہ مندہ خیل تحصیل عیسٰی خیل ضلع میانوالی میں جناب سید بزرگ شاہ صاحب جو بڑے عالم تھے۔ اور درس و تدریس میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ کچھ عرصہ وہاں رہے۔ پھر فتح جنگ ضلع اٹک میں قاضی نور حسین صاحب کے ہاں بسلسلہ تعلیم گئے۔ اور ایک عرصہ تک وہاں قیام پذیر رہے۔ ان دونوں حضرات یعنی سید بزرگ شاہ و قاضی نور حسین صاحب کو دربار میرا شریف سے خصوصی تعلق تھا۔ کچھ عرصہ کے لیے حضرت ثانیؒ کی مرضی کے بغیر علم نحو کی تعلیم کے لیے موضع کدھی ضلع جہلم میں قیام پذیر رہے۔ حضرت ثانیؒ کو معلوم ہوا تو وہاں سے انہیں بلا لیا اور خود پڑھاتے رہے۔

حضرت مولانا احمد خان صاحب کا ۱۳۵۰ ہجری میں انتقال ہوا۔ تو کوئی دوسرا اس منصب سجادگی کا امیدوار ہی نہ تھا۔ جانشینی کے لیے آپ کو مستحق قرار دیا گیا۔ اور آپ اپنے چچا کے وصال کے بعد حضرت خواجہ غریب نواز احمد میرویؒ کے سجادہ دوئم کے مقام عالیہ پر فائز ہوئے۔ اور ۴۵ برس تک نہایت احسن طریق پر فرائض سجادگی سر انجام دیتے رہے۔ اور ۸۰ برس کی عمر پائی۔ آخری عمر میں آپ کو شوگر کا موذی مرض لاحق ہو گیا تھا۔ اور بہت کمزور ہو گئے تھے۔ ہر چند علاج معالجہ کیا گیا۔ لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ انجام کار ۲ صفر المظفر ۱۳۹۵ ہجری میں آپ کا انتقال ہو گیا۔ اور حضور خواجہ کے روضہ مقدسہ میں حضور خواجہ غریب نوازؒ

کے پہلو میں بصد عز و احترام دفن ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت خواجہ فقیر عبد اللہؒ صاحب کے دور سجادگی میں درگاہ معلی نے بہت ترقی کی۔ آپ نے اپنی تمام زندگی دربار شریف کے درویشوں کی خدمت میں صرف کر دی۔ بہت سادہ مگر جاذب شخصیت کے مالک تھے۔ تقوی اور پرہیز گاری آپ کا طریق تھا۔ آپ کے توکل و استغنا کی مثالیں اب بھی زبان زد عام ہیں۔ آپ کی زیارت سے پریشان حال دلوں کو راحت مل جاتی۔

حضرت خواجہ فقیر عبد اللہؒ صاحب نے تین شادیاں کیں۔ لیکن پہلی شادی ناکام ہوئی اور اسے طلاق دے دی گئی۔ اس کے بعد دوسری شادی موضع کھویاں متصل ٹمن ایک معزز خاندان میں ہوئی۔ ان کے بطن سے چار فرزند اور دو بیٹیاں تولد ہوئیں۔ قضاء الٰہی سے اس نیک بی بی کا انتقال ہو گیا۔ بیوی کے انتقال کے وقت آپ صحت مند اور تنومند تھے۔ اور مرض شوگر میں مبتلا نہیں ہوئے تھے۔ سجادگی اور لنگر کا بڑا کاروبار تھا۔ جسے چلانا اہل خانہ کے بغیر مشکل نظر آیا۔ تو آپ نے پھر شادی کر لی۔ یہ خاتون بھی نہایت نیک، پاک اور انتہا درجہ پاکیزہ ثابت ہوئی۔ آپ کو اللہ نے ۶ بیٹے اور ۴ بیٹیاں عطا فرمائیں۔ جن میں ۳ بیٹے اور ۲ بیٹیاں حیات ہیں۔

۳۔ میاں جلال دین صاحب (استاد جھگی والے) رحمتہ اللہ علیہ

میاں جلال دین صاحب استاد جھگی والے کے متعلق بتایا کہ انکی جائے پیدائش کا نام یودا ہے اور گڑگوجی درگہ سے چوبیس میل کے فاصلہ پر اندرون پہاڑ واقع ہے۔ آپ حضرت خواجہ کے شاگرد تھے۔ ابتدائی دور تونسہ مقدسہ کے قیام کے زمانے میں حضرت میرویؒ سے پڑھتے تھے۔ درمیان میں ایک عرصہ دراز تک جب کہ آپ سیر و سیاحت میں تھے، آپ سے جدا ہو گئے اور وہ دور ختم کر کے جب حضرت خواجہ میرا شریف مقیم ہوئے تو معمول کے طور پر ہر سال تونسہ مقدسہ تشریف لے جاتے۔ ایک مرتبہ حضرت تونسہ مقدسہ سے واپس تشریف لائے تو یہ دو حضرات ساتھ میرا شریف آ گئے اور پھر ہمیشہ کے لئے میرا شریف کے ہو کر رہ گئے۔

حضرت خواجہ بھی کئی دفعہ میاں جلال دین صاحب کو فرماتے کہ میری ایک نصیحت یاد رکھنا وہ یہ کہ میری قبر کو دنیا داروں کی طرح مزین نہ کرنا اور اس پر روضہ بنانے کی طرف التفات نہ کرنا۔ بلکہ میری قبر کو سادہ اور مسکینوں کی طرح رکھنا۔ زیب و زینت سے بچنا۔ میری قبر پر روضہ بنانے کا خیال ہرگز نہ کرنا۔ اگر کوئی رفقاء میں سے ازروئے محبت و شوق روضہ بنا دے تو اس کو اجازت دے۔ مگر لنگر کے مال سے اس پر ہرگز خرچ نہ کرنا لنگر کا تمام مال درویشوں، علماء و مسافروں کا ہے۔ انکے لباس و خوراک پر خرچ کرنا اور درویشاں ساکنان آستان واہل ڈھوک میرا شریف کے ساتھ خلق عظیم وحسن معاشرت کو مدنظر رکھنا اور سب مریدوں پر عائت درجہ شفقت رکھنا اور حصول عشق ومستی وشوق محبوب حقیقی میں دائما پیران عظام کے طور طریقہ پر قائم ومشغول رہنا۔ ایسا نہ ہو کہ عشق الٰہی کا شعلہ بجھ جائے بلکہ دن بدن اسکی ترقی میں محو رہنا اور تدریش علم دین کو ہمیشہ جاری رکھنا جو چیز ہاتھ میں آئے اسے فی الفور فی سبیل اللہ صرف کر دینا کیونکہ عزائم خزانہ غیب سے ہر روانہ کرتا رہیگا۔ اگر تم میرے بعد نہ ہو تو جو کوئی میرے بعد ہو۔ میری ان نصیحتوں پر عمل کرے۔ واللہ اعلم۔ آپ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے وصال کے بعد تھوڑا عرصہ زندہ رہے جس حجرے میں زندگی بھر خدا کو یاد کیا اسمیں دفن ہوئے۔

۴۔ حضرت میر احمد بسالوی صاحب رحمتہ اللہ علیہ (بسال شریف)

حضرت میر احمد صاحبؒ (استاد لبے والے) کی جائے پیدائش کا نام ٹھیکر ہے۔ گرگوجی ودرگہ جو حضرت غوث زمانؒ کی جائے پیدائش ہے وہاں سے پندرہ بیس میل پہاڑوں میں واقع ہے۔ حضرت اعلی میرویؒ کی تونسہ مقدسہ سے واپسی پر حضرت میر احمد صاحبؒ میرا شریف آگئے اور پھر ہمیشہ کے لئے میرا شریف کے ہو کر رہ گئے۔ حضرت اعلی میرویؒ کو آپ سے بہت محبت تھی۔

آپ حضرت اعلی میرویؒ کے انتقال کے بعد کافی عرصہ تک زندہ رہے۔ کچھ عرصہ تو میرا شریف قیام رکھا پھر یہاں سے اٹھ کر بسال کے قریب سفید پہاڑ کے دامن میں ایک کھلے میدان میں قیام فرما کر رشد و ارشاد میں مصروف ہو گئے۔ آپکو حضرت حضرت اعلی

میرویؒ سے بھی خلافت و اجازت بیعت تھی اور ادھر خواجہ اللہ بخش صاحبؒ تونسہ مقدسہ سے مجاز تھے۔ آپکا تعلق ایک بڑی قوم تھا جسکی اصلاح کے لئے آپ عمر بھر کوشاں رہے اور انہیں بڑا فائدہ ہوا۔ بسال شریف سے تربیت دے کر وہاں علماء کو بھیجا گیا اور انہوں نے پہاڑوں کے دور دراز مقامات جہاں پر کوئی مبلغ نہیں جاتا تھا بڑی جانفشانی سے وہاں تبلیغ کی اور مدارس کھولے یہی وجہ ہے کہ وہاں سے بڑی تعداد میں ہر سال لوگ بسال شریف عرس پر آتے ہیں۔ آپکے بعد انکے حقیقی بھتیجے گدی نشین ہوئے۔ جنہوں نے اپنے چچا کے جاری کردہ سلسلہ کو جلا دی آپکا وہاں قیام اس علاقہ کے لوگوں کے لئے نہایت فائدہ مند ثابت ہوا اور وہاں سے آپکا فیض دور دور تک پھیلا۔ وہیں آپکا وصال ہوا اور وہیں پہ ایک خوبصورت مقام پر دفن ہوئے۔ ارادتمندوں نے ایک عالی شان روزہ بنا دیا اور اب بھی آپکا مزار مرجع خلائق ہے۔

۵۔ حضرت سید احمد شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ (سوہنے شاہ) (فتح جنگ)

حضرت سید احمد شاہ صاحب فتح جنگ کے رہنے والے تھے۔ فارسی وفقہ کے ماہر عالم تھے۔ تحصیل علم کے بعد حضرت شمس الدین (سیال شریف) سے بیعت ہوئے اور مجاہدہ شروع کر دیا۔ ابھی جوان تھے کہ حضرت خواجہ غریب نوازؒ فتح جنگ تشریف لے گئے۔ شاہ صاحب زیارت کو آئے اور انہیں کے ہو کر رہ گئے۔ پوری زندگی میرا شریف میں بسر کی اور فتح جنگ کا کبھی رخ نہ کیا۔ حضرت خواجہؒ کے عاشق تھے۔ سال بھر میں صرف ایک سفر کرتے تھے۔ سیال شریف، زیارت کو جاتے اور چالیس نمازیں وہاں پر ادا کر کے واپس میرا شریف آ جاتے۔ یاد خدا میں مصروف رہتے اور فارغ وقت میں طلباء کو بھی پڑھاتے۔ حجرے کے اردگرد باڑ لگا کر رکھی تھی اور صرف ایک دروازہ تھا۔ یہ دروازہ سردیوں میں دس بجے اور گرمیوں میں آٹھ بجے کھلتا تھا اور طلباء سبق پڑھتے تھے، سفید اور نہایت خوبصورت تھے اور کلام نرم اور آہستہ آہستہ کرتے تھے۔ اتنی میٹھی کہ اٹھنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ حضرت خواجہ انہیں سوہنے شاہ کے پیارے خطاب سے یاد کرتے تھے۔ حضرت خواجہؒ کے وصال کے بعد ایک عرصہ تک زندہ رہے۔ مزار اقدس کے جوار میں بسیرا تھا۔ لیکن مزار پر زیادہ سال میں

زیادہ سے زیادہ ایک دفعہ حاضری دیتے تھے۔ وجہ یہ تھی کہ حضرت خواجہؒ کے عاشق تھے۔ مزار پر جاتے تو بیہوش ہو کر گر جاتے اور کئی دنوں کے بعد جا کر طبیعت سنبھلتی۔ سیال شریف سے بھی آپکو اجازت بیعت تھی اور حضرت خواجہؒ نے بھی بیعت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔ لیکن میرے علم میں نہیں کہ کسی کو بیعت کیا ہو سنا ہے کہ شاذ و نادر، قلیل واقل، ارادتمندوں کو شرف بیعت بخشا۔ واللہ اعلم۔ معمول تھا کہ ایک دو درویشوں کو ساتھ لے جا کر عصر کی نماز حضرت خواجہؒ کے غربی بنگلہ میں با جماعت پڑھتے تھے۔ یہ بنگلہ آبادی سے دور جانب غرب جنگل میں واقعہ ہے۔ ایسا اتفاق ہوا کہ حسب معمول عصر کی نماز بنگلہ کے دامن میں پڑھی اور شام کی نماز کے لئے روانہ ہوئے۔ معمول تھا کہ عصر کی نماز کے بعد ساتھیوں کو رخصت کر دیتے اور آپ اکیلے آہستہ آہستہ چل کر اپنے مکان پر آئے اور تازہ وضو کر کے شام کی نماز کے لئے مسجد تشریف لے آتے اور شام کی نماز سے پہلے انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پہلے انہیں اپنے حجرے میں دفن کیا گیا تھا لیکن کچھ دنوں کے بعد انکے وارث بھتیجے آئے اور صندوق نکال کر لے گئے۔ فتح جنگ سے غربی جانب میل ڈیڑھ میل کے فاصلے پر آپکا مزار مرجع خلائق ہے۔ "غیر و آنکس دلش زندہ شد لعشق"۔

٦۔ حضرت مولانا محمد نواز صاحب رحمۃ اللہ علیہ (کوٹ جائی۔ ڈیرہ اسماعیل خان)

آپ کوٹ جائی ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان کے رہنے والے تھے۔ میرا شریف قیام کے ابتدائی ایام میں حضرت خواجہ غریب نوازؒ سے منسلک ہو گئے۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی صحبت سے انہیں وافر حصہ ملا تھا۔ عرصہ تیس برس تک حضور میرویؒ کے جلیس و ہم نشین رہے۔ سفر و حضر میں آپکے ہمرکاب رہے اور مجرد زندگی گزاری۔ بڑے عالم تھے اور خصوصاً فارسی زبان کے ادیب و انشاء پرداز تھے۔ ہمیشہ طلباء کو پڑھاتے تھے۔ چونکہ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی معیت کا انہیں بہت زیادہ شرف حاصل ہوا۔ اسلئے انہوں نے ایک ضخیم کتاب آپکے مناقب میں لکھی تھی۔ غیر مطبوعہ قلمی مسودہ تھا۔ میرا شریف کے کتب خانہ میں موجود تھی۔ آپ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے عاشق تھے۔ آپکو دیکھے بغیر صبر نہیں کرتے تھے۔ حضرت

خواجہؒ کے خلیفہ مجاز تھے۔ کوٹ جائی یعنی اپنے گاؤں میں انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔ آپکا مزار زندہ ہے اور زیارت گاہ عوام و خواص ہے۔

۷۔ حضرت حافظ بدر الدین رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ کے دربار میں حافظ بدر الدین صاحب کا خصوصی مقام تھا۔ عنوان جوانی میں ہی حضرت خواجہ سے منسلک ہو گئے اور اس خلوص سے حضرت کی خدمت کی کہ حضرت خواجہ غریب نوازؒ دل و جان سے خوش ہو گئے۔ انکے لئے آپ نے میرا شریف میں مکان بنوایا اور اپنے اہتمام سے انکی شادی کرائی۔ اب آپکے حافظ صاحب سفر و حضر کے رفیق و ساتھی ہیں۔ معتمد ہیں، سب کچھ ہیں۔ وصال سے پہلے آپ نے انکو اپنا کنجی بردار دربان مقرر فرمایا تھا۔ تا حیات میرا شریف رہے، یہاں ہی انتقال ہوا، یہاں ہی دفن ہوئے۔ آپکی اولاد نرینہ نہیں تھی۔ دو لڑکیاں تھیں جو حضرت میر احمد صاحبؒ بسال والوں کے بھتیجوں سے بیاہی گئیں۔ بعد میں انکی بیوہ بھی بسال شریف چلی گئی تھیں۔ وہیں انکا انتقال ہوا، لڑکیاں زندہ ہیں، صاحب اولاد ہیں۔

۸۔ حضرت خواجہ مولانا اکبر علی رحمۃ اللہ علیہ (میانوالی)

اسم مبارک	مولانا محمد اکبر علی رحمۃ اللہ علیہ
اسم مبارک والد محترم	مولانا غلام حسین خدایار رحمۃ اللہ علیہ
مولد و مسکین	میانوالی
سن پیدائش	۱۳۰۱ء مطابق ۱۸۸۴ء
سن وفات	۲۷ جمادی الاول ۱۳۷۶ء مطابق ۱۹۵۶ء

حضرت مولانا اکبر علی صاحبؒ کے والد مولانا غلام حسینؒ اباً عن عالم تھے۔ حافظ قرآن تھے۔ قال اللہ وقال الرسول آپ کا جدی پشتی پیشہ تھا۔ کم سنی میں ہی کلام اللہ حفظ کر لیا تھا۔ اور ابتدائی کتب شروع کر دی تھیں۔ اور یہ سب کچھ اپنے شفیق باپ کے زیر سایہ ہو رہا تھا۔ مشفق والد نے نہایت محبت اور محنت سے، پڑھایا۔ ابتداء آپ مولانا میاں محمد صاحب کے درس میں گئے۔ اور عام طلباء کے ساتھ گھل مل کر ابتدائی کتب کا بڑا حصہ آن

پڑھا۔ مولانا میاں محمد صاحب میانوالی میں ہی پڑھایا کرتے تھے۔ اس زمانے میں مولانا نور
زمان صاحب کی علمیت کا بڑا چرچا تھا۔ اور دور دور سے طلباء کھچے چلے آرہے تھے۔
مولانا موصوف نے بھی والد سے ان کے درس جانے کی اجازت چاہی۔ تو شفیق والد بخوشی
اجازت دیدی۔

حضرت مولانا اکبر علی صاحب کچھ عرصہ حضرت مولانا احمد دین صاحب گانگوی
سے بھی پڑھتے رہے۔ مولانا احمد دین بڑے فاضل وصاحب تقویٰ وورع تھے۔ حضرت
مولانا اکبر علی صاحب فنون سے فارغ ہوکر دورہ حدیث کے لیے دیوبند تشریف لے گئے۔
اور وہاں دورہ حدیث مکمل کر کے واپس وطن مالوف میانوالی آگئے۔ حضرت مولاناؒ کا خاندان
ضلع میانوالی میں ایک گھرانہ شمار ہوتا تھا۔ والد گرامی کی روحانیت اور علماء عارفین کی تربیت
نے طالب علمی کے زمانے میں ہی آپ کا میلان تصوف کی جانب کر دیا تھا۔ جو آخر وقت
تک رہا۔ زمانے نے بڑی کروٹیں تھیں لیکن آپ کے پائے استقلال میں کبھی لغزش
نہیں آئی۔

میرا شریف حاضری

حضرت مولاناؒ کو ایک اجنبی نے کہا کہ میرا شریف جاؤ اور حکمت
(دانائی) سیکھو۔ حضرت مولاناؒ کے لوح پر وہ الفاظ نقش فی الحجر ہو گئے تھے۔ اور تعمیل کیلئے
بے چینی دن بدن بڑھتی جا رہی تھی۔ خدا معلوم وہ اجنبی رجال غیب میں سے تھا۔ آخر کار
حضرت نے بے چینی دور کرنے کیلئے میرا شریف کا ارادہ مصمم کر لیا۔ اور روانہ ہو کر
میرا شریف پہنچ گئے۔ حضرت خواجہ غریب نواز کا یہ آخری دور تھا۔ اور مسلسل آسمان سے آپ
پر نور برس رہا تھا۔ حضرت خواجہ غریب نواز نے از راہ شفقت بیعت سے فرمایا۔ اور آپ
کے قلب کو انوار سے مالا مال کر دیا۔ اور دنیا کے تمام تفکرات سے آزاد کر وبے نیاز کر دیا۔
یہ مبارک سن وسال ۱۳۲۷ھ اور ۱۹۰۷ء تھا۔ اس دن سے تا وصال صرف ایک ہی دھن آپ
کے دل و دماغ پر چھائی رہی کہ حضرت خواجہؒ کی جس قدر جلد ہو سکے زیارت ہو اور وہ آپ
سے خوش ہوں۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ آپ پر بہت مہربان تھے۔ اور لنگر کے کاموں میں آپ
سے مشورہ بھی کرتے تھے۔ جب حضرت خواجہ میانوالی تشریف لے گئے تھے۔ تو اہالیان
میانوالی کے اعیان نے حضرت خواجہؒ کی خدمت میں حاضر ہوکر درخواست کی کہ مولانا کو
ہندوستان سے بلاوا آرہا ہے۔ آپ مولانا کو حکم دیں کہ وہ ہمیں چھوڑ کر نہ جائیں۔ حضرت
خواجہ نے مولاناء سے فرمایا۔ کہ مولوی صاحب نے میں تیس برس خواجگان چشت کی خدمت
کی ہے۔ اس کے صلے میں مجھے یہ کھدر کا کرتہ، بنلہ تہبند اور سفید ٹوپی ملی ہے۔ ماشاء اللہ
آپ تو بہت عمدہ قیمتی پوشاک زیب تن فرمائے ہوئے ہیں۔ اس لیے آپ میانوالی چھوڑ کر
نہ جائیں۔ حضرت مولانا تو بہت خوش پوش اور صفائی پسند تھے۔ حضرت مولانا نے حضرت
خواجہ کے مشورے پر عمل کیا۔ اور تمام عمر اپنی مسجد کے حجرے میں بسر کر دی اور زندگی بھر کبھی
معاشی تنگی نہیں دیکھی۔

حضرت خواجہ کے وصال کے بعد حضرت مولانا کا معمول تھا۔ کہ ہر ماہ میرا
شریف لے جاتے۔ اور مزار اقدس پر تین دن قیام کے بعد واپس میانوالی آجاتے۔ اور اس
طرح مزار کی حاضری ان کے لیے اکسیر ثابت ہوئی۔ اور مقامات ولایت مزار اقدس کے
فیضان سے طے ہوتے رہے۔ آخر وہ وقت آپہنچا۔ جس کی توقع تھی۔ حضرت خواجہ کے
جانشین اول حضرت مولانا ومرشدنا مولوی احمد خان صاحب نے وہ امانت آپ کے حوالے
کی۔ جس کا انہیں حضرت خواجہ کا حکم تھا۔ یعنی مسند ارشاد وجبہ خلافت سے حضرت مولانا کو
سرفراز فرمایا۔ اور ساتھ ہی بتا دیا۔ کہ مجھے اپنے شیخ کا یہی حکم تھا۔ صرف وقت کا انتظار تھا۔
جواب آگیا ہے۔ الحمد اللہ۔ حضرت ثانی کا عطا کردہ جبہ یا چنہ اب بھی تبرکات میں محفوظ
ہے۔ اور جب تک یہ مقدس امانت حضرت کے خاندان میں بااحترام محفوظ رہیگی۔ یکے بعد
دیگرے آنے والے حضرت روحانیت سے مالا مال رہیں گے۔

آخیر عمر میں آپ کو درد مثانہ کی تکلیف ہوئی۔ ۲۵ جمادی اول ۱۳۷۶ھ درد کا
شدید دورہ ہوا۔ اور حرکتِ قلب بھی تیز ہوگئی، اور ۲۷ جمادی اول ۱۳۷۶ ھ بمطابق
۲۹ دسمبر ۱۹۵۶ء بروز سوموار بوقت ۱۰:۳۰ بجے شب داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے، واصلِ
بحق ہوگئے۔ کمیٹی کے وسیع میدان میں نماز جنازہ کا اہتمام کیا گیا۔ اور حضرت کے استاد

المکرّم مولانا احمد دین صاحب گانگوی نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔

۹۔ حضرت سید لعل محمد شاہ رحمتہ اللہ علیہ (دوالمیال شریف)

دوالمیال متصل چوآسیدن شاہ آپ کا آبائی مقام ہے۔ مخدوم صاحب مجذوب نون میانی (بھیرہ) کے مزار پر حضرت مولا علی اور مجذوب صاحب نے خواب میں اشارہ دیا۔ کہ میرا شریف جاؤ۔ تمہارا روحانی حصہ وہاں ہے۔ آپ بہت بڑے عالم اور مناظر تھے۔ آپ کے پاس بہت بڑا کتب خانہ تھا۔ جس میں نایاب کتب تھیں۔ دن رات مطالعہ میں مشغول رہتے۔ عقائد باطلہ والے تمام فرقوں کے ساتھ آپ مناظرہ فرماتے تھے۔ اور ایسا کرنے کا حکم آپ کو حضرت اعلیٰ میروی نے فرمایا تھا۔ 500 صفحات پر مشتمل تحریری مناظرہ آپ نے فصل حسن (رافضی) کو بھیجا۔ جس کا جواب آج تک نہ آیا۔

۱۰۔ حضرت پیر سید حبیب شاہ رحمتہ اللہ علیہ (مولوال۔ چکوال)

آپ کا آبائی گاؤں چکی متصل پنڈی گھیب تھا۔ خلافت سے مستفید ہو کر چاولی سے مغربی سمت ایک میل کے فاصلے پر ایک ٹیلہ پر مستقل اقامت اختیار فرمائی۔ ساری عمر میرا شریف کے اعراس کے موقع پر لنگر تیار کرانے اور پانی کا انتظام آپ کے ذمہ تھا۔ نوجوان بیٹے کو بسترِ مرگ پر چھوڑ کر بھی پیر کے عرس پر ناغہ نہ کیا۔ بیٹا دوران عرس فوت ہو گیا۔ اس کے جنازہ پر نہ پہنچ سکے۔ یہ مرشد سے محبت کا واضح ثبوت ہے۔ اان کا شمار حضرت اعلیٰ میروی کے عظیم خلفاء میں ہے۔

۱۱۔ حضرت خواجہ فضل کریم رحمتہ اللہ علیہ (چکوال)

حضرت خواجہ فضل کریم رحمتہ اللہ علیہ ۱۸۹۱ کو چکوال میں خواجگان برادری میں پیدا ہوئے ۱۱ سال کی عمر میں بغداد شریف جانے کا شوق پیدا ہوا اور آپ بغداد پہنچے وہاں سے حضرت غوث اعظم نے حکم دیا کہ میرا شریف جا کر بیعت ہو جاؤ۔ ۱۵ سال کی عمر میں میرا شریف میں حضرت خواجہ احمد میروی رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔ بیعت کے لئے حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ نے خواب میں تین شرائط رکھی تھیں۔

۱۔ کاروبار کو چھوڑ دو گے ۲۔ اپنے شہر کو چھوڑ دو گے

۳۔ مسجد اور مدرسہ بناؤ گے۔

اگر ان شرائط پر عمل کر سکو تو تمہیں بیعت کروں گا۔ آپ ان شرائط پر پورے اترے اور حضرت میروی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو بیعت سے سرفراز فرمایا۔ آپ کو بارگاہ حضرت میروی رحمتہ اللہ علیہ سے خلافت عطاء ہوئی۔ ۱۹۸۱ میں وصال ہوا۔ انوار آباد شریف (چکوال) میں آپکا مزار شریف مرجع خلائق ہے۔

۱۲۔ حضرت فقیر دیدار بخش صاحب رحمتہ اللہ علیہ (مہار شریف)

حضرت فقیر دیدار بخش آپکے قدیمی رفقاء میں سے تھے اور آپ انکی بہت عزت کرتے تھے۔ آپ ایک صالح پرہیزگار و متقی درویش تھے اور ایک عرصہ تک حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی خدمت میں رہے اور یہیں انکا انتقال ہوا۔ عوام میں استاد بھورے والے مشہور تھے۔ فقیر دیدار بخش صاحب کی قبر بھی حضور کے درویشوں کے قبرستان میں موجود ہے۔

ایک دن حضرت اعلیٰ میرویؒ اپنے حجرے میں تشریف فرما تھے اور فرمانے لگے کہ یہ مکان جو تم دیکھ رہے ہو جس میں اب بیٹھا ہوں۔ فقیر کی مرضی و منشاء سے نہیں بنا۔ میرا ارادہ بالکل ہی تھا کہ میری رہائش کا مکان بالکل سادہ ہو اور ہر قسم کے تکلفات سے خالی لیکن فقیر دیدار بخش صاحب جو حضرت خواجہ مہارویؒ کا واسطہ دیا کہ یہ مکان مجھے اپنی مرضی سے بنانے دیں اور رکاوٹ نہ کریں۔ میں ناچار حضرت قبلہ مہاروی رحمتہ اللہ علیہ کا نام سن کر بادل ناخواستہ خاموش ہو گیا اور فقیر دیدار بخش نے یہ مکان اپنی مرضی سے بنایا۔ اسکے علاوہ کئی دوسرے مکانات بھی فقیر دیدار بخش نے نہایت صدق دل سے بنوائے۔ خدا اسے جزائے خیر دے۔ خراسخانہ رچند دیگر حجرے انہوں نے بنوائے تھے۔

اسی مکان کو جو فقیر دیدار بخش نے بنوایا تھا۔ اس میں حضرت اعلیٰ میرویؒ کا وصال ہوا اور جائے وصال پر آپکا مزار بنا تھا اور تقریباً نصف صدی کے بعد اسے گرا کر اس پر ایک عالیشان عمارت کھڑی کر دی جسے روضہ اطہر کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

۱۳۔ حضرت سید سلطان محمد شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ (شاہ پور شریف)

سید سلطان محمد شاہ صاحب بڑے زمیندار اور علاقہ کے با اثر لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔ خوبصورت اور اونچے، لمبے تومند و مضبوط جوان تھے اور تھانیدار عہدے پر متعین تھے۔ انگریز کی دور میں تھانیداری کا عہدہ آج کی گورنری کے برابر خیال کیا جاتا تھا۔

شاہ صاحب بڑے جابر تھانیداروں میں شمار ہوتے تھے، رشوت بڑے دھڑلے سے لیتے تھے اور دوسری خرابیاں جو اس عہدے، اس جوانی اور با اثر خاندانوں میں عام میں سمجھی جاتی تھیں۔ آپ میں وہ سب موجود تھا۔ انکی سعادت ازلی نے سر اٹھایا اور وہ تھانہ پنڈی گھیب میں آکر متعین ہوئے۔ اپنی جملہ اوصاف لینے جبر، مار کٹائی، رشوت وغیرہ وغیرہ سمیٹے حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے جوار میں آ گئے۔ میرا شریف کا خطہ تھانہ پنڈیگھیب سے تعلق رکھتا تھا اور میرا شریف سے پیدل پنڈی گھیب کی سافت دس، بارہ میل تھی۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ جہاں درویش با خدا تھے، وہاں دنیوی امور جو عوام کے نفع یا نقصان سے تعلق رکھتے تھے بے خبر نہیں تھے۔ علاقہ کے لوگوں نے شاہ صاحب کے جبر ، تشدد، رشوت ستانی وغیرہ کی شکایت حضرت خواجہ غریب نوازؒ تک پہنچائیں، آپؒ نے فرمایا کہ خدا بہتر کریگا۔ میرا شریف پنڈی گھیب کے جوار میں تھا اور حضرت خواجہ غریب نوازؒ کا شہرہ ہر طرف بڑی تیزی سے پھیل رہا تھا۔ شاہ صاحب نے حضور کا شہرہ سنا تو انہیں بھی اشتیاق ہوا کہ فقیر کو دیکھنا چاہیے۔ مناسب موقع کی تلاش میں رہے۔ آخر کار ایک دن ملاقات کا موقع میسر آ گیا۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی نگاہ جو اپنے اندر خدائی صفات لئے ہوئے تھے، شاہ صاحب پر جو پڑی تو پھر کیا تھا۔ شاہ صاحب نے نہایت ادب سے عرض کی آج سے میں اپکا غلام بے دام ہوں، میرے تمام غرور کافور ہو چکے ہیں، آپؒ کا دروازہ ہے اسکے ماسوئ دنیا و مافیہا میرے لئے ہیچ ہے۔ میری باگ ڈور آپؒ کے ہاتھ میں ہے جس طرف چاہیں کھینچ لیں۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے ازراہ شفقت فرمایا، شاہ صاحب گھبرائیے نہیں۔ اب آپ میرے دوام کے ساتھی ہیں۔ ایک ہی دھن میں مرینگے، ایک ہی دھن میں زندہ رہیں گے۔

اپنی غلطیوں کے شاہ صاحب کے پاس نوٹ تھیں، انہیں سامنے رکھا اور امکانی حدود کے اندر ہر ایک غلطی کا ازالہ کر دیا۔ کسی سے کچھ وصول کیا تھا تو اسے واپس دینے کی

کوشش کی، شاہ صاحب کا تعلق بڑے کھاتے پیتے گھرانے سے تھا، پائی، پائی کر کے سب کچھ ادا کر دیا۔ اور دربار خواجہؒ کے ہو کر رہ گئے۔ ریاضت و مجاہدہ بھی شروع کر دیا، بیت اللہ کے دو حج کئے۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے وصال ے بعد ایک عرصہ تک زندہ رہے اور مزار دربار کی حاضری زندگی کا معمول بنائے رکھا۔

میرا شریف میں آپ نے اپنے خرچ سے مکان بنوایا تھا جو بنگلہ شاہ پورؒ کے نام سے مشہور ہے اور اب تک صحیح و سالم موجود ہے۔ شاہ صاحب کے انتقال کے بعد آپکی اولاد نے بھی شاہ صاحب کی سنت کو جاری رکھا ہوا ہے اور موقع پا کر زیارت سے شرف ہوتے رہتے ہیں۔

۱۴۔ حضرت پیر سید فیض اللہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ

اسم شریف	سید فیض اللہ شاہ (ٹوپی والی سرکار)
اسم مبارک والد	سید مہتاب شاہ
پیدائش	۱۹۶۰ء کے عشرے میں
عمر مبارک	۱۰۰ سال
وصال	۱۱ دسمبر ۱۹۶۵ء

حضرت سید فیض اللہ شاہ صاحبؒ حضرت خواجہ احمد میرویؒ کے خلفاء میں بہت نمایاں مقام رکھتے تھے۔ آپ کے دادا حضرت پیر سید احمد شاہ خاندان نقشبندیہ کے ایک عظیم بزرگ تھے اور انھوں نے ہی اپنے پوتے (سید فیض اللہ شاہ) کے بارے میں پیشن گوئی فرمائی تھی کہ "یہ بچہ بڑا ہو کر نامی گرامی ہوگا زمانے میں خوب نام کمائے گا۔ روحانی اور دنیاوی میدانوں میں چھمر شریف کی شہرت کا باعث بنے گا۔ چھمر شریف کی پہچان اس سے ہوگی اور ایک زمانہ اس سے فیض یاب ہوگا" اور پھر یہ پیشن گوئی حرف بہ حرف سچ ثابت ہوئی اور ایک زمانے دیکھا کہ اللہ رب العزت نے آپ کو روحانیت کے بلند مقامات پر فائز فرمایا۔

آپ کی پیدائش چھمر سیداں میں ہوئی لیکن سن ولادت کے بارے میں مستند روایات نہیں ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق آپ کی عمر ۱۰۰ برس تھی اس سے معلوم ہوتا ہے

کہ آپ کی پیدائش انیسویں صدی کے چھٹے عشرے میں ہوئی۔

پھر مختلف علاقوں میں حصول علم میں مشغول رہے۔جن میں غورغشی (اٹک) گڑھا اتم سنگھ (ڈومیلی) میں قاضی غلام محی الدینؒ کی درسگاہ اور پھر پیر پھلاہی کے قریب کالس میں زیرِ تعلیم رہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اپنے دادا اور والد محترم سے روحانی تربیت پانے کے بعد مجھے احساس ہوا کہ میں ابھی ادھورا ہوں اس تشنگی کو دور کرنے کے لیے میں کئی اولیاء کرام کی خدمت میں حاضر ہوا۔جن میں حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑہ شریف اور حضرت پیر حافظ محمد عبدالکریمؒ عیدگاہ شریف راولپنڈی جیسی ہستیاں شامل تھیں۔مگر تشنگی کو دور کرنے والی ہستی کوئی اور ہی تھی۔

آپ فرماتے ہیں کہ دریائے چناب کے کنارے پر ایک بزرگ حضرت محمد پناہؒ کے مزار پر حاضری کے دوران میں نے اپنا مدعا پیش کیا تو مزار سے آواز آئی کہ تمہارا روحانی حصہ میرا شریف میں ہے۔اس کے بعد ۱۹۰۰ء میرا شریف میں قدوۃ الکاملین محبوب اللہ الصمد حضرت خواجہ احمد میرویؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کی زیارت سے قلبی و روحانی اطمینان ہوا۔میں نے بیعت کی درخواست کی جو آپ نے قبول فرمائی اور بیعت سے سرفراز فرمایا۔

گھر واپسی پر دل میں گونا گوں خیالات گردش کرنے لگے تھے۔کیونکہ ہمارے خاندان کا تعلق سلسلہ نقشبندیہ سے تھا اور حضرت خواجہ احمد میرویؒ کا تعلق خاندان چشتیہ سے تھا۔یہ خیال بار بار ذہن میں آتا کہ کہیں میرے بزرگ ناراض نہ ہو جائیں اسی کیفیت میں میرا شریف کے لیے عازمِ سفر ہوا۔جب میرا شریف پہنچا اور آپ کے حجرہ مبارکہ میں دائیاں قدم رکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت خواجہ میرویؒ کی جگہ میرے دادا حضرت سید احمد شاہ بیٹھے ہیں۔اس سفر میں میرے دادا کا مرید عالم دین نامی شخص بھی میرے ساتھ تھا۔وہ بھی بول اُٹھا کہ یہ تو بڑے شاہ جی (حضرت سید احمد شاہ) ہیں جبکہ ان کو وصال کیے ایک زمانہ گزر چکا ہے اور پھر چند لمحوں کے بعد حضرت اعلیٰ میرویؒ اپنی اصلی حالت میں ظاہر ہوگئے اور آپ نے فرمایا کہ فقیر ایک تن ہوتے ہیں۔اور میری تمام پریشانی ختم ہوگئی دل کو راحت و اطمینان مل گیا۔

حضرت سید فیض اللہ شاہؒ نہایت ہی پرہیزگار، متقی اور متوکل علی اللہ تھے شریعت طریقت کا عملی نمونہ تھے۔زندگی کے آخری 20 سال نابینا گزار دیئے اور آنکھ کا آپریشن اس لیے نہیں کروایا کہ ڈاکٹر نے چند ایام آرام کا مشورہ دیتے ہوئے کہا کہ سجدہ وغیرہ نہیں کر سکتے تو آپ کے عشق ایمانی نے یہ گوارہ نہیں کیا اور آپ نے انکار کر دیا کہ ایسے آپریشن سے میں نابینا بہتر ہوں جو مجھے میرے رب کی یاد سے روکے۔

6 ستمبر 1965ء کی جنگ کے دوران جب کچھ عورتیں حاضر ہوئیں تو آپ اپنے حجرے میں نہیں تھے۔تھوڑی دیر بعد تشریف لائے تو کپڑوں سے پانی نچڑ رہا تھا۔ان عورتوں نے عرض کی کے ہمارے بیٹوں کے لیے دعا فرمائیں کہ وہ جنگ سے فتح یاب و بخیریت لوٹیں تو آپ نے فرمایا کہ وہ خیریت سے ہیں اور ہم لوگ اپنی روحانی ذمہ داریاں بخوبی نبھا رہے ہیں۔میں ابھی راوی میں کھڑا تھا اور بھارت سے آنے والے ہر بم کو اپنے ہاتھوں سے راوی میں پھینک رہا تھا۔

آپ کو اپنے شیخ طریقت سے والہانہ محبت تھی اور آپ کا یہ معمول رہا کہ اپنی زندگی کے آخری ایام تک میرا شریف کی حاضری کو اپنے لیے فرض تصور کرتے ہوئے حاضر ہوتے رہے۔آپ کے لیے حضرت مولانا احمد خان ثانیؒ سواری بھیجتے تو آپ اس پر سوار نہ ہوتے مگر "الامر فوق الادب" (حکم کی تعمیل ادب سے بڑھ کر ہے) کے تحت اس پر ہاتھ ضرور رکھتے تاکہ حکم کی بجا آوری ہو جائے اور شیخ کی بے ادبی بھی نہ ہو۔میرا شریف کے ادب کو ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھا۔

آپکا وصال ۱۱ دسمبر ۱۹۶۵ء میں بروز ہفتہ ہوا۔آپ کا مزار چھیر سیداں میں مرجع خلائق ہے۔آپ کے موجودہ سجادہ نشین سید غلام شاہ مدظلہ العالی ہیں جو اپنے آباؤ اجداد کے مشن کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔خدا تعالیٰ ان کو مزید ہمت عطا فرمائے۔آمین

۱۵۔حضرت خواجہ احمد نور رحمتہ اللہ علیہ (چاولی شریف)

اسم مبارک	حضرت مولانا احمد نور صاحب
والد کا نام	محمد شاہ تھا۔
مولد و مسکن	چاولیاں تحصیل چکوال (ضلع جہلم)

۱۳۰۰ھ کے لگ بھگ آپ دنیا کائنات میں تشریف لائے۔ جب آپ نے ہوش سنبھالا تو اپنے پس و پیش میں علم و روحانیت کا ماحول پایا۔ والد مرحوم جید عالم تھے۔ ان کے بڑے بھائی تایا احمد شاہ صاحب و چچا نور محمد صاحب سب کے سب عالم دین و حافظ قرآن تھے۔ چچا نور محمد صاحب تو حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب کے ہم سبق و ہم درس تھے۔

آپ نے حفظ قرآن اور ابتدائی کتب نظم گھر پر ہی اپنے خاندان سے حاصل کی۔ عنفوان جوانی میں ہی مرشد کی تلاش شروع کر دی۔ آپ کا اکثر خاندان حضرت خواجہ شمس الدین صاحب (سیال شریف) کا مرید و ارادتمند تھا۔ روحانیت کے تذکرے عموماً خاندان میں ہوتے رہتے ہیں۔

ان ایام میں حضرت خواجہ غریب نواز کی خوشبو بڑی تیزی سے اطراف و اکناف میں پھیل رہی تھی۔ اس لئے آپ نے فیصلہ کیا کہ پہلے مرشد کامل کا دامن پکڑنا چاہیئے۔ چنانچہ میرا شریف کی خوشبو نے زیادہ تر دماغ معطر کر رکھا تھا۔ اس لئے آپ نے میرا شریف کا رخ کیا، اور میرا شریف حضرت خواجہ کے حضور میں حاضر ہو گئے۔ حضرت خواجہ نے نظر شفقت فرمائی اور بیعت سے مشرف فرمایا۔ حضرت خواجہ غریب نواز طلباء کو بجائے وظائف و اوراد کے تحصیل علوم شرعیہ کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔

علم صرف موضع ھیوال میں پڑھا۔ علم نحو کے لئے موضع پنجائن (چکوال) میں شیخ مولانا ثناء اللہ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس تشریف لے گئے۔ اس زمانے میں بھوئی گاڑ بڑی علمی درسگاہ سمجھی جاتی تھی۔ وہاں انہوں نے تمام علوم عالیہ حاصل کیے۔ اس سارے دور میں آپ نے خواجہؒ سے رابطہ بدستور قائم رکھا۔ اور وقتاً فوقتاً حاضر خدمت ہو کر حضور سے ہدایات حاصل رہتے تھے۔ جب علوم عالیہ سے فارغ ہوئے تھے۔ تو دورہ حدیث کیلئے ہندوستاں اور خصوصاً دیو بند کا ارادہ کیا اور اجازت کے لئے حضرت خواجہ غریب نواز کی خدمت میں میرا شریف حاضر ہوئے۔ اور اپنا مدعا ظاہر کیا۔ تو حضرت خواجہ غریب نواز نے ہندوستان جانے سے منع کر دیا۔ کیونکہ حضرت خواجہ علماء دیو بند کے بعض نظریات سے متفق نہیں تھے۔ اس سلسلہ میں مولانا احمد نور صاحبؒ غور غشتی چلے گئے۔ اور دورہ حدیث حضرت مولانا مولوی قطب الدین صاحب سے پڑھا۔ فراغت علوم دینیہ کے بعد میرا شریف آ گئے۔ اور کتب

تصوف مولانا فخر الدین صاحب کی معیت میں حضور خواجہؒ سے پڑھیں۔ حضرت ثانی وسجادہ اول حضرت مولانا احمد خان صاحب کے زمانے میں ایک عرصہ تک میرا شریف میں قیام رکھا۔ اور یہاں درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا۔ مشاہر علماء میں جنہوں نے حضرت سے پڑھا۔ ان میں مولانا عثمان غنی صاحب، فاضل السنہ شرقیہ و فاضل بریلی، قاضی عمر دین صاحب مرحوم آف کوٹ فتح خان و مولوی جان محمد صاحب آف ڈُلعہ (چکوال) و شیخ محمد عبداللہ صاحب مرحوم فاضل ڈابیل، قابل ذکر ہیں۔

دنیا و مافیا سے بیزار ہو کر آپ نے زندگی بسر کی۔ ازدواجی آلائش سے الگ ہو کر تجرد کی زندگی بسر کی۔ آپ کی مجلس میں دنیاوی گفتگو بالکل ممنوع ہوتی تھی، رات دن آپ یاد خدا میں مصروف رہتے تھے۔ حافظ قرآن تھے۔ پچاس برس تک متواتر قرآن رمضان المبارک میں مصلے پر پڑھا۔

مرشد کامل کی محبت میں ایسے سرشار تھے۔ کہ مجلس میں ان کا ذکر آ جاتا، تو آنسوؤں کی جھڑی لگا دیتی تھیں۔ میرا شریف کا سفر پیدل کرتے۔ آخیر عمر میں ضعف زیادہ ہو گا تھا۔ تو گھوڑی کی سواری پر جاتے۔ حضور اعلیٰ کا عرس زندگی بھر قضا نہیں کیا۔ عرس کے موقعہ پر میرا شریف آتے تو چالیس نمازیں پوری کر کے واپس گھر کو جاتے۔۔ آخر ۱۹ ربیع الثانی ظہر کی نماز ادا کرنے کے بعد سفر آخرت اختیار کیا۔ نماز جنازہ جناب مولانا مولوی فقیر عبداللہ صاحب سجادہ ثانی دربار عالیہ میرا شریف نے پڑھائی۔ اور اپنے تعمیر کردہ حجرہ میں جہاں عمر بھر خدا کی یاد میں مصروف رہے وہیں دفن ہوئے۔ یہ حجرہ کچا تھا۔ لیکن بعد میں ارادتمندوں نے اس پر عالیشان مقبرہ تعمیر کیا۔

۱۶۔ حضرت صالح محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ

آپ موضع ایوناں کے رہنے والے تھے۔ یہ موضع دریائے سندھ کے مشرقی کنارے نواح کالا باغ میں واقع ہے۔ آپ جوانی میں حضرت خواجہ سے منسلک ہو گئے۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے امام الصلوۃ تھے۔ فارسی نظم و نثر اور فقہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ بڑے وجیہ گورے چٹے جوان تھے، عمر بھر حضرت خواجہ کی خدمت میں رہے۔

فارسی اور فقہ زندگی بھر طلباء کو پڑھاتے تھے۔ حضرت خواجہ کے امام الصلوۃ تھے۔ دنیا و مافیا سے لاتعلق تھے۔ ایک دفعہ حضرت خواجہ غریب نوازؒ سے درخواست کی کہ میں آبادی سے دور کہیں جنگل میں بسیرا کرنا چاہتا ہوں تا کہ یکسو ہو کر خدا کو یاد کروں لیکن آپ نے اجازت نہ دی، پھر ہمیشہ کے لئے میرا شریف کے ہو کر رہ گئے۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے وصال کے بعد ایک عرصہ دراز تک زندہ رہے اور لمبی عمر پائی۔ چہرہ لال سرخ تھا اور چوڑے چکلے جوان تھے۔ اپنی جوانی کو حضرت خواجہؒ کے قدموں پر نثار کر دیا۔ میرا شریف میں ہی انتقال ہوا اور حضرت خواجہؒ کے دوسرے درویشوں کے ساتھ دفن ہوئے۔ میرا شریف میں ہی انکا انتقال ہوا اور اسی مقدس خاک میں سپرد زمین ہوئے۔ دوسرے درویشوں سے آپکو یہ خصوصیت حاسل تھی کہ آپ علم طب میں بہت اچھا ملکہ رکھتے تھے اور درویشوں کے علاوہ اہالیان میرا شریف کی بھی علاج کرتے تھے۔

۱۷۔ حضرت سرفراز خان رحمتہ اللہ علیہ (پنڈ سلطانی)

سرفراز خان پنڈ سلطانی کے رہنے والے تھے اور کھٹڑ قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ بڑے معزز خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ بچپن سے ہی حضرت خواجہ سے منسلک ہو گئے تھے۔ بہت تھوڑے عرصے میں منظور نظر ہو گئے۔ آپ ان سے بہت پیار کرتے تھے۔ اور ان پر مکمل اعتماد فرمایا کرتے تھے۔ سفر و حضر میں ہر وقت حضور خواجہؒ کے ساتھ ہمراہ و ہمرکاب ہوتے تھے۔ حضور کی مفارقت کسی حال بھی گوارانہ کرتے تھے۔ رات دن حضرت خواجہؒ کے پیش خدمت رہے۔ حضرت خواجہؒ کی نظر عنایت کا کوئی حساب تھا، حضرت خواجہؒ کے ہر کام میں پیش پیش ہوتے آپکے وصال سے انہیں اتنا صدمہ ہوا کہ کچھ عرصہ تو ہوش نہ رہا پھر آہستہ آہستہ ہوش میں آئے۔ ہر وقت غضبناک، غمناک رہتے تھے۔ انکے ماموں خان خواص نے جو گاؤں کے معززین میں شمار ہوتے تھے انکا غم کم کرنے کے لئے اپنی بیٹی سے انکی شادی کر دی۔ خدا وند تعالیٰ نے دو بیٹے دیئے جو اس وقت زندہ ہیں اور اپنے کاروبار میں مصروف ہیں۔ سرفراز خان صاحب کا میرا شریف میں انتقال ہوا اور اسی خاک پاک میں دفن ہوئے۔

۱۸۔ حضرت سید غلام حسین شاہ صاحب المعروف بابا کونے شاہؒ نیلیا نوالہ (جھنگ)

آپ کا نامی و اسم گرامی سید غلام حسین شاہ تھا۔ بعد میں بابا کونے شاہ کے نام سے مشہور ہوا۔ والد ماجد کا اسم گرامی سید رحمت علی شاہؒ بتایا جاتا ہے۔ مولد و مسکن کا صحیح علم کسی کو بھی نہیں، البتہ عوام کی روایت میں پیر کھارا شریف ضلع جہلم بیان کیا جاتا ہے۔

بچپن میں ہی جب ہوش سنبھالا تو علمِ دین کی تلاش میں گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ اور مولد و مسکن کو ہمیشہ کے لیے خیر باد کہہ دیا۔ اور زندگی بھر گھر نہ گئے۔ اور نہ ہی کسی کو بتایا، تعلیم کا زیادہ حصہ محمدی شریف (جھنگ) میں مولانا محمد ذاکر صاحب کے والد جناب مولانا مولوی عبد الغفور سے حاصل کیا۔

عنفوانِ شباب میں کسی غیبی اشارہ سے حضرت خواجہ غریب نواز کے ہاتھِ بابرکت پر بیعت ہو گئے تھے۔ مرشد کامل نے ایسا روحانی جام پلایا کہ آپ پر مجذوبیت کا رنگ غالب آگیا۔ عوام سے میل جول اور بول چال بند کر دی تھی، الابضرورت خاص، اور سرزمین جھنگ کو ہی اپنا عارضی ٹھکانہ بنا لیا تھا۔ امین پور بنگلہ (تحصیل چنیوٹ) سے غربی جانب تین چار گاؤں میں عموماً رہا کرتے تھے۔ انداز مجذوبی تھا۔ جہاں چاہا چلے گئے اور جب جی چاہا وہاں سے دوسرے گاؤں چلے گئے، ڈیرا مسجد میں ہوتا، اور رات دن عبادت میں مشغول رہتے۔ وہ گاؤں جہاں آپ کا عموماً قیام رہا، یہ ہیں۔ نیلیا نوالہ، جوتیاں والا، چک نمبر ۳۴، چک خونی والا وغیرہ۔ چند طالب علم ساتھ ہوتے تھے۔ جہاں قیام ہوتا مسجد کی خدمت کرتے رہتے اور اپنے طالب علموں کو بھی مسجد کی خدمت پر لگائے رکھتے۔ اور مسجد کا بے حد احترام کرتے۔ جھنگ کے جاہل لوگوں نے ابتداًء تو آپ کو نہ پہنچانا لیکن بعد میں جب آپ کے روحانی اثرات سامنے آئے تو وہ لوگ آپ کے گرویدہ ہوگئے۔ اور ہر گاؤ ں کے لوگوں کے خواہش ہوتی تھی کہ حضرت ہمارے گاؤں اقامت پذیر ہوں۔ لیکن آپ نے موضع نیلیا نوالا کو پسند فرمایا۔ فتوحات کا بڑا سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔ لیکن آپ تارک دنیا تھے۔ کبھی کوئی چیز اپنے پاس نہ رکھتے تھے۔ اور مستحقین میں تقسیم کر دیتے تھے۔

"میرا شریف کی حاضری"

میرا شریف کی حاضری معمولِ حیات تھا۔ لیکن اس کا یہ انداز تھا کہ بالکل خاموشی

اور گم نامی کی صورت میں حاضری دیتے اور جو کچھ موجود ہوتا ۔ سارے کا سارا لنگر کے حوالے کرتے اور زیارت کر کے چپ چاپ واپس تشریف لے جاتے ۔ میرا شریف کے لوگوں کو علم تک نہ تھا ۔ کہ کوئی ایسا بزرگ جھنگ سے زیارت کے لیے آتا ہے ۔ آپ نے تمام عمر تجرد میں بسر کی ۔ اور دو حج پیدل کئے ۔

۱۹۔ حضرت خواجہ فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ (بیربل شریف)

نام نامی واسم گرامی	فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ
نام والد بزرگوار	حضرت محمد سعید بن حضرت غلام مرتضٰے بن

حضرت محمد اسلم بن صدر الدین بن علیم الدین بن حاجی محمدؒ

وطن	بیربل شریف ضلع سرگودہا
پیدائش	۲۹ ربیع الثانی ۱۳۰۴ھ
وصال	۶ ربیع الثانی ۱۳۶۴ھ

ان کے جدا اعلیٰ سودھی بالا علاقہ سون سکیسر ضلع شاہ پور کے رہنے والے تھے ۔ پشت ہا پشت سے آپ کا خاندان اپنے علاقے میں بڑا باعزت و بارسوخ چلا آیا ہے ۔ سلطان محمود غزنوی سے لے کر شیر شاہ سوری تک کے تمام شاہان دہلی انہیں عزت و احترام سے دیکھتے تھے ، اور اپنے اپنے دور میں انہیں انعام و کرام سے چلے آئے ہیں ۔ شاہی کاغذات و دستاویزات جو انہیں شاہاں اسلام سے وقتاً فوقتاً ملتی رہی ہیں ۔ اب بھی محفوظ ہیں ۔ ان کے جدا اعلیٰ ایک درویش باخدا کے مرید تھے ۔ جن فرار اب بھی موضع سودھی میں مرجع عوام ہے ۔ انہوں نے آپ کو دعا دی اور فرمایا ۔ کہ آپ کی اولاد سات پشتوں تک عالم اور بزرگ ہونگے ۔ مگر شرط یہ ہے کہ انہیں علم دین پڑھائیں اور یہاں سے ہجرت کر جائیں ۔ چنانچہ آپ حسب ارشاد مرشد وہاں سے ہجرت کر کے چک موسیٰ آگئے ۔ یہ چک بیربل شریف سے چار کوس کے فاصلے پر ضلع سرگودہا واقع ہے ۔

حضرت نے ہوش سنبھالنے کے بعد بہت جلد تھوڑے ہی عرصے میں قرآن مجید حفظ کر لیا ۔ اور ابتدائی کتب گھر میں ہی پڑھیں ۔ اور اعلیٰ تعلیم کے لئے لاہور تشریف لے

گئے ۔ اور تھوڑی ہی مدت میں تمام علوم مروجہ میں کامل دستگاہ حاصل کر کے دستار فضلیت کے مستحق قرار دیئے گئے ۔ اس زمانے میں دہلی کے مشہور و معروف حکیم اجمل خان کی طبی شہرت کا ڈنکا برصغیر پاک و ہند میں بڑی آب و تاب سے بج رہا تھا ۔ تحصیل علم طب کے بعد آپ اپنے وطن بیربل شریف لے آئے ۔ تلاوت قرآن و اوراد و وظائف کے ساتھ ساتھ خدمت خلق کے طور پر مطب بھی جاری کر دیا تھا ۔ پیر کامل کی تلاش وجستجو کی چھین ابتدائے آفرینش سے ہی آپ کے سینے میں موجزن تھی ۔

میرا شریف حاضری اور بیعت

آپ کی عادت تھی کہ جہاں کہیں کسی بزرگ کا علم ہوتا تو زیارت کے لئے تشریف لے جاتے ۔ اور صلحاءِ صوفیاء کی مجالس سے استفاضہ کرتے ۔ لیکن کہیں بھی آپ کی دلجمعی اس انداز میں نہیں ہوئی ۔ کہ آپ ان سے بیعت کر لیتے ۔ حضرت خواجہ غریب نواز کی خوشبو جب اطراف عالم میں پھیلی ۔ تو شدہ شدہ یہ خوشبو حضرت فخر الدین صاحب کے مطہر دماغ تک جا پہنچی ۔ اس خبر سے آپ کے سینہ میں بھی شعلہ بلند ہوا ۔ قسمت ازلاً یاور تھی ۔ آپ میرا شریف حضرت غوث زمان خواجہ احمد میرویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے ، اور حضرت خواجہ سے اپنے مدعا کا اظہار کیا ۔ تیر نشانے پر لگا ۔ اور حضرت غوث زمان کے دربار میں پذیرائی ہوگئی ۔ اور آپ سعادت بیعت سے مشرف ہوئے ۔ اور ایک عرصہ تک حضرت خواجہ کے در کے ہو رہے ۔ اس عرصہ میں دوسرے طرائق سلوک کے علاوہ کشکول شریف حضرت خواجہ سے سبقاً پڑھا اور دوائی سلوک کے راستے پر گامزن ہوگئے ۔

جب کبھی کسی ضرورت کے تحت میرا شریف عریضہ لکھتے ۔ تو اس کا جواب خواب میں حضرت خواجہ ارشاد فرما دیتے تھے ۔ مولانا مولوی فخر الدین صاحبؒ فرماتے ہیں ۔ کہ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے وصال سے چند دن پہلے خواب میں حضرت کی زیارت نصیب ہوئی ۔ ایسا معلوم ہوا ۔ کہ آپ کچھ تحریر فرما رہے ہیں ۔ اور فرمایا ۔ فخر الدین تمہارے لیے اجازت نامہ لکھ رہا ہوں ۔

آخیر عمر میں آپ کو صدمات نے گھیر لیا تھا ۔ اور پے در پے صدمات شروع ہو

گئے تھے۔ جن کی وجہ سے آپ کی صحت گرنی شروع ہوگئی۔ اور جسمانی طور پر آپ کمزور ہو
گئے۔ سودھی بالا، علاقہ سون سکیسر، جو حضرت کا آبائی وطن تھا سے رابطہ ہمیشہ قائم رکھا۔ آخر
عمر میں سودھی بالا تشریف لے گئے۔ اس سفر سے جب آپ واپس بیریل شریف پہنچے۔ تو
بیمار ہو گئے۔ شدید بخار اور گھبراہٹ قلبی کا عارضہ لاحق ہوگیا۔ علاج معالجہ ہوا۔ لیکن فائدہ نہ
ہوا۔ آخر کار داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے۔ اس عالم فانی سے رخصت ہوکر عالم جاودانی کو
روانہ ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔آپ کا وصال ۱۹ مارچ ۱۹۴۵ء بوقت شب ہوا۔ اور
ارادتمندوں کو گریاں و بریاں چھوڑ کر آپ دارالخلد کو تشریف لے گئے۔

۲۰۔ پیر فتح شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (مڑیالہ شریف)

حضرت پیر فتح شاہ صاحب مڑیالہ شریف کے رہنے والے تھے جو تحصیل جنڈ میں
ایک گاؤں ہے، آپ سید تھے اور اپنے علاقہ میں خاندانی اعتبار سے بڑے ممتاز اور بارسوخ
تھے۔ ابتداء سے ہی خدایاد و تہجد خوان تھے۔ علاقہ میں دور دور تک انکی پیری مریدی تھی ۔
علاقے کے مرد و عورت حاجت کے وقت ان سے رجوع کرتے۔ عنفوان جوانی سے ہی
حضرت خواجہ سے روابط ہو گئے تھے حضور کی محبت و اخلاص میں یگانہ خیال کیے جاتے تھے اور
حضرت خواجہ ان پر بڑا اعتماد کرتے تھے۔ عیال دار اور صاحب جائیداد تھے ۔لیکن ہر طرف
سے منہ موڑ کر حضرت خواجہ کے ہو گئے اور زیادہ وقت میرا شریف حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی
پیشی میں گزرتا تھا۔ صاحب اولاد تھے ، صاحب جائیداد تھے، گھر جاتے لیکن مسافروں کی
طرح، صبح گئے، شام آئے ۔عموماً اہل و عیال سمیت میرا شریف میں قیام رکھتے تھے۔ میں
نے انکو حضرت ثانی کے دور میں دیکھا۔ انکے چھوٹے صاحبزادے پیر غلام عباس صاحب بڑا
طویل عرصہ میرا شریف میں قیام پذیر رہے۔ مخدومی استاد صالح محمد صاحب کے دور میں
پڑھتے تھے۔ میرے ہم عمر تھے ، میں حضرت شاہ صاحب فتح جنگ والوں کے ہاں پڑھتا
تھا۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے وصال کے بعد عرصہ تک زندہ رہے ، میرا شریف قیام رہا
اور حضرت احمد خان صاحب کے شیروں میں سمجھے جاتے تھے۔ آپکا انتقال اپنے گاؤں مڑیالہ
میں ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔ مزار زندہ ہے اور مرجع خلائق ہے ۔ آپکے دو صاحبزادے

تھے۔ پیر غلام جعفر اور پیر غلام عباس ، دونوں صاحب اولاد تھے۔

۲۱۔ حضرت مولانا قاضی محمد عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (قفل گڑھ۔ آزاد کشمیر)

قاضی محمد عبداللہؒ ریاست پونچھ کے قاضی القضاۃ رہے اور تقسیم سے پہلے کا زمانہ
تھا۔ آپ کا آبائی مقام قفل گڑھ موجود ضلع باغ آزاد کشمیر ہے۔ یہ میرا شریف میں حضرت
اعلیٰ میرویؒ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور خلافت عطا ہوئی۔ آپ کا مدفن قفل گڑھ ضلع باغ
آزاد کشمیر میں ہے۔

۲۲۔ حضرت پیر فتح شاہ ہاشمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ (راولپنڈی)

آپ کا شمار حضرت اعلیٰ میروی کے عظیم خلفاء میں ہوتا ہے۔ آپ کی پیدائش
1890ء کی دہائی میں اوجڑی (اسلام آباد) کے مقام پر ہوئی۔ آپ کے والد محترم پیر محمد
شریف شاہ ایک مستند عالم دین اور حضرت خواجہ احمد میرویؒ کے منظور نظر مرید تھے۔ اشاعت
دین کی خاطر آپ نے اوجڑی میں ایک مدرسہ قائم کیا۔ اوجڑی میں آپ کا کتب خانہ دیکھ
کر حضرت اعلیٰ میرویؒ بہت خوش ہوتے۔ حضرت پیر شریف شاہ صاحب کی آنکھوں میں
آنسو آ گئے۔ عرض حضور کتابیں بہت ہیں۔ پڑھنے والا کوئی نہیں کیونکہ آپ کی نرینہ اولاد نہ
تھی۔ حضرت اعلیٰ میروی نے دعا فرمائی۔ راستے میں جو بھی آپ سے دعا کے لیے کہتا آپ
فرماتے پہلے شریف شاہ صاحب کے لیے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ بیٹا عطا فرمائے۔ اس وقت ان
کی عمر 90 برس تھی۔ اس عمر میں اولاد کی کوئی امید نہیں ہوتی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب
بندے کے اٹھے ہوئے ہاتھوں اور ہلتے لبوں کی صدا کو قبول فرمالیا اور شریف شاہ صاحب کو
اس کے بعد دو بیٹے عطا ہوئے۔ جن کے نام پیر فتح شاہ ہاشمیؒ اور پیر محبوب شاہ ہاشمیؒ ہیں۔
حکیم پیر فتح شاہ ہاشمیؒ نے پاکستان اور ہندوستان میں تعلیم حاصل کی۔ آپ ایک
مستند عالم دین اور ماہر طبیب تھے۔ آپ سابق صدر پاکستان جنرل محمد ایوب خان کے معالج
بھی رہے۔ آپ مغربی پاکستان طبی کانفرنس کے صدر اور طبی بورڈ کے سرگرم رکن رہے۔
حضرت مولانا احمد خانؒ (سجادہ نشین اول) سے آپ کو خلافت عطا ہوئی اور آپ کا زیادہ
وقت بھی ان کے ساتھ گزرا۔ آپکو حضرت اعلیٰ میرویؒ کی پروردہ جماعت میں اہم مقام

حاصل تھا۔آپ کا وصال 26 جولائی 1969ء کو ہوا۔آپ میرا شریف میں مدفون ہیں۔

۲۳۔حضرت میاں دوست محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ (لڑی۔چکوال)

میاں دوست محمد صاحب آف لڑی (میرو پیلو) ضلع چکوال، ان کے دیکھنے والے اب بھی کئی لوگ موجود ہیں۔ انھوں نے بھی ساری زندگی مجردانہ رنگ میں گزاری۔ نکاح کے لیے بڑے بڑے امیر لوگوں کے ہاں سے رشتے ملتے تھے۔مگر مرشد کامل نے خواہشاتِ نفسانی کا مادہ ایسا دور کر دیا تھا۔فرماتے تھے کہ نکاح واقعی سنت نبوی ہے مگر میں اس بوجھ کا متحمل نہیں ہوں۔ یہ بھی آنحضور ﷺ کا فرمانِ مبارک ہے۔ "وَمَن لَّم یَستَطِع مِنکُم البَاءَۃَ فَلیَصُم فَاِنَّہٗ اَغَضُّ لِلبَصَرِ وَاَحصَنُ لِلفَرَج (ترجمہ) جوشخص نکاح کی طاقت نہیں رکھتا وہ روزہ رکھے اس لیے کہ روزہ آنکھوں کے شرم و پردہ اور شرمگاہ کی حفاظت کا باعث ہے۔ اتنا تقویٰ تھا کہ گاؤں میں شادی و بیاہ کے موقعہ پر جب ڈھول بجتے یا کسی گھر موت کے موقعہ پر رونے پیٹنے کی آواز آ جاتی، تو ایسی خلاف شرع حرکتوں اور آوازوں کے سننے سے باہر دور ایک ڈھوک پر چلے جاتے اور جو ہی آواز آتی آپ کانوں میں انگلیاں ڈال لیتے تھے۔ رات دن وہاں ڈھوک پر ہی ٹھہرے رہتے۔ جب معلوم ہو جاتا کہ اب آوازیں ختم ہو گئیں ہیں۔تب گاؤں میں آتے بہت ہی سادہ فقیرانہ لباس اور مختصر معمولی غذا استعمال کرتے۔ دنیا داروں کے میل ملاپ سے بہت احتراز کرتے تھے۔فرمایا کرتے، میں نے اپنی زندگی میں خواجہ احمد میرویؒ جیسا کوئی فقیر نہیں دیکھا۔

۲۴۔حضرت حافظ فقیر محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ (نلہڈ)

آپ کا تعلق قوم اعوان کی شاخ نوریال سے تھا۔آپ کچھ عرصہ حضرت اعلیٰ میرویؒ کی خدمت میں رہے اور اس کے بعد ساہیوال تشریف لے گئے اور وہاں عرصہ ۴۰ سال وہاں رہے۔ اس عرصہ کے دوران مسجد کے اندر معتکف رہے اور یاد الٰہی کو میں مگن رہے۔مسجد میں پیش امام تھے اور طلباء کو قرآن شریف پڑھاتے رہے۔ جب آپ کا تقریباً ۸۵ کی عمر میں وصال ہوا تو ان کی وصیت کے مطابق انہیں نلہڈ میں دفن کیا گیا۔ اب بھی ان کے عقیدت مند ہر سال عرس منانے آتے ہیں۔

۲۵۔حضرت علامہ پیر نور محمد ہاشمی صاحب رحمتہ اللہ علیہ (کندیاں۔میانوالی)

اسم شریف	نور محمد شاہ ہاشمی
اسم مبارک والد	حضرت گل محمد شاہؒ
وصال	۳ شوال المکرم ۱۳۸۸ھ

آپکا شجرہ نسب چھتیس ۳۶ واسطوں سے حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔آپ نے مولانا غلام محمد گھوٹوی رحمتہ اللہ علیہ سے تعلیم حاصل کی ۲۲۔۲۱ اکتوبر ۱۹۲۳ھ روافض کے ساتھ آپکا مناظرہ ہوا جس میں ان کو بدترین شکست ہوئی آپ کے مشہور شاگردوں میں استاد عطاء محمد بندیالوی مولانا فقیر محمد عبداللہ میروی شامل ہیں اپکی بیعت حضرت خواجہ احمد میروی سے ہے آپ کا وصال ۳ شوال ۱۳۸۸ھ بروز منگل مطابق ۲۴ دسمبر ۱۹۶۸ کو ہوا آپ کندیاں میں مدفون ہیں آپکا مزار مطلع انوار ہے۔

۲۶۔حضرت صوفی علاؤالدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ (راولپنڈی)

آپ مغربی پاکستان میں پوسٹ ماسٹر جنرل کے اعلیٰ عہدے پر فائز رہے۔میرا شریف میں گئے اور حضرت مولانا احمد خان ثانی کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور واپس جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔ حضرت ثانی سے آپ کا تعلق محبت اس طرح تھا۔جس طرح حضرت امیر خسروؒ کا تعلق حضرت محبوب الٰہیؒ سے تھا۔ایک مرتبہ مولانا احمد خان ثانیؒ کو حالت فنا اللہ میں دیکھا تو جذب کی کیفیت طاری ہوگئی۔ آپ کا وصال 1985ء میں ہوا۔آپ کا مدفن بمقام (شاہ والی ٹالیاں مری روڈ راولپنڈی) ہے۔

۲۷۔حضرت پیر سید قادر بخش صاحب رحمتہ اللہ علیہ (دندہ شاہ بلاول)

آپ کی جائے ولادت دندہ شاہ بلاول (تلہ گنگ) ہے۔ آپ حسینی سیّد تھے۔ آپ کی بیعت و خلافت حضرت خواجہ احمد میرویؒ سے تھی۔ آپ کا مزار دندہ شاہ بلاول میں ہے۔ آپ صاحب کرامت بزرگ تھے۔ میرا شریف کے گرد و نواح میں آپ کے بہت عقیدت مند موجود ہیں۔

۲۸۔حضرت پیر سید لعل شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ (دندہ شاہ بلاول)

سید لال شاہ صاحب جو کہ دندہ شاہ بلاول کے رہنے والے تھے۔ اور حضرت خواجہ کی محبت و عشق کی وجہ سے میرا شریف سکونت پزیر ہو گئے تھے۔آپ مستجاب الدعوات تھے۔آپؒ نے ساری زندگی میرا شریف میں بسر کی اور روزانہ پانی کے ۴۰ مشکیزے بھر کے

طلباء اور درویشوں کی ضرورت کو پورا کرتے۔ حضرت فقیر عبداللہ صاحبؒ آپ کا بہت احترام کرتے تھے۔ آپؒ وصال سے پہلے تونسہ شریف تشریف لے گئے اور وہیں آپکا انتقال ہوا۔

۲۹۔ حضرت فقیر عبدالصمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ

فقیر عبدالصمد کا شمار حضرت اعلیٰ میرویؒ کے عاشقوں میں ہوتا تھا۔ آپ ان لوگوں میں تھے۔ جنہوں نے میرا شریف کے لیے اپنی زندگی وقف کر رکھی تھی۔ آپ زیارات کے لئے سندھ اور ہندوستان تشریف لے گئے اور واہاں حضرت اعلیٰ میرویؒ نے خواب میں اشارہ فرمایا۔ فقیر عبدالصمد فرماتے ہیں کہ وہاں سے سیدھا میرا شریف حضرت خواجہؒ کے دربار آ حاضر ہوا۔ آپ نے از روئے شفقت کمال اجازت بیعت سے سرفراز فرمایا۔ اور اب مجھے حضور خواجہؒ کی التفات کے بغیر کسی چیز کی ضرورت نہیں رہی۔ اور میں زندگی بھر کے لیے آپ کی قدم بوسی کو مقصد حیات ٹھہرا کر میرا شریف میں قیام پذیر ہو گیا۔

آپ نے میرا شریف میں ہی وفات پائی۔ اور حضور کے دوسرے درویشوں کے ساتھ دفن ہوئے۔ فقیر صاحب لنگر کی خدمت کے لیے آپ کے حکم سے مختلف کاموں پر مامور رہے۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے وصال کے زمانے لانگری کی خدمت پر مامور تھے۔ حضور کے وصال کے بعد حضرت سجادہ اول نے انہیں اسی عہدے پر فائز رکھا۔ حضور خواجہ غریب نواز سجادہ اوّل مولانا احمد خان کے زمانے میں لانگری کے عہدے کے لیے ہر آدمی اہل نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اس عہدے پر وہی لوگ فائز ہوتے۔ جو بڑے اہم اور اعتقادی اور خدا یاد و خدا خوف ہوتے تھے۔ اور ان ہی صفات کے حامل اس عہدے ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو سکتے تھے۔

۳۰۔ حضرت فقیر احمد دین صاحب رحمتہ اللہ علیہ تل بازار بمبئی (انڈیا)

آپ کا جائے ولادت تل بازار بمبئی (بھارت) ہے۔ آپ حضرت اعلیٰ میرویؒ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور بعد میں خلیفہ بنے۔ حضرت فقیر محمد عبداللہؒ کے دور تک میرا شریف آتے رہے۔ تاہم اب وہاں سے کسی نے دربار شریف سے رابطہ نہیں کیا۔ اور اب ان کے بارے میں کوئی خبر اور معلومات نہیں ہے۔

۳۱۔ حضرت علی محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ المعروف موہنا فقیر (پپلاں)

حضرت علی محمد صاحبؒ کا شمار بھی حضرت خواجہ احمد میروی کے فیض یافتگان

میں ہوتا ہے۔ آپ 1863ء میں جال پپلاں میانوالی کے مقام پر پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی مشہور روحانی بزرگ تھے۔ گویا آپ کا تعلق ایک روحانی اور صوفی خانوادے سے تھا۔ آپ حضرت خواجہ احمد میروی رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ آپ کا وصال 1973ء میں ہوا۔ آپ کا مدفن جال جنوبی پپلاں کے مقام پر ہے

۳۲۔ حضرت مولانا فائق چشتی صاحب رحمتہ اللہ علیہ

29 دسمبر 1918ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گوجرانوالہ سے حاصل کی جو آبائی مقام تھا۔ 1943ء میں دہلی سے دورہ حدیث کیا۔ جس دن دورہ حدیث مکمل ہوا۔ خواب میں اشارہ ہوا کہ روحانی تربیت کے لیے میرا شریف جائیں۔ جب میرا شریف پہنچے تو حضرت فقیر عبداللہ صاحبؒ کو دیکھ کر پہچان لیا کہ یہ تو وہی شخصیت جو میری خواب میں تشریف لائے تھے۔ حضرت فقیرؒ صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی اور بعد میں خلافت بھی عطا ہوئی۔ ۱۹۹۶ میں آپ کا وصال ہوا۔

نوٹ: مندرجہ زذیل حضرات کی معلومات میسر نہ آسکیں۔ اگر معلومات فراہم کر دی جائیں تو حضرت خواجہ احمد میروی کی سوانح جو ابھی زیر طبع ہے، اس میں شامل کر دی جائیں گی۔

۳۳۔ حضرت میاں میر محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ (پشاور)

۳۴۔ حضرت سید شاہ محمود صاحب خطیب مسجد حاجی غائب شاہ (کیماڑی کراچی)

۳۵۔ حضرت عبدالسلام صاحب (سکندر پورہ)

۳۶۔ حضرت قاضی نور محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ (چھپر ترائی)

۳۷۔ حضرت سید حسین علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ (راولپنڈی)

پیکر سنت انبیاء

محبوب اللہ الصمد حضرت خواجہ احمد میروی رحمۃ اللہ علیہ

تحریر:۔ عبدالرؤف مصطفائی فاضل دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

۱۲۵۰ ہجری مطابق ۱۸۳۲ء کی ایک خوبصورت گھڑی تھی۔ جب میاں گل فقیر صاحب کے صاحبزادے حضرت میاں برخوردار رحمۃ اللہ علیہ کے گھر ایک چراغ روشن ہوا۔ جس کی ضیاء پاشیوں نے ایک عالم کو روشن کیا۔ ایسا مولود مسعود تولد ہوا جس کے من موہنے مکھڑے نے صرف اپنے خاندان کو ہی سچی خوشیوں سے مسرور نہیں کیا بلکہ ہر درد کے مارے کے لبوں پر مسکراہٹیں کھیلنے لگیں۔ اس نورانی پیکر کے جلوہ فرمانے سے صرف جناب میاں برخوردار رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان ہی نہیں جگمگانے لگا بلکہ جہاں کہیں بھی مایوسیوں اور حرماں نصیبوں نے اپنے پنجے گاڑ رکھے تھے وہاں امید کی کرنیں روشنی پھیلانے لگیں۔ صرف "میرا" کا بخت ہی بیدار نہ ہوا بلکہ دور دور تک انسانیت جو مایوسیوں اور مصیبتوں میں جکڑی ہوئی تھی اس کو دینی روحانی اور معاشی ہر قسم کی مشکلات سے رہائی کا مژدہ جان فزا ملا۔

فقط علاقہ کے خدا فراموش اور مصطفیٰ فراموش باشندے ہی خدا شناس، مصطفیٰ شناس اور خود شناس نہیں بنے بلکہ ایک زمانے کے لیے میخانہ معرفت کے دروازے کھول دیئے گئے۔ اور نوع انسانی کو دعوت دی گئی کہ جس کا جی چاہے آگے آئے اور اس شراب طہور سے جتنے جام نوش کرنے کی ہمت رکھتا ہے اُٹھائے اور اپنے لبوں سے لگائے۔

طیور خوش نوا زمزمہ سنج ہوئے کہ خزاں کی چیرہ دستیوں سے تباہ حال گلشن انسانیت کو سرمدی بہاروں سے آشنا کرنے والا آ گیا۔ غنچے خوشی سے پھولے نہیں سما رہے تھے کہ انہیں جگانے والا اور جگا کر انہیں شگفتہ پھول بنانے والا آیا، افسردہ کلیاں مسکرانے لگیں

تھیں کہ ان کے دامن کو رنگ و نکہت فردوس بداماں کرنے والا آیا۔علم و آگہی کے سمندروں میں حکمت کے جو آبدار موتی آغوشِ صدف میں زمانے سے بے مصرف پڑے تھے۔ان میں شوقِ نمود انگڑائیاں لینے لگا اگر پلٹ کر دو صدی قبل کے حالات کو دیکھیں تو کلیجہ دہل جاتا ہے لیکن یہ حالات ہمیشہ دگرگوں نہیں رہتے بلکہ کسی شعیب کی جستجو اور انتظار میں ہوتے ہیں۔

بقول علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ:

دمِ عارف نسیمِ صبحدم ہے
اسی سے ریشۂ معنی میں نم ہے
اگر کوئی شعیب آئے میسر
شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

"میرا" کی سرزمین صدیوں سے جس شعیب کی تلاش میں سرگرداں تھی۔بالآخر اللہ رب العزت نے اسکی اس آرزو کو شرفِ قبولیت سے نوازا۔وہ شعیب وقت کوئی اور نہیں (حضور اعلیٰ غریب نواز خواجہ احمد میروی رحمۃ اللہ علیہ) کی ذات ہے۔آپ جب اس سر زمین پر تشریف لائے تو قدرت کے اصول کے مطابق یہ قریہ (قریہ صالحہ) کہلایا۔آج دنیا اس میرا کو "میرا شریف" کے نام سے جانتی ہے۔

"تو نے خرید کر انمول کر دیا"

شانِ غریب نواز بزبان جانشین حضرت شاہ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ

یہ روایت سرفراز خان خادم خاص حضور اعلیٰ غریب نواز کے حوالے سے ہے۔اس نے بتایا کہ میں سفر و حضر میں حضور اعلیٰ کے ساتھ ہوتا تھا مجھے آپ کی جدائی گوارا نہ ہوتی تھی۔ایک دفعہ حضور اعلیٰ تونسہ شریف تشریف لے گئے میں بھی ہمراہ تھا۔یہ دور حضرت خواجہ اللہ بخشؒ کی خلافت کا تھا۔حضور اعلیٰ ملاقات کے لیے آپ کی مجلس میں تشریف لے گئے۔

آپ کی محفل میں بڑے بڑے خلفاء موجود تھے۔حضرت خواجہ اللہ بخشؒ نے حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا اے مارکہ کہ جانتے ہو کہ یہ کون بزرگ ہیں۔اکثر حاضرین خواجہ غریب نواز کو پہچانتے تھے لیکن خاموش رہے پھر خواجہ اللہ بخشؒ نے حضرت خواجہ احمد میرویؒ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا "یہ خواجہ احمد میروی ہیں جو قد میں

چھوٹے اور مرتبہ میں سب سے بڑے ہیں"

بحوالہ مسودہ حضرت علامہ امام دین چشتی میروہی (زیرِ طبع)

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ کشف المحجوب میں رقمطراز ہیں۔

تصوف کی بنیاد آٹھ خصلتوں پر ہے۔

۱۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سخاوت
۲۔حضرت اسماعیل علیہ السلام کی رضا
۳۔حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر
۳۔حضرت زکریا علیہ السلام کے اشارات
۵۔حضرت یحییٰ علیہ السلام کی غربت
۶۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سیاحت
۷۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کا لباس
۸۔آقائے دو جہاں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا فقر

حضرت خواجہ احمد میرویؒ پیکرِ سنن انبیاء تھے۔

میں مختصر اس کا احاطہ کرتا ہوں کہ حضور اعلیٰ غریب نوازؒ کی ذات میں مذکورہ جملہ خصلتیں موجود تھیں۔

سخاوت

سلسلہ چشتیہ کے عظیم بزرگ حضرت خواجہ احمد میرویؒ کا وسیع لنگر آپ کی سخاوت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔اس لنگر شریف سے ان سینکڑوں طلباء کے بھوک مٹانے کا سامان ہوتا تھا۔

جو آپ کے دور میں پانچ عظیم الشان مدارس میں زیر تعلیم تھے ان میں مقامی اور غیر مقامی ہر دو طرح کے طالبعلم شامل تھے۔نہ صرف ان کے کھانے کا انتظام موجود تھا بلکہ ان کے کپڑے بننے کے لیے جولاہے متعین تھے،جوتے بنانے کے لیے ترکھان موجود تھا،حجامت بنانے کے لیے حجام الگ سے موجود تھا۔غرض یہ کہ ضروریات زندگی بہم میسر

کرنے کے لیے طلباء کے لیے الگ الگ آدمی موجود تھے ۔ گویا ایک پوری ریاست تھی جس میں رعایا کو ہر چیز بہم پہنچائی جاتی تھی اور انتظام و انصرام خود حضور اعلیٰ غریب نواز فرماتے تھے ۔

لنگر سے مسافر بھی کھانا کھاتے تھے اور ان کی رہائش کا انتظام بھی موجود تھا ۔ اور مقامی لوگ بھی لنگر سے کھانا کھاتے تھے ۔ لنگر کا یہ انتظام آج تک جاری ہے ۔

(اہلسنت و جماعت کی تمام خانقاہیں سخاوت کی اعلیٰ ترین مثالیں ہیں ۔ جہاں رات دن لنگر جاری رہتا ہے اور کوئی دوسرا مسلک و نظام اس کی مثال پیش نہیں کرسکتا)

رضا

آپ ہمیشہ رضائے الٰہی کی تلاش میں رہتے اور آپکی یہ مثال آج بھی مشہور ہے کہ چرند پرند ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی عطا اور رضا پر شاکر رہتے ہیں ۔ انسان کو بھی رضائے الٰہی پر شاکر رہنا چاہیے ۔

صبر

اولیاء اللہ کے سفر کا آغاز ہی صبر سے ہوتا ہے ۔ حضور اعلیٰ غریب نوازؒ جب میرا شریف تشریف لائے تو آپ کو بے شمار مصائب اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ۔ وقت کے نام نہاد عارضی وڈیروں نے آپکی راہ میں رکاوٹوں کے پہاڑ کھڑے کیے ۔ کبھی آپ کی فقیری پر طعن کیا گیا اور کبھی آپ پر زمین کو تنگ کر دیا گیا ۔ لیکن آپ اس پر رنجیدہ خاطر نہ ہوئے ۔ ہر مشکل کا صبر سے مقابلہ کیا اور اس کو آزمائش سمجھ کر اس پر صبر فرماتے رہے ۔

چومی گویم مسلمانم بلرزم
کہ دانم مشکلات لا الہ را

ارشادات

حضور اعلیٰ غریب نوازؒ نے یہ واقعہ خود بیان فرمایا عموماً اولیاء کرام ان واقعات کو بیان نہیں فرماتے لیکن یہ واقعہ اس کیفیت کا ہے جب آپ موج میں تھے ۔ فرمایا

"بچپن میں ایک مرتبہ میں پہاڑوں پر بکریاں چرا رہا تھا میرے ریوڑ میں سولہ

بکریاں تھیں اچانک سخت طوفان اور آندھی آگئی ۔ مجھے کوئی جگہ نظر نہ آئی ۔ اچانک ایک درخت کی کھوہ نظر آئی میں اس میں داخل ہوگیا میرے پیچھے بکریاں بھی ایک ایک کر کے اس میں داخل ہوگئیں ۔ سولہ بکریوں اور آپ نے اس سوراخ میں داخل ہو کر بارش گزاری۔"

بحوالہ مسودہ حضرت علامہ امام دین چشتی میروہی (زیرِ طبع)

نوٹ:۔ اس واقعہ سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ آپ بچپن سے ہی ولی تھے ۔ اور یہ آپ کی کرامت تھی ۔ درختوں کا اللہ تعالیٰ کے پاکباز بندوں کو پناہ دینا قرآن کریم سے ثابت ہے ۔

سیاحت

قرآن کریم کے حکم کے مطابق انبیاء کرام نے سیاحت فرمائی ۔ یوں سیاحت قرآن کریم کا حکم بھی ہے اور سنتِ انبیاء بھی ۔ ولی کامل کی زندگی کا ہر ایک گوشہ سنتِ نبوی ﷺ کے عین مطابق ہوتا ہے ۔

حضور اعلیٰ غریب نوازؒ نے بھی سیاحت فرمائی ۔ آپ ملتان ، دہلی اجمیر شریف ، کشمیر ، شمالی علاقہ جات اور دیگر بہت سے بزرگانِ دین کے مزارات کی حاضری کے لیے تشریف لے گئے اور ان میں سات برس لگ گئے ۔ حضور اعلیٰ غریب نوازؒ ہر سال عرس پاک کے موقع پر تونسہ شریف تشریف لے جاتے تھے ۔ اس دوران راستے میں آپ مختلف مقامات پر قیام فرماتے ۔ ان میں ایک مشہور جگہ نواب آف کالا باغ کی رہائش تھی ۔ جہاں آپ کی خدمت میں دعوت پیش کی جاتی ۔ نواب ہر سال آپ کی آمد کا منتظر رہتا تھا ۔

لباس

لباس انسان کا حسن ہے ۔ یہ انسان کو باوقار بناتا ہے ۔ مگر جس طرح ہر چیز جس کی نسبت دینِ اسلام کے ساتھ ہوجائے وہ انمول ہوجاتی ہے ۔ کہیں قرآنی حکم کسی چیز کی منزلت میں اضافہ کرتا ہے تو کہیں فرمانِ مصطفیٰ ﷺ اور سنتِ مصطفیٰ ﷺ کسی چیز کو اس دنیا میں بے مثال بنا دیتی ہے ۔

اسی طرح لباس جب اسلام کے ساتھ منسلک ہوا تو کہیں پردے کے حکم کے طور

پر اس کی اہمیت بڑھ گئی اور کہیں یہ لباس سراپا مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ نسبت حاصل کر کے سنت کا درجہ حاصل کر گیا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب گھر کا سارا سامان یہاں تک کہ اپنا لباس بھی بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں پیش کر دیا اور ٹاٹ کا لباس پہنے جب بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں حاضر ہوئے اور زبانِ مصطفیٰ ﷺ سے یہ مژدہ جاں فزا سنا کہ ابو بکر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تیرا یہ لباس اتنا پسند فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام فرشتوں کو بھی یہ لباس پہننے کا حکم فرمایا ہے۔

حضرت اعلیٰ میرویؒ سنت انبیاء کے پیکر تھے۔ آپ کا لباس سادہ مگر انتہائی صاف ستھرا اور عین سنتِ نبوی ﷺ کے مطابق ہوتا تھا۔ آپ کھلے بازوؤں والا خوبصورت کرتہ زیب تن فرماتے تھے۔ آپؒ اپنے شیخ طریقت کی سنت کے مطابق گہرے نیلے رنگ کا تہبند زیب تن فرماتے۔

فقر

''حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ احد پہاڑ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اگر میں چاہوں تو یہ پہاڑ سونا بن کر میرے ساتھ چلنے لگ جائے۔'' غزوہ خندق کے موقع پر جب ایک سخت چٹان حائل ہوگئی اور خندق کی کھدائی کا کام رک گیا۔ تو صحابہ کرام آقا ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ سخت چٹان حائل ہے۔ آقا ﷺ تشریف فرما ہوئے کدال کو مس یدِ مصطفیٰ ﷺ کی سعادت نصیب ہوئی اور چٹان کا شاید ارادہ ہی یہ تھا کہ اسے نسبتِ مصطفیٰ مل جائے۔ ایک ضرب لگائی گئی چٹان سے چنگاریاں نکلیں تین ضرب کے بعد وہ سخت چٹان ٹوٹ گئی۔ آقا ﷺ نے تینوں ضربوں کے موقع پر فرمایا مجھے یمن، فارس اور روم کی کنجیاں عطا کر دی گئیں ہیں۔ مگر شہنشاہ کائنات کی حیات مبارکہ کا مطالعہ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے پوری زندگی میں چند سیر آٹا استعمال فرمایا اور بمشکل ایسے تین لگاتار دن آپکی حیات مبارکہ میں ایسے آئے کہ گھر میں چولہا جلا ہو ۔ یہ کیا ہے یہ فقر اختیاری ہے۔

آقا ﷺ نے نے سب کچھ ہونے کے باوجود فقر کو اختیار فرمایا۔

حضور اعلیٰ غریب نوازؒ سنتِ نبوی ﷺ کے متبع رہے۔ آپ نے سخت حالات کے باوجود فقر کو اختیار فرمایا۔ نواب آف کالا باغ اور نواب آف بہاولپور جیسے لوگ آپ کو مراعات

اور خزانوں کی پیشکش کرتے رہے۔ مگر آپ نے ایک کوڑی بھی قبول نہ فرمائی۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل کیا۔ اور آپ نے نہ صرف خود توکل کو اختیار فرمایا بلکہ اپنے ارادتمندوں اور طلباء کو بھی یہی درس دیا۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ لنگر شریف میں تین جھنڈیاں لہرائی جاتی تھیں۔ جس دن کھانے کو کوئی چیز نہ ہوتی تھی اس دن لنگر شریف پر سفید جھنڈی لہرائی جاتی تھی کہ آج عید ہے۔ جس دن آدھی روٹی ہوتی اس دن سرخ جھنڈی لہرائی جاتی جس دن سیر ہو کر کھانا کھانا ہوتا اس دن سبز جھنڈی لہرائی جاتی ان جھنڈیوں کو دیکھ کر طلباء معاملے کو سمجھ جاتے اور زبان پر کبھی حرفِ شکایت نہ لاتے یہ روحانی تربیت کا خوبصورت انداز تھا اور یہ بتانا مقصود تھا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے جو ملے اس پر راضی رہنے چاہیے اور اگر کچھ نہ ملے تو صبر کرنا چاہیے۔

فقر کے حوالے سے حضور اعلیٰ میرویؒ کا آخری فرمان انسانوں کے لیے مشعل راہ ہے آپ نے فرمایا۔

''فقیراں را باید کہ دریں جا آرام کردہ خدارا یاد کنند و بر دروازہ اے ہیچ دنیا دار نروند''

''یعنی اہلِ فقر درویشوں کو چاہیئے کہ یہاں آرام سے خدا کی یاد میں مصروف رہیں اور کسی دنیا دار کے دروازے پر ہرگز نہ جائیں''

شاعر آپ کی شانِ فقر کو یوں بیان کرتا ہے:

مایۂ شانِ فقر و فخری پایہ' او عرش بریں

حضرت خواجہ احمد میروی

غریب الوطنی

غریب الوطنی بھی سنتِ انبیاء ہے اور خواجہ احمد میرویؒ چونکہ پیکر سنت انبیاء تھے۔ اس سنت کی پیروی بھی آپ کے ابتدائی دور ثابت ہے۔ آپ کی جائے پیدائش (کرغہ کنڈ) اندرون کوہِ سلیمان ہے اور وہاں سے آپ مختلف علاقوں میں تشریف لے گئے اور آخر میں میرا شریف آپکا مسکن بنا۔

جن کی ہر ہر ادا سنتِ مصطفیٰ
ایسے پیرِ طریقت پہ لاکھوں سلام

بارگاہ رب العزت میں دعا ہے کہ آپ کا مزار اقدس تا قیامت مطلعِ انوار رہے۔

منبع نورِ شریعت محبوب اللہ الصمد

حضرت خواجہ احمد میرویؒ کی للھیت

تحریر:۔ ابرار شاکر پرنسپل آکسفورڈ پبلک سکول پنڈی گھیب

سرمایۂ اہل ایمان ،قدوہء اہل عرفاں ،عارف حق ،عاشق حسن مطلق ،مرد حق پرست ،درویش خدا مست ،فقیر اللّٰھی ،نائب ید اللّٰھی حضرت مرشد ارشد مولانا خواجہ احمد میروی قدس سرہ العزیز دور آخر کے سربرآوردہ مشائخ چشت میں ممتاز مقام کے مالک ہیں ۔آپ کی للھیت وتقویٰ شعاری کی برکت سے ان گنت لوگ اسلام میں داخل ہوئے اور ان گنت لوگ عصیاں شعاری کی زندگی سے تائب ہو کر صالح مسلمان بنے اور کتنے ہی خوش بخت لوگ اس آفتاب ولایت سے کسب ضیاء کر کے ولایت کے مقام رفیع پر فائز ہوئے۔

حضرت خواجہ صاحب میروی رحمتہ اللہ علیہ ان پاکبازوں میں سے ہیں جنہیں حق تعالیٰ شکم مادر سے ہی اپنے قرب خاص کے لیے چن لیتا ہے ایسے سعادت مند نفوس قدسیہ کی حیات مستعار کا کوئی لحہ غفلت میں بسر نہیں ہوتا اور نہ ہی دنیاوی متاع کی محبت ان کے دلوں میں گھر کرتی ہے بلکہ وہ اس دنیا سے دامن کشاں گزر جاتے ہیں اور وصال الٰہی کی دولت لازوال سے حظ وافر کے حقدار قرار پاتے ہیں۔

حضرت خواجہ غریب نواز میرویؒ کو حق تعالیٰ نے بہت اعلیٰ ذوق عبادت سے نوازا تھا۔آپ نماز ،روزہ اور دیگر عبادات کو محض فرض سمجھ کر ادا نہیں کرتے تھے بلکہ انتہائی ذوق وشوق اور محویت کے ساتھ ادا کرتے تھے۔ہر نماز کے لیے تازہ وضو کرنا ،صف اول میں کھڑا ہونا ،نماز باجماعت اور تکبیر اولیٰ کا حصول اپنے اوپر لازم سمجھتے تھے اور سفر ہو یا حضر اپنے اس معمول میں فرق نہ آنے دیتے ۔گلدستہ نصیریہ کے فاضل مصنفؒ آپ کے انداز عبادت کو یوں بیان فرماتے ہیں:

"سردی اور گرمی میں باوجود ضعف کے ہر نماز مسجد میں باجماعت ادا فرماتے تھے۔ خاص خدام اگر عبادت کے وقت کچھ دیر سے آتے تو آپ سخت تنبیہ فرماتے۔ پیرانہ سالی اور ضعف کے باوجود عصر اور عشاء کے سنتیں بھی کھڑے ہو کر ادا فرماتے۔ قرب وصال جب ضعف جسمانی اپنی انتہا کو پہنچ گیا تھا تو خدام آپ کی چارپائی مسجد میں اُٹھا کر لاتے اور آپ نماز باجماعت ادا فرماتے۔"

حضرت مولانا احمد خان ثانیؒ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ اعلیٰ حضرت میرویؒ سفر پر تھے مجھے ہم رکابی کا شرف حاصل تھا، موسم سردی کا اور طویل دورانیے کی سخت بارش اس پر مستزاد، نماز کے وقت جب میں نے خیال ظاہر کای کہ حضور موسم کی شدت کے پیشِ نظر پہلے وضو سے ہی نماز ادا فرمالیں تو آپ نے فرمایا "ہر نماز کے لیے تازہ وضو ضروری ہے"

حضرت میرویؒ کسی حال میں نماز تہجد قضا نہ ہونے دیتے اور نہ ہی اظائف یومیہ ترک فرماتے۔ اگر سفر پر جانا ہوتا تو وظائف مکمل کر کے روانہ ہوتے اور اپنے متوسلین کو بھی یہی درس دیتے تھے اپنے خلیفہ حضرت مولانا فخر الدین بیر بلوی کو ایک مکتوب بھجوایا جس میں تحریر فرمایا کتب سلوک تذکرہ الاولیاء و کیمیاے سادت زیر مطالعہ خود دارند و از جنس پرہیز نمایند و خلوت را دوست دارند و اخرت را یاد دارند وطالبان حق را سبق خوانند و شغل ذکر وفکر را بسیار قائم نمایند ترجمہ کتب سلوک جیسے تذکرہ الاولیاء و کیمیائے سعادت کا مطالعہ کرتے رہیں نا جنسوں کی صحبت سے بچتے رہیں اور خلوت اختیار کرتے رہیں اخرت کو یاد رکھیں اور طالبان حق کو درس دیتے رہیں اور شغل ذکر وفکر کو خوب قائم رکھیں۔

ایک دفعہ مولانا محمد نواز ساکن کوٹ جائیاں نے عرض کیا کہ وظائف پڑھنے سے مجھ پر بوجھ گھبراہٹ طاری ہو جاتی ہے اور طرح طرح کے مصائب و آلام گھیر لیتے ہیں اس پر حضرت قدس سرہ نے فرمایا وظائف و اشغال کا ترک کرنا سالکان جادہ طریقت کو زیبا نہیں تکلیف کی شدت ہو تو ان میں بقدرِ ضرورت کمی کی جاسکتی ہے اور فرمایا کہ سلطان دارین ﷺ وظائف پر مداومت کا حکم فرماتے جیسا کہ آپ ﷺ سے وارد ہے "احب الاعمال الی اللہ ادومھا وان قل" یعنی اللہ کے سب سے پسندیدہ عمل وہ ہے جو ہمیشہ کیا جائے اگرچہ تھوڑا ہو۔

آپ اس بات کو سخت ناپسند فرماتے کہ وظائف دنیاوی مقاصد کے حصول کے لیے پڑھے جائیں اور اولیاء کی خدمت میں دنیاوی اغراض سے جایا جائے۔ آپ فرمایا

کرتے "دل کو خیال غیر سے پاک رکھنا چاہیے اور دنیا و اہل دنیا سے کوئی تعلق نہیں ہونا چاہیے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ سے صحیح تعلق قائم ہو سکتا ہے اگر اس طرح عمل کرنے سے مقصد حاصل نہ ہو تو بھی اس کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے اور یادِ حق سے کسی حال میں غافل نہیں ہونا چاہیے، محبت کا یہی تقاضا ہے لوگ دنیاوی مقاصد لے کر بزرگوں کے پاس جاتے ہیں اور نیت عمرہ نہ ہونے کی وجہ سے محروم لوٹتے ہیں اور پھر کہنے لگتے ہیں کہ اولیاء اللہ کچھ دے نہیں سکتے۔ چاہیے کہ لوگ ان آستانوں پر اللہ کی خاطر جائیں اس طرح ہر قدم پر حض کا ثواب حاصل ہوتا ہے اور جانے والا بامراد لوٹتا ہے۔

فکر کم ان کان من غیر الحبیب
مالکم فی النشأۃ الاخریٰ نصیب

(اگر تمھاری سوچ کا مرکز محبوب کی ذات نہیں تو آخرت میں تمھارا کچھ حصہ نہیں)



یہ ترا مہمان ہے میرا شریف

پروفیسر محمد اکرم رضا

عظمتِ ایمان ہے میرا شریف — دولتِ عرفان ہے میرا شریف
چاہنے والو! ذرا سنتے ہو — عشق کی پہچان ہے میرا شریف
مجھ سا عاصی اور پھر آئے یہاں — اس پہ خود حیران ہے میرا شریف
اور بھی ہیں شہر کتنے خوب تر — سب کا ہی سلطان ہے میرا شریف
تو نے روشن کر دیے تاریک دل — یہ ترا احسان ہے میرا شریف
ہم گنہگاروں کو بھی تو بھیک دے — تیری اُونچی شان ہے میرا شریف
تو نبی پاک کو محبوب ہے — اولیاء کی جان ہے میرا شریف
شاعری میری یا میرے جان و دل — تجھ پہ سب قربان ہے میرا شریف
چشتیوں کا یہ چمن مہکا رہے — تو بہارستان ہے میرا شریف
اپنے دامن میں رضا کو ڈھانپ لے — یہ ترا مہمان ہے میرا شریف

8 اپریل 1980ء خواجہ احمد میرویؒ کے روضہ اطہر کے سامنے کھڑے ہو کر کہی گئی۔

خواجہ ء خواجگان محبوب اللہ الصمد

حضرت خواجہ احمد میروی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی خدمات

محمد عمران حسین ہاشمی میروی

فاضل، جامعہ انوار العلوم ملتان، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد

اکثر کتب تصوف میں صوفیاء کرام کا مشہور مقولہ ملتا ہے کہ "من تفقه ولم يتصوف فقد تفسق ومن تصوف ولم يتفقه فقد تزندق" کہ "جو شخص علمی سوجھ بوجھ تو حاصل کرتا ہے لیکن تصوف کا طریقہ کار اپناتے ہوئے اس علم پر عمل نہیں کرتا تو وہ فاسق ہو جاتا ہے اور اسی طرح وہ شخص جو تصوف کا طریقہ کار اپنانے کی کوشش تو کرتا ہے لیکن دینی و علمی سوجھ بوجھ (تفقہ فی الدین) حاصل نہیں کرتا تو وہ شخص زندیق ہو جاتا ہے" اس مشہور مقولہ سے فقہ وتصوف یا علم وعمل کا باہمی ربط واضح طور پر سمجھ آتا ہے۔

امت مسلمہ کے متقدمین نے نہ صرف اس باہمی ربط کو سمجھا بلکہ ان دونوں کو لازم وملزوم قرار دیتے ہوئے دونوں کو اپنی زندگی کا جزو لاینفک قرار دیا۔ تمام متقدمین علماء چاہے وہ محدث ہوں، فقیہ ہوں، مفسر ہوں، یا مورخ وسیرت نگار ہوں وہ کسی نہ کسی اللہ کے محبوب بندے سے وابستہ نظر آتے ہیں اور بالکل اسی طرح تمام صوفیاء کرام محض تصوف کے مراقبوں اور چلہ کشی میں ہی مصروف نہ رہتے تھے بلکہ ان کی زندگی میں قال اللہ عزوجل اور قال الرسول ﷺ کی مہکتی بہاریں بھی دکھائی دیتی ہیں۔

افسوس کہ آج امت مسلمہ کا ایک طبقہ فقہ وتصوف کو لازم وملزوم سمجھنے کی بجائے ان کو الگ الگ راستے سمجھنے لگا ہے اور آج معدودے چند افراد کے علاوہ رجال دین "مولوی" اور "پیر" کے علیحدہ علیحدہ خانوں میں تقسیم ہو چکے ہیں لیکن حقیقت یہی ہے کہ

اسلام اور مسلمانوں کی صحیح خدمت کرنے والے افراد وہی تھے جو اسلامی تعلیمات کی روح کو سمجھتے ہوئے فقہ وتصوف دونوں پر عمل پیرا ہوئے ۔ انہی مردان خدا میں سے ایک ہستی حضور پرنور، سراج السالکین، زبدۃ الواصلین، فرید العصر، خواجہء خواجگان محبوب اللہ الصمد خواجہ احمد میروی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے، آپ نے آج سے تقریبا ایک صدی قبل ''علم ومعرفت'' کے وہ چشمے جاری فرمائے جن کے سوتے آج بھی اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ تروتازہ ہیں اور'' فیضان میروی'' کو آگے تقسیم فرمارہے ہیں۔

شاعر مشرق علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مشہور شعر ہے جو ہر کس وناکس، مستحق وغیر مستحق، اہل و نااہل کیلئے بغیر سوچے سمجھے پڑھ دیا جاتا ہے جس میں آپ فرماتے ہیں،

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

علامہ کے اس شعر کی طرح ایک مشہور لقب ''پیر طریقت رہبر شریعت'' ہے جو ہر چھوٹے بڑے کیلئے بڑی روانی سے بول دیا جاتا ہے لیکن میری نظر میں اس لقب کا صحیح استحقاق صرف انہی برگزیدہ ہستیوں کو حاصل ہے جنہوں نے حقیقی معنوں میں ''شریعت و طریقت، فقہ وتصوف اور ظاہر و باطن'' کی تعلیم عام فرمائی ہو۔ جو بیک وقت عالم بھی ہوں اور فقیر بھی، فقیہ بھی ہوں اور پیر بھی، مفتی بھی اور صوفی بھی۔ حضرت خواجہ محبوب اللہ الصمد حضور اعلی میروی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بھی انہی برگزیدہ ہستیوں میں ہوتا ہے جن کے ایک ہاتھ میں شریعت کی روشنی تھی تو دوسرے ہاتھ میں طریقت کا نور تھا۔

آپ کی سیرت کے مختلف پہلوؤں کا تذکرہ کرنے کیلئے تو ایک ضخیم کتاب بھی کم پڑ جائے گی سر دست اس مضمون میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی '' علمی شخصیت اور علمی خدمات '' کی ایک جھلک اپنے قارئین کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کروں گا۔

سب سے پہلے کچھ تذکرہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ طالب علمی کے چند واقعات کا کرتے ہیں، شہنشاہ چشت حضرت خواجہ خواجگاں خواجہ شاہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے دامن فیض سے وابستہ ہو جانے کے بعد خواجہ میروی رحمۃ اللہ علیہ نے تونسہ شریف کو ہی اپنا مسکن بنا لیا تھا اور باطنی فیوض کے حصول کے ساتھ ساتھ ظاہری علوم کا حصول بھی

شروع کر دیا، زمانہ طالبعلمی کے دوران بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ صرف ظاہری کتابی علم کو ہی منتہی ومقصود نہ سمجھتے تھے بلکہ اساتذہ کرام کے ادب اور انکی خدمت کو بھی اپنا وطیرہ بنا رکھا تھا آپ کے ملفوظات میں ہمیں ایسے واقعات ملتے ہیں جن سے خدمت استاد کی اہمیت واضح ہوتی ہے آپ فرماتے ہیں،

''جس زمانہ میں مجھے تونسہ مقدسہ میں طالب علمی کا شرف حاصل تھا تو بسا اوقات حضرت استاذی المکرم میری طرف دیکھ کر تبسم فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے، ''اے میاں احمد میری نظر آپ پر پڑتی ہے تو آپ کی سلیم الطبعی کو دیکھ کر میرا دل بہت خوش ہوتا ہے'' میں جوابا عرض کرتا '' الحمد للہ آپ کی خوشنودی میرے لئے مطلوب وسعادت دارین ہے'' اصل وجہ یہ تھی کہ میں ہروقت انکے کاروبار خانگی میں لگا رہتا۔ ایک دفعہ سردی کے موسم لگا تار ۱۳ دن تک بارش ہوتی رہی ہمارے استاد صاحب کے مکان کی چھت ٹپکنے سے گھر کا سارا سامان گیلا ہو گیا سردی کیوجہ سے تمام طلبہ کپڑوں کے کیچڑ آلود ہونے سے گھبراتے تھے اور میں اکیلا جبکہ زور کی بارش ہو رہی تھی چھت پر چڑھ گیا اور جہاں جہاں سے چھت ٹپک رہی تھی مٹی لگا کر تمام سوراخ بند کر دیئے حضرت استاد اور انکے اہل خانہ میری اس خدمت سے بہت خوش ہوئے اور مجھے دعائیں دیں۔

اسی زمانے میں مخدوم استاد بہت بیمار ہو گئے میں اسباق چھوڑ کر تیمار داری کیلئے کمر بستہ ہو گیا جب بیماری نے طول پکڑا تو میرے دوسرے ساتھیوں نے دیگر اساتذہ سے اسباق شروع کر دیئے جبکہ میں خدمت میں مشغول رہا تا آنکہ حضرت مخدوم صحت یاب ہو گئے غسل صحت کے بعد مجھے فرمایا ''تمہیں اجازت ہے کہ مسجد میں جا کر نفل یا کوئی دیگر عبادت اطمینان سے کرو میں مسجد میں جا کر نفل اشراق پڑھنے لگا اسی دوران یک لخت آپ کی طبیعت خراب ہوگئی اور میری عدم موجودگی میں داعیء اجل کو لبیک کہہ گئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) مجھے آپ کی رحلت کا شدید رنج اور افسوس ہوا، انکے انتقال کے بعد دوسرے اساتذہ سے اسباق کے ساتھ ساتھ حضرت غوث زماں رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین و دیگر خلفاء سے روحانی استفادہ بھی کرتا رہا''۔

حضور اعلی حضرت خواجہ احمد میروی رحمۃ اللہ علیہ تونسہ شریف میں باختلاف

روایت سات سال یا نو سال تک تونسہ مقدسہ میں قیام پذیر رہے اور حضرت غوث زماں رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار سے استفادہ کرتے رہے اس عرصہ میں باطنی ہدایت کے ساتھ ساتھ علم ظاہری کے حصول میں بھی کوئی کسر اٹھا نہ رکھی مثنوی مولانا روم اکثر آپ کے زیر مطالعہ رہتی آپ کو نظم و نثر فارسی اور فقہ میں کامل دستگاہ حاصل تھی چنانچہ آپ نے طلبہ کو پڑھانا شروع کر دیا، میرا شریف کے مشہور درویش بزرگ میاں جلال دین المعروف استاد جگی والے اس وقت آپ کی شاگردی میں تھے۔ کچھ عرصہ بعد آپ نے اپنے ایک طالب علم محمد یعقوب کو ساتھ لیا اور ''سیروفی الارض'' کے مطابق ملتان روانہ ہو پڑے۔

ملتان پہنچ کر ایک الگ تھلگ مسجد میں قیام پذیر ہوئے اور شہر کے ایک مشہور عالم کے پاس اسباق شروع کر دیئے لیکن خوراک کا کوئی انتظام نہ ہو سکا استاد صاحب نے شہر میں ایک مشہور بزرگ جو حضرت بہاء الحق رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے کے پاس جانے کو کہا لیکن ضمیر نے اجازت نہ دی کہ روٹی کیلئے کسی دنیا دار کے دروازے پر جائیں دوسرے دن استاد صاحب نے ہاتھ پکڑا اور اس بزرگ کے گھر کی طرف چل پڑے جب قریب پہنچے تو فطری تقاضے سے مجبور ہو گیا اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگ گئے استاد صاحب نے فرمایا '' میں نے تم کو عام طالب علم خیال کیا تھا مجھے علم نہیں تھا کہ آپ اتنے متوکل ہو'' وہاں سے واپس ہوئے اور میں ابھی اپنی مسجد میں نہیں پہنچا تھا کہ اسی محلے کا ایک آدمی ملا اور کہا '' اے درویش میں دیکھتا ہوں کہ آپ رات دن کبھی علم پڑھتے پڑھاتے ہیں اور کبھی مصروف عبادت ہوتے ہیں کہیں آپ کمزور ہو کر بیمار نہ پڑ جائیں ساتھ ہی دودھ کی دکان تھی اس پر کہا کہ مجھے روزانہ ایک سیر دودھ دے دیا کریں اور قیمت وہ ادا کرے گا اس کے بعد دو تین آدمی اور ملے جنہوں نے کھانا روٹی وغیرہ اپنے ذمہ لی غرض اللہ تعالیٰ نے تمام انتظامات کر دیئے پھر تو ہر چیز اتنی ہو جاتی کہ دوسرے طالب علم بھی کھانے کیلئے ہمارے پاس آجاتے۔

یہ وہ وقت تھا کہ ایام زندگی آسودگی سے بسر ہو رہے تھے لیکن شہرہ دور دور تک پھیلنے لگا حتیٰ کہ لوگوں کی آمد و رفت کی کثرت کیوجہ سے اوراد و وظائف کیلئے بھی وقت نہ ملا چنانچہ حضور اعلیٰ میروی رحمۃ اللہ علیہ نے ملتان کو بھی خیر باد کہا اور مختلف مقامات پر گھوم

پھر کر کچھ عرصہ گزارا اور آخر کار میرا شریف کے علاقہ کو بمطابق حکم مرشد قیام سے سعادت افروز فرمایا۔

مدرسہ کا قیام

جب آپ اس علاقہ میں پہنچے تو یہاں قریب دو تین کنبوں پر مشتمل ایک ڈھوک تھی آپ آباد ڈھوک سے کچھ فاصلے پر ایک مسجد کے حجرے میں قیام پذیر ہوئے ظاہرا اس ویرانے میں کچھ نہ تھا لیکن آپ کی نظر دیکھ رہی تھی کہ اس جنگل میں منگل کا سماں ہو گا حاجت مندوں کو پریشانیوں سے نجات ملے گی، علاقہ فیضیاب ہو گا اور لوگوں کو علم ظاہری و باطنی کی دولت بیک وقت نصیب ہو گی چنانچہ کچھ ہی عرصہ میں طالبان حق آپ کے پاس جمع ہو گئے، ابتداء ''کریما سعدی'' کا درس شروع کیا لیکن کتاب موجود نہ تھی طلبہ بے چارے اردگرد کے علاقوں میں گئے تا کہ کسی صاحب سے عاریۃً کریما سعدی مانگ کر لا سکیں لیکن خشک ملاں ان کو ٹکا سا جواب دے کر چلتا کرتے آخر کار ''موضع نکہ'' کے ایک مولوی صاحب جو حضرت سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے معتقد تھے نے انکو کریما سعدی کا ایک نسخہ مہیا کر دیا تو تمام طلبہ نے ایک ہی کتاب سے اپنے درس کی ابتدا کی لیکن پھر زمانے نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہی مدرسہ جس میں ابتداء کریما سعدی کا ایک نسخہ نہ ملتا تھا وہاں ایسی عظیم الشان لائبریری تھی جس سے استفادہ کرنے کیلئے اہل علم دور دور سے چل کر آتے تھے اور وہی مدرسہ جس میں ابتداء چند طلبہ تھے سجادہ نشین اول حضور خواجہ ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دور مبارک میں اتنا پھیل جاتا ہے کہ سات الگ الگ مدارس قائم کئے جاتے ہیں جہاں سے سینکڑوں اور ہزاروں طلبہ اپنے اپنے دامن مراد کو بھرتے نظر ہیں اور بلا شبہ یہ اللہ تعالیٰ کے کئے گئے وعدہ کا ایفاء ہی ہے جس میں اللہ عز و جل ارشاد فرماتا ہے،''الذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا'' (سورۃ العنکبوت)

حضور اعلیٰ میروی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھیوں میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا اور میرا شریف کی وہ ڈھوک ان کیلئے خوراک کا بندوبست کرنے سے قاصر آنے لگی لیکن اس کے ساتھ ساتھ باہر سے فتوحات کا سلسلہ شروع ہو گیا ابتداء جو آتا تھا سب خرچ کر دیا جاتا تھا

اور اگر کچھ نہ آتا تو فاقہ کیا جاتا ان درویشان خدا نے اس فاقہ کشی کا نام ''عید'' رکھ دیا تھا اور نشانی کے طور پر لنگر خانے کے دروازے پر ایک سفید جھنڈی لگا دی جاتی ، اپنی تعلیم سے فارغ ہو کر جب یہ فقیر سفید جھنڈی دیکھتے تو مسکراتے ہوئے ایک دوسرے سے کہتے کہ'' آج عید ہے'' اور بے فکر ہو کر اپنی اپنی ریاضت میں مشغول ہو جاتے ۔ ان فقیروں کا بیان ہے کہ جب ہماری نظر حضور اعلیٰ میروی رحمۃ اللہ علیہ کے مقدس و منور چہرے پر پڑتیں تو تمام بھوک پیاس کافور ہو جاتی لیکن یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اسی آستان کے لنگر میں وہ وقت بھی آیا جب لنگر میں سینکڑوں کی تعداد میں اونٹ ہوتے تھے جو لنگر کیلئے غلہ وغیرہ لاد کر لاتے تھے اور آج تک اس لنگر میں کبھی کمی نہیں آئی۔

میرا شریف اور ارد گرد کا علاقہ پہاڑی علاقہ ہے اس لئے حضور خواجہ میروی رحمۃ اللہ علیہ نے نماز مغرب کے وقت کیلئے لوگوں کی توجہ اصل مسئلہ کی طرف دلائی کہ صرف سورج کے مغرب کی سمت میں غائب ہو جانے سے نماز مغرب یا افطار صوم کا وقت نہیں ہو جاتا اور اس سلسلہ میں ایک تحقیقی رسالہ جمع فرمایا جو ''رسالہ مغربیہ'' کے نام سے مشہور ہے اور جو تقریباً اسی سال تک میرا شریف کے کتب خانہ میں گوشہء گمنامی میں رہنے کے بعد مولانا محمد عثمان غنی چشتی بیربلوی کے ترجمہ کے ساتھ اشاعت پذیر ہوا اس مختصر رسالہ میں احادیث نبویہ، آثار صحابہ، شروح حدیث اور عبارات فقہیہ سے بڑے تحقیقی انداز میں یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ نماز مغرب پڑھنے اور روزہ افطار کرنے کا وقت وہ ہے جب غروب شمس کے بعد مشرق کی سمت میں سیاہی کے اوپر جو سرخی نظر آتی ہے وہ سرخی ختم ہو جائے اور تمام سرخی جانب مغرب میں واقع ہو جائے اور مشرق کی طرف سے سیاہی پھیل کر آسمان پر چھا جائے ۔اس تحقیقی رسالے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ حضور اعلیٰ میروی رحمۃ اللہ علیہ صرف فقر میں بلند مرتبہ کے مالک ہی نہ تھے بلکہ ایک محقق و جید عالم بھی تھے اور آپ کو فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر مکمل عبور حاصل تھا۔

حضور اعلیٰ میروی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی و دینی خدمات میں سے آپ کے اس کارنامے کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا کہ آپ کے دور میں انگریز سامراج نے خاص طور پر برصغیر کے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کیلئے اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف کئی سازشیں

کیں لیکن آپ اور آپ کے تربیت یافتہ افراد نے ان کی تمام سازشوں سے مسلمانوں کو خبردار کرتے ہوئے دین اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز کو دبا دیا۔

حضور اعلیٰ میروی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال آج سے تقریباً ایک صدی قبل محرم ۱۳۳۰ھ میں ہوا تھا اور زیر نظر مضمون آپ کے صد سالہ عرس مبارک کے حوالہ سے ترتیب دیا گیا ہے اس موقع پر آپ کی سیرت و تعلیمات عام کرنے کی ضرورت ہے اور معاشرے میں آج کل شریعت و طریقت اور فقہ و تصوف کا جو الگ الگ معیار قائم ہے اسے ختم کرنا چاہئے اور دونوں طرف کے اصحاب جو ایک دوسرے کے مخالف نظر آتے ہیں ان کو چاہئے کہ ان کامل ہستیوں کے نقش قدم پر چلیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ''انعمت علیہم'' کی فہرست میں داخل ہیں اور اسی طرح وہ پیران عظام جو علم شریعت کی ضرورت کو نظر انداز کر رہے ہیں انہیں حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے اس فرمان پر غور کرنا چاہئے

باجھوں علم کرے فقیری کافر مرے دیوانہ ہو



فیضان میروی کی اشاعت پر

حرفِ تحسین و محبت

از: پیر طریقت، حضرت علامہ محمد اسماعیل فقیر الحسنی

شہہِ سلیماںؒ در گروہِ اولیاء   چوں سلیماںؑ درمیانِ انبیاء

خواجہِ احمد آصفِ دربارِ اُو   رازدارِ جملہ کاروبارِ اُو

مِثلِ ہُدہُد ، فخرِ دیں فرخندہ خال   مے رساند دم بدم خبرِ وصال

افتخارِ خانداں فرزندِ اُو   حضرتِ خواجہ معین دلبندِ اُو

حضرتِ محبوب محبوبِ ہمہ   صاحبِ ارشاد ، مطلوبِ ہمہ

وارثِ فیضِ علومِ اولیں   جاں فدائے رحمۃ للعالمیں

مرحبا چشم و چراغِ دودماں   حبذا مسندنشینِ صالحاں

از فقیرِ عاشقِ دیوانہ تو   آفریں برہمتِ مردانہ تو

خانقاہ میروی سے فیض یافتہ علمائے کرام

صاحبزادہ محمد فاروق احمد میروی

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے انسانوں میں سے انسانوں کی فضیلت کا سبب علم کو رکھا ہے علم اور اہل علم کو مخلوق میں فضیلت عطا کی ہے ملائکہ پر آدم کی فضیلت کا سبب بھی علم ہی کو قرار دیا گیا۔ صوفیا وصلحاء نے ہر عہد میں علم کے فروغ وابلاغ اور بدی وجہالت کے خاتمے کے لیے بھرپور کام کیا۔ حضرت خواجہ احمد میروی قدس سرہٗ نے بھی طریق حتیار کیا اور اہل علم وفضل کی ایک جماعت تیار کی۔ آپ مجلس بابرکت کے خوشہ چین علماء میں سے چند کا تذکرہ پیش خدمت ہے۔

ا۔ مولانا قاضی نور حسین صاحب (فتح جنگ)

آپ "بشارت الابرار فی مناقب حضرت خواجہ احمد میرویؒ صاحب الاسرار" کے مصنف ہیں۔ جید عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ معقول میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے۔

حضرت اعلیٰ میرویؒ کے مریدان خاص میں سے تھے اور آپؒ کے منظور نظر تھے۔ آپ کا زیادہ مشغلہ درس وتدریس کا تھا۔ حضرت آپکو اکثر سفروں میں اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ حضرت مولانا احمد خان صاحب آپ کا بہت احترام کرتے تھے۔ جبکہ حضرت ثالث میرویؒ کے آپ استاد تھے انہی کے زمانے میں وصال فرمایا۔ آپ کا ترتیب دیا ہوا تذکرہ خواجہ احمدؒ میروی مسمی بشارت الابرار سلیس فارسی زبان میں ۸۹ صفحات پر مشتمل کتاب ہے۔ اس کا ماخذ مولانا محمد نواز صاحب کا مجموعہ ہے۔ آپ نے یہ کتاب مولانا احمد خان صاحبؒ کے حکم سے تصنیف فرمائی تھی۔ بعد کے تمام تذکروں کا ماخذ یہی کتاب ہے۔

۲۔ حضرت مولانا محمد غزالیؒ صاحب ٹمن (ملتان خورد)

مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی کے شاگرد اور وہاں سے ہی فارغ التحصیل تھے۔ جب آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی تو پھر ساری زندگی دربار عالیہ سے منسلک رہے۔ عرس شریف اور اس کے علاوہ بھی حاضری دیتے رہے۔ موجودہ دیوبندیوں کے عقیدہ کے مطابق کوئی بات بھی ان کی زبان سے نہیں سنی گئی اور نہ کسی نے بیان کی۔ فرماتے تھے کہ مکمل علم پڑھنے کے باوجود بھی تسکین قلبی اس وقت ہوئی جب حضور میروی کے ہاتھ میں ہاتھ دیا۔ اپنے وقت کے شیخ الحدیث تھے۔

۳۔ حضرت مولانا احمد الدین صاحبؒ (جسیال)

جسیال کے رہنے والے تھے، حضور اعلیٰ سے بیعت کے بعد دربار شریف سے تعلق ساری زندگی قائم رکھا۔ میں نے حضور ثالث کے زمانے تک ان کو وہاں حاضر ہوتے دیکھا گیا۔ ساری زندگی جیال مسجد میں علم دین پڑھاتے رہے۔ پچھلی عمر ڈابھیل حدیث کی سند لینے گئے لیکن ہمارے معمولات کے خلاف زبان کشائی نہیں کرتے تھے۔ دعا بعد جنازہ اور حیلہ اسقاط کے پابند تھے۔ مولوی غلام اللہ آپ کے شاگرد تھے مگر آپ اس کے عقیدہ کے سخت خلاف تھے اور کئی مقامات پر اس عقیدہ کے خلاف جلسے بھی کرائے۔ خود جسیال میں علامہ عبدالغفور ہزاروی کی تقریر کرائی۔

۴۔ حضرت مولانا سراج الدینؒ صاحب ڈھبہ (تلہ گنگ)

مولوی سراج الدین صاحب آف ڈھبہ (تلہ گنگ) یہ بھی حضور اعلیٰ کے مرید تھے۔ حضور ثانی کی بھی ان پر بڑی شفقت تھی۔ مولانا نور محمد صاحب کے والد ماجد تھے۔ مولوی نور احمد صاحب آپ کے سجادہ نشین تھے۔ عالم باعمل اور والد ماجد کے سچے جانشین تھے۔ 17 جمادی الاول کو آپ کا وصال ہوا۔

۵۔ حضرت مولانا احمد دینؒ صاحب (دھرابی)

مولوی احمد دین جو موضع دھرابی کے رہنے والے تھے۔ بڑے مؤثر و کامیاب واعظ تھے۔ اور دور دور تک ان کی شہرت تھی۔ "دھرابی چکوال" کے نواح میں ایک چھوٹا سا

گاؤں ہے۔ مولوی صاحب موصوف کا اپنا بیان ہے۔ کہ میں حضرت خواجہ احمد میرویؒ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ چہرہ انور کو دیکھتے ہی تمام کوفت دور ہوگئی۔ قدم بوسی ہوئی۔ آپ نہایت اخلاق کریمانہ و شفقت سے میری طرف متوجہ ہوئے۔ اور راستے کا حال دریافت کیا۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے مجھ سے دریافت فرمایا۔ کہ مولوی احمد دین تمہارا ذریعہ معاش کیا ہے۔ میں نے عرض کی غریب پرور نصیب کے مطابق علم دین حاصل کیا ہے۔ اور علم طب بھی پڑھ کر اس میں اچھی مہارت حاصل کر لی ہے۔ ارادہ ہے کہ پیشہ طبابت اختیار کروں۔ حضرت خواجہؒ کو میری یہ تجویز پسند نہ آئی۔ اور خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد فرمایا۔ تمہارے لیے طبابت کوئی اچھا پیشہ نہیں۔ میری رائے ہے کہ جہاں چاہو رہو اور خلق خدا کو واعظ و نصیحت کیا کرو تا کہ لوگ گمراہی سے بچ جائیں۔ اور اللہ کی نافرمانی سے محفوظ و مامون ہوں۔ یہ فرمان سن کر میں نے نہایت عاجزی سے عرض کی کہ یا حضرت واعظوں کا حال مجھے معلوم ہے۔ کئی علماء جو مجھ سے زیادہ علم و فضل رکھتے ہیں۔ اور فصاحت و بلاغت میں بھی مجھ سے بہت زیادہ اثر رکھتے ہیں۔ لیکن آج کل عوام علماء سے نفرت کرتے ہیں۔ خدمت کرنا تو الگ ان کے دو وقتی کھانے سے بھی ملول ہوتے ہیں۔

میری یہ بات سن کر حضرت خواجہؒ جوش میں آگئے۔ اور اپنا دستِ شفقت میرے سر پر رکھ کر فرمایا۔ کہ تیرے معاصرین میں سے کوئی بھی تیرا ہمسر نہیں ہوگا۔ اور تو جہاں جائے گا۔ خلقت کا انبوہ تیرے واعظ کی خواہش کرے گا۔ جاؤ اور خدا کا نام لے کر لوگوں کو وعظ و نصیحت شروع کر دو۔ جب تو تاریخیں دے گا۔ سال گزرنے کے بعد ان کے پورا کرنے کے قابل ہوگا۔ اور تیرے وعظ کی وجہ سے دین و دنیا میں تیری عزت اور تیرا احترام ہوگا۔ اور تیرے گرد مشتاقین کا اتنا ہجوم ہوگا۔ کہ تیرے لیے اس کو نباہنا مشکل ہو جائے گا۔

میں چند دن حضرت کی خدمت میں رہا اور پھر رخصت ہو کر گھر پہنچا۔ اور وعظ کرنا شروع کر دیا۔ تھوڑے دنوں میں میرے وعظ کی اس قدر شہرت ہوگئی۔ کہ دور دور سے دعوت نامے شروع ہو گئے۔ اور مجبوراً انہیں لمبی لمبی تاریخیں دینے پر مجبور ہوا۔ یہ تاریخیں سال یا بعض اوقات اس سے بھی زیادہ کی ہوتیں تھیں۔ چار برس ہونے کو ہیں۔۔ اور دولت کی مجھے کچھ پرواہ نہیں۔ یہ سب حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی شفقت وعنایت کا نتیجہ ہے۔ الحمدللہ

۶۔ حضرت مولانا امام دین صاحبؒ (سہنگل آباد)

حضرت مولانا امام دین صاحب فرماتے ہیں کہ جبمیری عمر نو برس کی تھی کہ استاذم مولانا احمد نور صاحبؒ میرے جد امجد کی ملاقات کے لئے ہمارے گاؤں موضع سہنگل آباد تشریف لے گئے ۔ یہی موضع مولوی امام دین صاحب کا مولد و مسکن ہے ۔ دو تین دن قیام کے بعد جب وہ اپنے گاؤں چاولیاں جانے لگے تو میرے جد امجد سے انہوں نے کہا کہ میں امام دین کو ساتھ لے جاؤنگا تا کہ اسے حضور خواجہ غریب نوازؒ سے بیعت کرا دوں۔ میں استاذیم صاحب کے ساتھ روانہ ہو کر وہاں سے چاولیاں آ گیا۔ کچھ دن چاولیاں رہ کر با ارادہ بیعت میرا شریف پہنچ گیا۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ بنگلہ شریف میں تشریف فرما تھے۔ تالاب پر وضو کر کے ہم حاضر خدمت ہوئے اور قدم بوسی کر کے حاشیہ نشینوں کے ساتھ بیٹھ گئے۔ حضرت خواجہؒ نے از راہ شفقت و اخلاق کریمہ مولوی صاحب سے احوال دریافت کیا۔

تحصیل علوم کے بعد میں چند دوستوں کے ساتھ حضور خواجہ غریب نوازؒ کے عرس مبارک پر حاضر ہوا تو استاذیم نور احمد صاحب سے ملاقات ہوئی ۔ وہ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ امام دین تجھے یاد ہو گا کہ جب ہم آپکو بیعت کرانے کے لئے میرا شریف حاضر خدمت ہوئے تھے تو حاضرین میں سے کسی نے عرض کی تھی کہ غریب نوازؒ یہ لڑکا ملا بننا چاہتا ہے۔ حضور خواجہ غریب نوازؒ نے فرمایا تھا کہ نہیں یہ مولوی ہو گا۔

حضرت استاذیم صاحب نے فرمایا کہ جب میں نے حضور سے یہ فقرہ سنا تو مجھے یقین محکم ہو گیا تھا کہ امام دین تھوڑے عرصے میں عالم ہو جائیگا۔ یہ سب کچھ حضور خواجہ غریب نوازؒ کی شخصیت و التفات کا نتیجہ ہے

مولوی امام دین صاحب لکھتے ہیں کہ حضور خواجہ غریب نوازؒ کی کرم نوازی اور دعا تھی کہ میں ریش اترنے سے پہلے ہی حنفیہ دار العلوم میرٹھ میں تعلیم سے فارغ ہو کر مدرس ہو گیا۔

۷۔ علامہ ملک شیر محمد خان صاحبؒ (کالا باغ)

نواب کالا باغ کے خاندان سے دو حقیقی بھائی تھے ۔ ایک کا نام ملک محمد حیات خان تھا اور دوسرے کا نام ملک سلطان محمد خان ۔ دونوں بھائی حضور خواجہ غریب نوازؒ کے

ارادتمند اور مخلص مرید تھے ۔ ہر ماہ کالا باغ سے آ کر میرا شریف خدمت والا میں حاضری دیتے تھے۔ حضور کے وصال کے بعد بھی انہوں نے یہ وظیفہ جاری رکھا۔ حضرت ثانی مولانا احمد خان صاحبؒ بھی انہیں بڑی عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے ۔ ایک طویل عرصہ تک میرا شریف میں انکی حاضری ہوتی رہی۔ اسلئے قدیم پیر بھائیوں سے انہیں عموماً تعارف ہو گیا تھا۔ ملک محمد حیات خان لاولد تھے اور انکی کوئی اولاد نہ تھی ۔ انکے دوسرے بھائی ملک سلطان محمد خان کے ہاں ایک لڑکا تھا جو بڑا ہو کر علمی دنیا میں بڑا شہرت پذیر ہوا ۔ انکا اسم گرامی ملک شیر محمد خان تھا ملک صاحب کی بیعت حضرت فقیر محمد عبداللہ صاحبؒ سے تھی۔

آپ بڑے علم دوست تھے اور کئی کتابوں کے مصنف تھے ۔ انکی کتاب مقام مصطفیٰ ﷺ کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی ۔ علاوہ ازیں انکی کئی دوسری کتابوں کو بھی مقبولیت حاصل ہوئی ۔

۸۔ سید مبارک شاہ صاحبؒ

سید مبارک شاہ صاحبؒ ڈھوک فتح متصل ٹمن تحصیل تلہ گنگ کے رہنے والے تھے اچھے خاصے زمیندار تھے ۔ انکے والد حضرت خواجہؒ کے ارادتمند تھے ۔ دو بیٹے تھے شیر شاہ اور مبارک شاہ، آپکی جائیداد ڈھوک فتح شاہ میں بھی تھی اور دریائے سندھ کے مغربی کنارے ایک گاؤں مندو خیل میں بھی جائیداد تھی۔ بلاولی، ہمدانی سید تھے۔ مندہ خیل میں بلاولی سادات کے کئی کنبہ آباد ہیں۔ مبارک شاہ صاحبؒ کی ابتدائی زندگی مندو خیل میں گزری اور بعد میں ڈھوک فتح شاہ آ گئے تھے۔

مبارک شاہ صاحب کو والد بچپن میں حضرت خواجہ کے سپرد کر گئے تھے۔ انہوں نے تعلیم کی ابتداء میرا شریف میں حاصل کی اور بعد میں دوسری مشہور درسگاہوں سے علم حاسل کر کے ایک جید عالم کی صورت میں ظاہر ہوئے۔ تمام علوم میں ید طولیٰ رکھتے تھے اور طلبہ کی ایک بڑی تعداد نے اکتساب علم کیا۔ شیر شاہ انکے بڑے بھائی تھے۔ عابد و زاہد اور شب زندہ دار تھے۔

۹۔ مولانا عبدالغفور صاحبؒ (حطار)

مولوی عبدالغفور موضع حطار ڈاک خانہ خانپور ضلع ہزارہ کے رہنے والے تھے۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے مخلص مریدوں میں سے تھے۔ عالم دین اور درسی کتابوں کے بلند پایہ مدرس تھے۔ ان کا اپنا بیان ہے۔ کہ مجھے ابتداء پیدائش سے مرض جنون و دیوانگی لاحق تھی۔ نہ بول سکتا تھا۔ اور نہ ہی سن سکتا تھا۔ میرے والد حضرت خواجہؒ کے مرید و غلام تھے۔ وہ میرے معاملے میں ہر وقت مغموم ومحزون رہتے تھے۔ حضرت خواجہؒ گڑھی شریف لے گئے۔ جیسا کہ آپ کا ہمیشہ معمول تھا۔ ہمارے علاقے کے تمام لوگ زیارت کے لیے خدمت میں حاضر ہوئے۔ میرے والد مرحوم بھی قدم بوسی سے مشرف ہوئے۔ وہ مجھے بھی ساتھ لائے تھے۔ میرے والد نے فرصت پا کر نہایت عجز وانکسار سے عرض کی اور میرے متعلق جو کچھ انہیں لاحق ہو چکا تھا۔ رو رو کر اُس کا تذکرہ کیا۔ اور عرض کی حضرت بچہ ہے۔ نہ سنتا ہے نہ سمجھتا ہے۔ غالباً گونگا بہرا اور دیوانہ ہے۔ اس لیے میرا آرام وچین اُڑا ہوا ہے۔ اور میں اس غم میں زندگی کی مسرتوں سے محروم ہو رہا ہوں۔

حضرت خواجہؒ از رائے شفقت نہایت توجہ سے دعا فرمائی۔ جو تیر بہدف ثابت ہوئی۔ اور اُس کے موثر ہونے میں کوئی دیر نہ لگی۔ ہم باپ بیٹا گھر پہنچے۔ نہ بہرا پن رہا نہ دیوانگی۔ اور میں عام معمول کے مطابق باتیں کرنے لگا۔ اور ہمارا مغموم ومحزون گھر مسرت وخوشی سے بدل گیا۔ میں نے پڑھنا شروع کر دیا۔ چھ ماہ کے عرصہ میں قرآن مجید ختم کر لیا۔ اور مروجہ علوم کے حصول میں مشغول ہو گیا۔ اب میں اللہ کے فضل اور حضور کی دعا سے مکمل عالم اور کتب درسیہ کا بہترین مدرس ہوں۔ اور اقران میں صف اول کے علماء میں شمار ہوتا ہوں۔ اور یہ سب حضرت خواجہؒ کی دعا کا اثر ہے۔ الحمد للہ

۱۰۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحبؒ (پنڈ بکھوال)

مولوی عبدالرحمٰن صاحب پنڈ بکھوال والے جو بڑے عالم تھے۔ اور فن طب میں بڑے ماہر مانے جاتے تھے۔ مولوی صاحب حضرت اعلیٰ میرویؒ کے غلام و ارادتمند تھے۔ حضور خواجہ کے وصال کے بعد بھی میرا شریف سے ان کا رابطہ قائم رہا۔ عموماً حضرت خواجہؒ کے مزار مقدس کی زیارت کے لیے حاضری دیا کرتے تھے۔ اور انہیں حضرت سجادہ مولانا احمد خان صاحب سے بھی دلی ارادت وعقیدت تھی۔ حضرت ثانیؒ کو علم تھا کہ مولوی صاحب موصوف

علم طب میں ملکہ تام رکھتے ہیں۔ اس لیے اپنی تکلیف کا علاج انہی سے کرایا کرتے تھے۔

۱۱۔ حضرت مولانا محمد سعید صاحبؒ (کوہستان)

مولوی محمد سعید صاحب سکنہ شبکی علاقہ کوہستان حضرت خواجہ غریب نوازؒ کا مرید تھا۔ کہ تھوڑا عرصہ ہوا۔ میں گھر سے تونسہ مقدسہ کی زیارت کو گیا تھا۔ زیارت سے مشرف ہونے کے بعد جب واپس لوٹا تو علاقہ داماں ڈیرہ اسماعیل خان بنوں سے ہوتا ہوا اپنے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ جب میں اپنے کوہستانی علاقہ میں داخل ہوا۔ تو عصر کے وقت میں نے ارادہ کیا۔ کہ رات فلاں دوست کے ہاں جا کر گزاروں گا۔ اور مجھے امید تھی۔ کہ میرا دوست جہاں رہتا ہے۔ وہاں رات کو ضرور پہنچ جاؤں گا۔ راستے میں اندھیرا ہو گیا۔ میں نے بڑی کوشش کی کہ روشنی روشنی میں منزل مقصود کو پا لوں۔ مگر بے سود اور ساتھ ہی راستہ بھول گیا۔ بڑی بڑی گہری غاریں اور اونچی اونچی پہاڑیاں مجھے کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ بڑی کوشش کی کچھ پتہ نہ چلا۔ آخر نا امید ہو کر ایک اونچی پہاڑی چوٹی پر چڑھ کر اذان دی۔ تا کہ قرب میں اگر کوئی آبادی ہو تو کوئی خدا کا بندہ میری رہنمائی کے لیے آئے۔

تھوڑی دیر گزری تھی کہ ایک آدمی ہاتھ میں لالٹین لیے مجھے آواز دی۔ کہ راستہ شمال کی طرف ہے۔ ادھر آؤ۔ میں نے آواز سن کر اُس طرف کا رخ کیا۔ تو وہ آگے آگے چل پڑا۔ اور میں اُس کے پیچھے ہو لیا۔ میں نے بڑی کوشش کی کہ اُسے مل جاؤں۔ لیکن وہ اس تیزی سے چل رہا تھا کہ مجھے ملنے نہ دیا۔ جب گاؤں قریب آیا تو اشارہ کر کے غائب ہو گیا۔ میں نے یقین کر لیا کہ حضرت خواجہ غریب نوازؒ ہی ہیں۔ لیکن ملاقات سے محروم رہا۔ گاؤں جا کر میں نے آرام سے رات گزاری۔ اور خداوند تعالیٰ کا شکر بجا لایا۔

۱۲۔ حضرت مولانا غلام ربانی صاحبؒ (میرا شریف)

ایک مستند عالم دین تھے۔ مثنوی شریف از بر تھی۔ طلباء کو مثنوی شریف کا درس دیتے تھے۔ حضور ثانیؒ کے شبیہ تھے۔ اکثر لوگ ان کے اور حضور ثانی کے درمیان پہچان نہیں کر سکتے تھے۔ نورانی چہرے سے آثارِ سعادت نمایاں ہوتے تھے۔ تمام زندگی میرا شریف ہی گزاری۔

۱۳۔حضرت مولانا اسماعیل صاحبؒ چاولی شریف (چکوال)

معلوم ہو کہ مولوی محمد اسماعیل صاحب حضرت خواجہ کے خدام میں سے ایک جانی پہچانی شخصیت تھے۔ اور ان کی ثقاہت میں کسی کو بھی شک وشبہ کی گنجائش نہیں تھی۔ مولوی اسماعیل صاحب کا بیان ہے۔

کہ ایک دفعہ میرے والد صاحب کے خلاف ایک خوفناک فوجداری مقدمہ دائر ہو گیا۔ جس کی وجہ سے ہم لوگ بہت پریشانی میں مبتلا ہو گئے۔ اس تفکر نے ہمارے آرام و سکون کو تہ بالا کر دیا۔ طبیعت ہر وقت بے قرار رہتی۔ اور سوتے جاگتے یہی فکر در فکر رہتی۔ کہ خدایا کیا بنے گا۔ آخر کار ہر طرف سے مایوس ہو کر ذہن نے اس جانب رہنمائی کی۔ کہ بلائے عزیم حضرت خواجہ کی شفقت توجہ ومہربانی سے ہی رفع ہو سکے گی۔ یہی خیال دل میں جما کر والد صاحب ملجا و ماوائے حاجات حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی خدمت میں حاضری کے لیے سمت میرا شریف روانہ ہو کر شرف قدم بوسی سے مشرف ہوئے۔ مناسب موقعہ پا کر حضرت خواجہ کی خدمت میں اپنی مصیبت کا تذکرہ کیا۔ اور عرض کی۔ یا حضرت مقدمہ سخت نوعیت کا ہے۔ اور انگریزی عدالتیں سزا کے لیے ادھار کھائے بیٹھی ہیں۔ سزا کا شدید خطرہ ہے۔ آپ کی ذات والا صفات کے بغیر کوئی آسرا نہیں۔

حضرت خواجہ غریب نواز نے میرے والد کی معروضات توجہ سے سنیں۔ اور فرمایا۔ بے فکر ہو جاؤ۔ تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔ اور تمام مصائب بفضلہٖ تعالیٰ و امداد خواجگان عظام رفع ہو جائے گی۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے یہ ارشادات سن کر والد صاحب کو اطمینان ہو گیا۔ اور وہ خوشی خوشی گھر واپس گئے۔ چند دنوں بعد چکوال مجسٹریٹ کی عدالت میں پیشی تھی۔ حاضری عدالت کے لیے گھر سے روانہ ہو کر چکوال گئے۔ اور کچہری کی جانب جا رہے تھے۔ کہ راستہ میں ایک مجذوبہ عورت بیٹھی تھی۔ اور اپنے آپ سے کچھ باتیں کر رہی تھی۔ اور آس پاس لوگ کھڑے تھے۔ والد صاحب بھی لوگوں کو دیکھ کر چند منٹ کے لیے وہاں ٹھہر گئے۔

والد صاحب نے غور کیا۔ تو وہ عورت اپنی دھن میں بیٹھی کہہ رہی تھی۔ کہ حاکم کیا کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات کا نظام ان دنوں حضرت خواجہ احمد میروی کے حوالے کر دیا ہے۔ انہوں نے جب مقدمے کا فیصلہ کر دیا ہے۔ تو پھر حاکم کی کیا بساط۔ کہ وہ اس فیصلے میں کمی بیشی کر سکے۔ جس مجرم کو حضرت خواجہ بری کر دیں۔ اس کو حاکم کیسے سزا دے سکتا ہے۔ والد صاحب کہتے ہیں۔ کہ وہ مجذوبہ ان کلمات کو بار بار دہرا رہی تھی۔ والد صاحب مجذوبہ کی یہ بات سن کر بہت خوش ہوئے۔ اور وہاں سے کچہری کی جانب چلے۔ تھوڑی دیر کے بعد کچہری میں فریقین کا بلاوا ہوا۔ تو عدالت نے بلا تامل ملزم کی براءت کا حکم سنا دیا۔ اور مزید کہا۔ کہ ان کے خلاف پہلے جو جرمانہ یا ڈگری ہوئی ہے۔ سب واپس اور معاف۔ والد صاحب خوشی خوشی گھر واپس آ گئے۔ اور خدا کا شکر بجا لائے۔ الحمد للہ

۱۴۔حضرت مولانا عبدالرؤف صاحبؒ اورنگ آباد (پنڈی گھیب)

اورنگ آباد تحصیل پنڈی گھیب ضلع اٹک میں ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ مولوی عبدالرؤف صاحب وہاں کے رہنے والے تھے۔ بڑے جید عالم اور حاذق حکیم تھے۔ حضرت اعلیٰ میرویؒ جب بیمار ہوئے تو مولوی عبدالرؤف صاحب خدمت میں حاضر ہو کر آپ کا علاج کرتے رہے تھے۔ حضرت خواجہؒ کے منظور نظر تھے۔

۱۵۔حضرت مولانا الحاج محمد عثمان غنی صاحبؒ چاولی شریف (چکوال)

فاضل بریلی شریف معتبر عالم وخطیب حضرت مولانا محمد عثمان غنی رضویؒ خانقاہ معلّٰی میرا شریف سے وابستہ علماء میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔

آپ نے امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب بریلویؒ کے صاحبزادوں ومحدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد اور صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادیؒ سے کسب فیض حاصل کیا تھا۔ مولانا خلیل احمد رامپوریؒ سے سند حدیث حاصل کی تھی۔ آپ حضرت ثانیؒ کے مرید تھے۔ جبکہ فقیر عبداللہ صاحبؒ سے بھی آپکو بے حد عقیدت تھی اور وہ بھی آپ پر بہت مہربان تھے۔

حضرت مولانا نے حضرت اعلیٰ میرویؒ کا مختصر مگر جامع تذکرہ "بدر منیر" کے نام

سے لکھا ہے۔علاوہ ازیں ''مناقب المحبوبین'' کا ترجمہ قرۃ العینین کے نام سے حضرت خواجہ نور محمد مہاروی اور حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسویؒ کا تذکرہ بھی مرتب فرمایا ہے۔

بدرِ منیر میں ایسی معلومات بھی ہیں جو بشارت الابرار میں نہیں ملتیں۔اس کتاب کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ اس میں بعض عقائد اہلسنت کا اثبات بھی قرآن و حدیث سے کیا گیا ہے اور حضرت اعلیٰ کی جماعت کے چیدہ افراد کا مختصر تعارف بھی کرویا گیا ہے۔

۶۳ صفحات پر مشتمل یہ عمدہ کتاب مدرسہ اشاعت القرآن جامع مسجد حسینیہ حنفیہ چکوال سے شائع ہوئی۔حضرت مولانا محمد عثمان غنی صاحب کا حال ہی میں ۸۵ سال کی عمر میں انتقال ہوا ہے۔ ۱۶ ربیع الثانی ۱۹۹۸

۱۶۔حضرت مولانا مفتی محمد ریاض الدین صاحبؒ (اٹک)

صاحبِ تفسیر ریاض القرآن حضرت مولانا مفتی محمد ریاض الدین صاحبؒ جامع کمالات شخصیت تھے۔آپ بیک وقت مفسر قرآن، شیخ الحدیث، فصیح البیان خطیب اور مصنف و مدرس تھے۔

حدیث کی سند آپکو محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد سردار احمدؒ سے عطا ہوئی تھی۔آپ نے کئی مدارس میں خدمت علام سرانجام دی ہے۔حضرت خواجہ فقیر محمد عبداللہ صاحب میرویؒ کے دور میں خاصا وقت میرا شریف میں بطور صدر مدرس، مفتی، خطیب فرائض سرانجام دیے دیتے رہے تھے۔آپ نے مشائخ میرا شریف کا تذکرہ بنام ''تذکرہ الاحمد بتوفیق الاحد المعروف خزینہ حق'' ترتیب دیا تھا۔جو کہ حضرت کے مدرسہ ریاض الاسلام سے شائع ہوا ہے۔یہ کتاب ۱۲۷ صفحات پر مشتمل ہے۔حضرت علامہ کا وصال چند سال قبل ہوا ہے۔آپ کا قائم کردہ مدرسہ اسی طرح خدمت دین سرانجام دے رہا ہے۔

۱۷۔حضرت مولانا گل شیر خانؒ صاحب (ملہووال)

مولانا گل شیر خان برصغیر کے خوش الحان واعظین میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ان کی خوشبیانی جادو بیانی سے لوگ بہر دھنتے تھے۔یہ بھی اسی دربار سے وابستہ تھے اور میرا شریف عرس کے موقعہ پر جب واعظ کرنے لگتے تو لنگر پکانے والے لنگر بند کر کے آ جاتے

تھے۔عمر کے آخری حصہ احرار میں شامل ہو گئے۔

۱۸۔حضرت مولانا شاہنوازؒ صاحب (ڈیرہ اسماعیل خان)

مولوی شاہنواز صاحب کوٹ جائیاں کے رہنے والے تھے۔حضور کی دعا سے یہ اتنے مشہور واعظ الاسلام ہوئے کہ ان کے وعظوں میں لاکھوں کا مجمع ہوتا تھا۔اتنا پرتاثیر وعظ ہوتا کہ بارہ بارہ کوس سے پیدل چل کر لوگ ان کا وعظ سننے جاتے تھے۔اتنا باا ثر واعظ تک بمشکل ہی مل سکے گا۔تردید رفض پر ہی وعظ فرماتے تھے۔

۱۹۔حضرت مولانا غلام جعفر شاہؒ صاحب (مندا خیل)

غلام جعفر شاہ مندر خیل کے رہنے والے تھے۔حضرت خواجہؒ کے مریدین میں شمار ہوتے تھے۔یہ بھی اتنے مشہور واعظ ہوئے کہ مہینہ مہینہ ایک گاؤں میں وعظ کرتے رہتے مگر لوگوں کی پیاس نہ بجھتی تھی۔ماہر عالم دین تھے۔

۲۰۔مولوی عبدالرحمٰنؒ صاحب بڈھیال (تلہ گنگ)

مولوی عبدالرحمن صاحب آف بڈھیال (تلہ گنگ) بہت خوش الحان واعظ تھے۔حضور ثالث علیہ الرحمتہ کے ہمراہ اکثر سفروں میں ہمراہ رہتے۔تونسہ شریف کا دورہ ہوتا تو وہاں باوجود اس کے کہ محفل میں وعظ کرنے کا معمول نہ تھا لیکن وہاں بھی عوام کا اصرار رہتا اور سجادہ نشین صاحب سے التجا کرتے کہ میرا شریف والے مولوی صاحب کو وعظ کرنے کی اجازت دی جائے۔آخر اجازت مل جاتی اور وہاں بھی ان کا وعظ ہوتا۔انجمن فیض الاسلام راولپنڈی کے سالانہ جلسہ میں انھیں خصوصی دعوت دی جاتی تھی۔

۲۱۔مولانا عبدالرحمن صاحب ڈھوک مصاحب (تلہ گنگ)

مولانا عبدالرحمن ڈھوک مصاحب کی حضور ثانیؒ سے بیعت تھی۔دربار میرا شریف سے والہانہ عقیدت رکھتے تھے۔دیوبندی مسلک کے تھے مگر غالی دیوبندیوں کے سخت مخالف تھے اور فرعی مسائل میں اہل سنت (بریلی مسلک) کے ہم نوا تھے۔مولوی صاحب مذکورہ مہینہ بھر حضور ثالث کے ہمراہ سفروں میں تبلیغی فرائض ادا کیا کرتے تھے۔

۲۲۔مولانا عنایت اللہ صاحب (چکڑالہ) مؤلف (زیرِ طبع مسودہ تذکرہ حضرت اعلیٰ میروی)

آپ 1901ء میں چکڑالہ (میانوالی) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم چکڑالہ میں حاصل کی۔ اس کے بعد دارالعلوم نتیجہ اچھرہ لاہور میں درس نظامی کی تعلیم حاصل کی۔ حافظ شیخ مہر محمد آپ کے استاد تھے۔ آپ 10دس سال قادیان میں رہے اور قادیانیوں کے ساتھ مقابلہ کیا۔ اس کے بعد احرار میں شامل ہوئے۔ اور تاریخ احرار میں آپ کا تذکرہ موجود ہے۔ آخری بیس سال میرا شریف رہے۔ آپ کی بیعت حضور ثانی صاحب سے تھی۔ آپ کا وصال 1993ء میں 17 رمضان کو ہوا۔ آپ کے صاحبزادے محمد ابو بکر علوی دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کے فاضل ہیں۔ ان کو حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کی بارگاہ میں زانوئے تلمذ طے کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ آج کل دربار عالیہ میرا شریف میں تدریسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ جدید علوم کے بھی ماہر ہیں۔

۲۳۔حضرت مولانا مفتی نصیرالدین (پنڈی گھیب)

استاد العلماء مولانا نصیرالدین صاحب آف پنڈی گھیب بہت بڑے فاضل، مفتی، مناظر تھے۔ فاضل بریلی شریف معتبر عالم وخطیب تھے۔ خانقاہ معلّٰی میرا شریف سے وابستہ علماء میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔

۲۴۔مولانا غلام سرور صاحب کرمشانی (میانوالی)

مولانا غلام سرور صاحب آف کرمشانی (میانوالی) صوفی باصفا فقیر منش تھے۔ میرا شریف عرس کے موقعہ پر صبح مسجد میں نماز باجماعت سے فراغت کے بعد وعظ دلپذیر سے لوگوں کو مستفید کیا کرتے۔

۲۵۔حضرت مولانا محمد حسینؒ صاحب (تلہ گنگ)

مولانا محمد حسین صاحب تلہ گنگ والد ماجد مولانا غلام جیلانی صاحب مرحوم و مغفور حضور کی دعا سے تمام تحصیل تلہ گنگ کے علماء صدر ہوئے۔ ان کے جانشین مولانا غلام

جیلانی صاحب مرحوم کا تعلق تادم واپسیں (موت تک) دربار عالیہ میرا شریف سے عقیدت مندانہ تعلق رہا۔ اتنے ہردلعزیز ہوئے کہ تلہ گنگ شہر اور مضافات کے ہر مکتبہ فکر کے لوگ آپ کی عزت کرتے تھے، بلکہ حکومت کے تمام افراد بھی آپ کی بھی عزت افزائی کیا کرتے تھے۔

مندرجہ ذیل حضرات کی معلومات میسر نہ آسکیں۔ اگر معلومات فراہم کر دی جائیں تو حضرت خواجہ احمد میروی کی سوانح جو ابھی زیر طبع ہے، اس میں شامل کر دی جائیں گی۔

۲۶۔حضرت مولانا جان محمدؒ صاحب دلہ (چکوال)

۲۷۔حضرت مولانا ضیاء الرحمٰنؒ صاحب ملتان

۲۸۔حضرت مولانا میاں محمدؒ صاحب (ملہوالی)

۲۹۔مولانا نور محمدؒ صاحب (چکڑالہ)

۳۰۔حضرت مولانا محمد ریحانؒ صاحب نواں شہر

۳۱۔حضرت مولانا محمد غوثؒ صاحب بڈھال

۳۲۔حضرت مولانا محمد حسین خانؒ صاحب تلہ گنگ

۳۳۔حضرت مولانا سلطانؒ صاحب اکوال

۳۴۔حضرت مولانا فیروز دینؒ صاحب ورال

۳۵۔مولانا کلام اللہ صاحبؒ

نوٹ: مشتے نمونہ از خروار چند علمائے کرام کا ذکر کیا گیا ہے ورنہ ان کے علاوہ بے شمار علماء کرام مختلف صوبوں اور علاقوں کے دربار عالیہ سے وابستہ ہوئے ہیں۔ اگر باقی حضرات معلومات فراہم کر دیں تو حضرت خواجہ احمد میروی کی سوانح جو ابھی زیر طبع ہے، اس میں شامل کر دی جائیں گی۔

محترم مولانا غلام رسول کا آبائی تعلق پنڈی گھیب ضلع اٹک کے محلہ مسلم ٹاؤن سے ہے وہ غلام مرتضےٰ اعوان کے صاحبزادے ہیں انہوں نے جامعہ پنجاب لاہور سے ایم اے۔ ایم او ایل کی ڈگریاں حاصل کی۔ ان کے مشاہدہ پر مبنی زیر نظر مضمون...... مقالہ ''میروی'' کا پس منظر...... اپنے قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے ہمیں مسرت ہورہی ہے...... (ادارہ)

مقالہ میروی کا پس منظر

حضرت خواجہ احمد میروی رحمۃ اللہ علیہ کا رُوحانی تصُرف بعداز وصال

مقالہ ''میروی'' خواجہ احمد میروی کے عنوان سے اُردو دائرہ معارف اسلامیہ (اُردو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام) مطبوعہ شعبۂ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، (جلد 21، صفحہ 954) میں میری تحریک پر شائع ہوا۔ میں جون 1968ء سے جون 1980ء تک ادارہ ھذا میں بطور معاون مدیر (ایڈیٹر فرائض منصبی ادا کرتا رہا۔ میں اُس زمانے میں حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منکرین ٹولہ (مماتِ النبیؐ) سے وابستہ تھا اور گدی نشینوں اور پیروں فقیروں کا شدید ترین مخالف تھا۔ میرے والد محترم میاں غلام مرتضٰی اعوان (متوفی 3 اپریل 1946ء) حضرت فقیر عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید باصفا تھے۔ وہ متمول و مخیّر تھے اور دربارِ عالیہ میرا شریف کے لنگر خانہ کے لیے مالی خدمات اُن کا تادمِ زیست وطیرہ رہا۔ مگر 1955ء میں منکرین حیات النبیؐ کے ٹولہ سے متاثر ہوکر دربار عالیہ میرا شریف سے میرا تعلق منقطع ہوگیا۔ اُس وقت گورنمنٹ ہائی سکول پنڈی گھیب میں، میں میٹرک کا طالب علم تھا۔ بعد ازاں مذہبی تعلیم کا سلسلہ اسی مکتبِ فکر سے رہا۔

ابتدائے آفرینش ہی سے مشاہیر عالم اولیاء ومشائخ کی فہرست میں جریدۂ عالم کے صفحات پر حضرت خواجہ احمد میرویؒ کا اسم گرامی ثبت تھا۔ مگر عالم آب وگل میں مشاہیر

اسلام کے انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں حضرت کا ذکرِ خیر شامل کرانے کی سعادت مجھے نصیب ہوئی۔ یہ حضرت خواجہ احمد میروی نور اللہ مرقدہٗ کا روحانی تصرف بعد از وصال تھا۔ میں اس دور میں نظریاتی طور پر اُن کا شدید ترین مخالف تھا اور گدی نشینوں کا تو نام تک سننا گوارہ نہ تھا مگر نہ جانے حضرت موصوف کا ذکرِ خیر مشاہیر اسلام کے انسائیکلوپیڈیا میں شامل کرانے کے لیے ان پر ''مقالہ'' (آرٹیکل) لکھوانے پر کیوں آمادہ و مصر ہو رہا تھا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ کوئی غیر مرئی غیبی طاقت وقوت میرے دل و دماغ کو حضرت صاحب کی طرف مقناطیسی پاور کے ساتھ زبردستی زبردستی کھینچ رہی ہے اور بار بار میرے دل میں اِلقاء والہام ہو رہا تھا کہ آپ کو مشاہیر اسلام کی تاریخ میں ضرور شامل کیا جائے۔ بعض اوقات تو یہ محسوس ہوتا تھا کہ خواجہ صاحب بنفسِ نفیس مجھے مخاطب ہو کر ارشاد فرما رہے ہیں کہ میرے ساتھ اپنے تعلق کو قائم رکھو اور یہ مقالہ بھی اس تعلق کا ایک ذریعہ تھا۔ میں اس کشمکش میں تھا کہ ادارہ کے چیئرمین کو کیسے آمادہ کروں کہ وہ موصوف پر مقالہ لکھوا کر شامل اشاعت کریں۔ بالآخر میری سعی و کوشش سے شعبۂ اُردو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے چیئرمین ڈاکٹر سید عبد اللہ آپ پر مقالہ لکھوانے پر آمادہ ہو گئے اور کہا کہ کیا وہ صاحب تصنیف تھے اور اُن کا اسلامی موضوعات پر کوئی لٹریچر ہے اور اُن پر کوئی حوالہ جات کے لیے مأخذ و مواد ہے۔ اس سلسلے میں، خود لاعلم و بے خبر تھا مگر معاً میرے ذہن میں ڈاکٹر غلام جیلانی برق کا خیال آیا۔ وہ اٹک میں پروفیسر تھے اور اسی ضلع سے اُن کا تعلق تھا۔ انہیں مقالہ کے لیے خط لکھا گیا اور ساتھ یہ بھی گزارش کی گئی کہ مقالہ جلد مطلوب ہے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت پر مقالہ لکھ کر بھیج دیا جو ''میروی'' کے تحت انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں شائع ہو گیا۔ یہ بھی حضرت کا روحانی تصرف تھا کیوں کہ مقالہ نگار ڈاکٹر غلام جیلانی برق بھی پہلے گمراہ تھا اُس نے دو اسلام اور دو قرآن جیسی کتابیں لکھ کر علمائے اسلام سے نفرت کا اظہار کیا اور منکرینِ حدیث کا رویہ اختیار کیا مگر بعد ازاں گم گشتہ راہ ''برق'' اپنے سابقہ رویے سے تائب ہوا اور حضرت خواجہ احمدؒ پر مقالہ لکھنے کی سعادت سے بہرہ مند ہوا۔ حضرت خواجہ نور اللہ مرقدہٗ پر یہ مقالہ بعد از وصال اُنکے روحانی تصرف کا مظہر و کرامت ہے اور یہی مقالہ میرے لیے باعث ہدایت ہوا اور 1983ء میں مجھے وادیٔ ضلالت اور ظلمت سے نکال کر جادۂ مستقیم پر گامزن کر گیا۔ الحمد اللہ 1955ء سے دربار عالیہ میرا شریف سے منقطع تعلق پھر قائم ہوا۔ اور

اُردو دائرۂ معارف اسلامیہ [اُردو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام] مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی لاہور جلد ۲۱ صفحہ 954

کام پر لگا دیا تھا۔

مآخذ: (۱) Imperial Gazetteer of India، ۱۲: ۳۰۱ تا ۳۰۶؛ (۲) Rajputana Distt. Gazetteer، ۱۹۰۴ء۔

(ہدایت حسین [و ادارہ])

میرویؒ، خواجہ احمد: انیسویں صدی میں ضلع اٹک (پنجاب) کے ایک چشتی بزرگ، جو غالباً ۱۲۴۲ھ/۱۸۲۶ء میں پیدا ہوئے۔ آبا و اجداد دوآبہ رچنا میں آباد تھے۔ سکھا شاہی کی تباہ کاریوں کے باعث ان کے دادا ضلع ڈیرہ غازی خان میں ترک سکونت کر گئے۔ خواجہ احمد کی والدہ ان کی شیر خوارگی ہی میں وفات پا گئی تھیں؛ والد برخوردار کھو کھر ایک عابد پارسا بزرگ تھے اور خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ [رک بآں] سے نسبت باطنی رکھتے تھے۔ وہ وظائف و اوراد کے لیے اکثر جنگل میں چلے جاتے اور گاہے گاہے اپنے کمسن بیٹے کو بھی ساتھ لے جاتے۔ اس طرح ان کے دل میں بھی ذوق عبادت پیدا ہو گیا۔ چھے برس کی عمر میں انہوں نے قرآن مجید حفظ کر لیا۔ دس برس کے ہوئے تو والد وفات پا گئے اور خواجہ احمد اپنے ماموں کی کفالت میں آ گئے۔ انہوں نے نصاب کی ابتدائی کتابیں مختلف اساتذہ سے پڑھیں اور بالآخر خواجہ سلیمان تونسویؒ کی بیعت کر لی۔ پیر و مرشد کی وفات (۱۲۶۷ھ/۱۸۵۰ء) کے وقت ان کی عمر اندازاً پچیس برس تھی۔ انہوں نے اپنے مال مویشی کچھ فروخت کیے اور کچھ اقربا کو دیے اور خود تونسہ میں خواجہ صاحبؒ کے قائم کردہ مکتب میں علوم ظاہری کی تکمیل میں مصروف ہو گئے۔ [illegible] برس وہاں رہ کر صرف ونحو، منطق اور فقہ کی کتابیں پڑھیں۔ پھر تحصیل علم کے لیے عیسیٰ خیل، کشمیر، ایبٹ آباد، کلور کوٹ، ملتان، لاہور، اجمیر اور دہلی گئے اور درس نظامی کی تکمیل کی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد تونسہ واپس آ گئے جہاں خواجہ سلیمان تونسویؒ کے پوتے اور جانشین خواجہ اللہ بخشؒ تونسوی نے انہیں اجازت بیعت عطا کی۔ اس وقت ان کی عمر پچاس برس کے قریب تھی اور وہ کتاب و سنت کے عامل اور فقر اسلامی کا نمونہ تھے۔ ۱۸۸۲ء کے اوائل میں انہوں نے میرا کی ڈھوک کے پاس ایک چھوٹی سی مسجد میں رہائش اختیار کر لی۔ میرا ضلع اٹک میں پنڈی گھیب سے بیس میل مغرب میں واقع ہے۔ یہاں انہوں نے دینی علوم کا درس دینا شروع کیا۔ رفتہ رفتہ طالب علموں اور عقیدت مندوں کا ہجوم ہو گیا اور یہ غیر معروف بستی مرکز علم و عرفان بن گئی۔

خواجہ احمد میروی اتباع سنت کا بہت خیال رکھتے تھے۔ خلق و مروت، حلم و وفا اور استغنا کے پیکر تھے، عموماً سازوں کے بغیر قوالی سنتے۔ ان کا قول ہے کہ وہ [illegible] ہے جس سے اطاعت و تقویٰ کا شوق پیدا ہو [illegible] عادی کو کم خوری، شب خیزی اور تنہائی کی [illegible] اور فرماتے کہ سچا فقیر وہ ہے جس کا قرب دوسروں کی طرف مائل کر دے۔ میرا شریف میں انہوں نے [illegible] برس گزارے اور سہ شنبہ ۵ محرم ۱۳۳۰ھ/۲۵ [illegible] کو اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔

مآخذ: (۱) مولوی محمد نواز: ملفوظات حضرت میروی، غیر مطبوعہ؛ (۲) نور حسن فتح جنگی: بشارت الابرار، مطبوعہ لاہور؛ (۳) محمد رفیق الدین خطیب: خزینۂ حق، پشاور ۱۹۶۴ء؛ (۴) خواجہ فخر الدین: خواجہ احمد میروی، غیر مطبوعہ، مملوکہ محبوب حسین چشتی برہاری؛ (۵) محبوب حسین چشتی برہاری: خواجہ احمد، در سلسبیل، لاہور، اگست ۱۹۶۰ء۔

(غلام جیلانی برق)

میریہ: بلا ماریہ؛ رک بہ ماریا۔

المیزان: ترازو؛ مادہ و ز ن سے اسم آلہ؛ ایسے مختلف آلات جو کسی شے کو تولنے، کثافت

(عکس از: اُردو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام)

2 اگست 2003ء کو حضرت خواجہ کے مزارِ پُر انوار پر حاضری سے اُن کے فیوض و برکات سے مستفید ہو کر روحانی طور پر سیر شکم ہو گیا ہوں۔ راقم الحروف

مولوی غلام رسول ولد غلام مرتضیٰ اعوان ایم۔اے۔ایم۔او۔ایل (عربی) از پنجاب یونیورسٹی۔ فاضل عربی، فاضل فارسی)

محلہ مسلم ٹاؤن پنڈی گھیب۔ ضلع اٹک

اُردو دائرہ معارف اسلامیہ (اُردو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام) مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی لاہور، جلد 21، صفحہ 954

میروی خواجہ احمد: انیسویں صدی میں ضلع اٹک (پنجاب) کے ایک چشتی بزرگ، جو غالباً ۱۲۴۲ھ/ ۱۸۲۶ء میں پیدا ہوئے۔ آباد و اجداد دوآبہ رچنا میں آباد تھے۔ سکھا شاہی کی تباہ کاریوں کے باعث ان کے دادا ضلع ڈیرہ غازی خان میں ترک سکونت کر گئے۔ خواجہ احمد کی والدہ ان کی شیر خوارگی ہی میں وفات پا گئی تھیں، والد برخوردار کھوکھر ایک عابد پارسا بزرگ تھے اور خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ (رگ باں) سے نسبت باطنی رکھتے تھے۔ وہ ظائف و اوراد کے لیے اکثر جنگل میں چلے جاتے اور گاہے گاہے اپنے کمسن بیٹے کو بھی ساتھ لے جاتے۔ اس طرح ان کے دل میں بھی ذوق عبادت پیدا ہو گیا۔ چھے برس کی عمر میں انھوں نے قرآن مجید حفظ کر لیا۔ دس برس کے ہوئے تو والد وفات پا گئے اور خواجہ احمد اپنے ماموں کی کفالت میں آ گئے۔ انھوں نے نصاب کی ابتدائی کتابیں مختلف اساتذہ سے پڑھیں اور بالآخر خواجہ سلیمان تونسویؒ کی بیعت کر لی۔ پیرو مرشد کی وفات (۱۲۶۷ھ/ ۱۸۵۰ء) کے وقت ان کی عمر اندازاً پچیس برس تھی۔ انھوں نے اپنے مال مویشی کچھ فروخت کیے اور کچھ اقربا کو دیے اور خود تونسہ میں خواجہ صاحبؒ کی قائم کردہ مکتب میں علوم ظاہری کی تکمیل میں مصروف ہو گئے۔ 9 برس وہاں رہ کر صرف و نحو، منطق اور فقہ کی کتابیں پڑھیں۔ پھر تحصیل علم کے لیے عیسیٰ خیل، کشمیر، ایبٹ آباد، کلورکوٹ، ملتان، لاہور، اجمیر اور دہلی گئے اور درس نظامی کی تکمیل کی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد تونسہ واپس آ گئے۔ جہاں خواجہ سلیمان تونسویؒ کے پوتے اور جانشین خواجہ اللہ بخش تونسوی نے انھیں اجازت بیعت عطا کی۔ اس

وقت ان کی عمر پچاس برس کے قریب تھی اور وہ کتاب و سنت کے عامل اور فقر اسلامی کا نمونہ تھے۔ ۱۸۸۲ء کے نواح میں انھوں نے میرا کی ڈھوک کے پاس ایک چھوٹی سی مسجد میں رہائش اختیار کر لی۔ میرا ضلع اٹک میں پنڈی گھیب سے بیس میل مغرب میں واقع ہے۔ یہاں انھوں نے دینی علوم کا درس دینا شروع کیا۔ رفتہ رفتہ طالب علموں اور عقیدت مندوں کا ہجوم ہو گیا اور یہ غیر معروف بستی مرکز علم و عرفان بن گئی۔

خواجہ احمد میروی اتباع سنت کا بہت خیال رکھتے تھے۔ خلق و مروت، حلم و وفا اور استغنا کے پیکر تھے، عموماً سازوں کے بغیر قوالی سنتے۔ ان کا قول ہے کہ وہ سماع حلال ہے جس سے اطاعت و تقویٰ کا شوق پیدا ہو۔ لوگوں کو کم خوری، شب خیزی اور تنہائی کی تعلیم دیتے اور فرماتے کہ سچا فقیر وہ ہے جس کا قرب مولا کی طرف مائل کر دے۔ میرا شریف میں انھوں نے تیس برس گزارے اور سہ شنبہ ۵ محرم ۱۳۳۰ھ/ ۲۵ دسمبر ۱۹۱۲ء کو اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔

مآخذ

(۱) مولوی محمد نواز: ملفوظات حضرت میروی، غیر مطبوعہ۔ (۲) نور حسین فتح جنگی: بشارت الابرار: مطبوع لاہور۔ (۳) محمد ریاض الدین خطیب: خزینہ حق، پشاور ۱۹۶۷ء۔ (۴) خواجہ فخر الدین خواجہ احمد میروی، غیر مطبوعہ، مملوکہ محبوب حسین چشتی بریلوی۔ (۵) محبوب حسین چشتی بریلوی خواجہ احمد، در سلسبیل، لاہور، اگست ۱۹۷۰ء (غلام جیلانی برق)



اے کہ از جذبِ محبت مے روی
در جنابِ خواجہ احمد میروی
داستانِ خواجہ اندر گوش کن
ساغرِ عشق و محبت نوش کن

(مثنوی سفر معرفت)

حضرت خواجہ احمد میرویؒ کی بارگاہ میں جذبہ محبت کا توشہ لے کر حاضر ہونے والے، آپؒ کی داستان سن، اور عشق و محبت کا جام نوش کر۔

حضرت اعلیٰ میرویؒ اور
حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ

تحریر: پروفیسر محمد نصر اللہ معینی

حضرت اعلیٰ میرویؒ اور حضرت گولڑویؒ کا شمار ایک ہی سلسلہ سلوک میں منسلک ہم عصر صوفیاء کرام میں ہوتا ہے بلکہ حضرت میرویؒ سید پیر مہر علی شاہؒ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ کے پیر بھائی تھے۔ خزینہ حق اور مہر منیر سے پتہ چلتا ہے کہ دونوں بزرگوں کے درمیان باہمی محبت و اخلاص اور احترام کا رشتہ تھا۔

حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانحی کتاب مہر منیر باب ہفتم ص 404 پر مصنف علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

''حضرت خواجہ احمد میرویؒ کا ہمارے حضرت (سیدنا پیر مہر علی شاہؒ) کے ساتھ ارتباط تھا۔ باہم آمد و رفت اور خط و کتابت بھی تھی۔ وہ حضرت کے ساتھ اثنائے گفتگو آپ کو بڑے پیارے انداز میں ''لالو'' کہہ کر بلاتے جو بزبان پنجابی، بھائی کے مترادف ہے۔ ایک دو مرتبہ گولڑہ شریف میں تشریف لائے۔ قاضی عطاء الرسول صاحب سکنہ بدھو بیان کرتے ہیں کہ حضرت خواجہ احمد میرویؒ حضرت بابوجی مدظلہ العالی کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ جو اس وقت کم سن تھے اور صرف کی ابتدائی کتابیں پڑھ رہے تھے۔ حضرت قاری عبد الرحمان صاحب جونپوری کے درس میں بابوجی سے قرأت سن کر اس قدر متاثر ہوئے کہ انہیں بازو سے پکڑ کر حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کے پاس لے گئے اور فرمایا ''لالو! توجہ فرمائیے کہ یہ کچھ ہو جائے'' حضرت نے فرمایا ''آپ دعا کریں کہ کچھ نہ ہو'' اس پر خواجہ صاحب ہاتھ ہلا ہلا کر منع کرنے لگے کہ نہیں لالو نہیں ایسا نہ کہیے۔ دعا کیجئے کہ یہ بہت کچھ ہو حضرت (گولڑوی)

نے مسکرا کر فرمایا کہ اگر کچھ نہ ہو گا تو بہت کچھ ہو گا کیونکہ اس کوچہ میں کچھ نہ ہونا ہی سب کچھ ہوتا ہے ۔

تو مباش اصلا کمال ایں است و بس
رو درو گم شو وصال ایں است و بس

پھر دونوں حضرات نے ہاتھ اٹھا کر بارگاہ الٰہی میں ان کے حق میں دعا فرمائی جس کی قبولیت کا اثر آج ایک عالم پر آشکار ہے اللھم زدفزد

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ قادیانی معرکہ لاہور کے بعد حضرت خواجہ صاحب میرویؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر مرزا قادیانی حضرت پیر صاحب گولڑہ شریف کے روبرو آ جاتا تو پیر صاحب اپنی کرامت کے زور سے اس خناس کو جو گونا گوں وساوس کا باعث ہو رہا ہے، زمین کے اندر دھنسا دیتے“۔

حضرت پیر فتح شاہ صاحب خلیفہ مجاز حضرت اعلیٰ میرویؒ نے حضرت میرویؒ کے ایک مرتبہ گولڑہ شریف تشریف لے جانے کی چشم دید روداد یوں رقم کی ہے:۔

”گولڑہ شریف میں ایک بار تشریف ارزانی فرمائی۔ اس کی وجہ سخت صیغہ راز میں تھی۔ صرف حضرت ثانیؒ اور حضرت استاد صاحب فتح جنگی المعروف قاضی نور حسین صاحب نور اللہ مرقدہ پر راز منکشف تھا وہ بھی بتا کید اخفا۔ اس وقت عاجز کی عمر 13/14 سال تھی۔ بجلی کی طرح یہ خبر راولپنڈی اور مضافات میں پھیل گئی۔ چنانچہ دیوانہ وار اس صغرسنی میں بھی بلا معیت غیر حاضری نصیب ہوئی اور تمام دن تمام شب اور صبح اسٹیشن گولڑہ تک ہمرکابی نصیب رہی۔ صبح کی مجلس کے واقعات یاد سے محو ہو گئے، ایک واقعہ اس وقت تک لفظ بلفظ یاد ہے وہ یہ کہ

نماز عصر کے بعد حضور انور اور حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہما مسجد میں بجانب جنوب، نماز مغرب تک ہم نشیں رہے اور بزرگوں کے واقعات بیان ہوتے رہے۔ سامعین اس سے محظوظ ہوتے رہے کہ اچانک موذن نے اذان شروع کر دی۔ مولانا محمد غازی صاحب کو اس وقت سے جبکہ حضور (میرویؒ) نماز مغرب ہمیشہ ادا فرماتے تھے اختلاف تھا، بنا بریں دربار میرا شریف میں بھی برائے مناظرہ حاضر ہوئے تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ مولوی صاحب نکے

والے بلائے جائیں تا کہ تحقیق مسئلہ ہو جائے۔ لیکن مولانا غازی صاحب ان کے دلائل قویہ کے سامنے اس وقت خاموش ہو گئے لیکن آج کے دن ان کے ایما سے قاری عبد الرحمان صاحب نے اپنے پسندیدہ وقت میں اس لئے اذان کہلوائی کہ حضور (میرویؒ) اس وقت نماز پڑھ لیں گے اور بعد میں مولوی صاحب موصوف کے لئے یہ دلیل مضبوط ہو جائے گی۔

حضور میرویؒ نے ارشاد فرمایا مجھے تازہ وضو کرنا ہے۔ یہ ارشاد فرما کر آپ رہائش گاہ پر تشریف لے گئے یہ عاجز (فتح شاہ) حضرت پیر صاحب (گولڑوی) کے پاس بیٹھا رہا اور متعلقہ حالات گوش ہوش سے سنتا رہا۔ ایک دفعہ قاری صاحب نے عرض کیا نماز پڑھیں۔ حضرت پیر صاحب نے فرمایا فقیر صاحب کو تشریف لانے دو۔ دوبارہ عرض کی پھر یہی فرمایا سہ بارہ قاری صاحب نے کہا کہ نماز کو دیر ہو رہی ہے۔ اس وقت حضرت پیر صاحب نے پر جلال ارشاد فرمایا۔

”جب تک حضرت فقیر صاحب تشریف نہیں لائیں گے جماعت نہیں ہو گی۔ قاری صاحب اس نماز کا فکر نہ کرو اپنی نمازوں کا فکر کیا کرو۔ اگر اس نماز کی تاخیر کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہم سے پوچھا تو عرض کریں گے کہ آپ کے محبوب کی خاطر تاخیر ہو گئی تھی“۔

قاری صاحب بیٹھ گئے۔ اتنے میں حضرت تشریف فرما ہوئے تو اقامت شروع ہوئی یہ بھی یاد ہے کہ بوقت سحر پالکی مبارک اسٹیشن روانہ ہوئی اور اس عاجز کو پالکی اٹھانے کا اسٹیشن تک بے شمار دفعہ موقعہ ملا نماز صبح اسٹیشن پر ادا کی گئی۔

حضرت فتح شاہ صاحبؒ مزید لکھتے ہیں:۔

”اس دفعہ ماہ صفر ۱۳۷۰ھ میں مجھے ترگ جانا ہوا تو ماڑی انڈس سے حضرت مولانا محمد امام غزالی ثمن ملتان والے بھی شریک سفر ہوئے اور ایک دن رات اکٹھے رہے۔ دوران گفتگو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ میری بیعت بھی حضرت میرویؒ کی کمال کرامت اور شفقت کی وجہ سے ہوئی لیکن جب آنحضرتؒ کا وصال ہو گیا تو پریشان حال ہو کر گولڑہ شریف پہنچا اور حضرت پیر صاحبؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے بیعت کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ آپ کی بیعت تو میرا شریف ہے۔ میں نے عرض کیا آپؒ کے وصال کی وجہ سے پریشان ہوں۔ آپ نے فرمایا“۔

”مولوی صاحب حضرت خواجہ احمد میرویؒ بلا اطلاع تشریف لا رہے تھے۔ جس وقت مجھے علم ہوا تو فلاں مقام پر استقبال کے لئے پہنچا اور اس جگہ سے قیام گاہ تک میں

اپنے کندھے پر پالکی مبارک اٹھا کر لایا۔ حضور کا مقام آپ کو معلوم نہیں۔ کس طرح بیعت کر سکتا ہوں۔ آپ اسی طرف متوجہ رہیے۔ جو کچھ ملے گا اسی بارگاہ سے ملے گا۔"

راولپنڈی عدالت میں ملاقات

ایک شخص نے اپنی بیوی کو قتل کر دیا۔ مقدمہ جب سیشن جج راولپنڈی کی عدالت میں پیش ہوا تو اس نے بیان دیا کہ میں پاگل ہوں اور اس بیماری کے سلسلہ میں گولڑہ شریف اور میرا شریف جا کر تعویز حاصل کرتا رہا ہوں۔ انگریز جج نے دونوں بزرگوں کو عدالت میں گواہی کے لئے طلب کر لیا۔ یاد رہے حضرت خواجہ احمد میرویؒ انگریزوں کو اسلام کا بدترین دشمن سمجھتے تھے اس لئے ہمیشہ انگریز کی ملاقات سے سخت پرہیز فرماتے۔

گواہی کے روز جب عدالت کے سبزہ زار میں حضرت گولڑوی اور حضرت میرویؒ تشریف فرما ہوئے اور سلسلہ گفتگو کا آغاز ہوا تو حضرت پیر صاحب گولڑویؒ نے فرمایا "حضرت آپ تو انگریز کو دیکھنے سے بھی پرہیز کرتے ہیں آج کیا ہوگا؟"

حضرت خواجہ احمد میرویؒ نے فرمایا اس سے پہلے تو اللہ تعالیٰ نے پیران عظام کے صدقے محفوظ رکھا ہے۔ اب بھی اپنی حفاظت میں رکھے گا۔ پھر حضرت میرویؒ نے ہاتھ اٹھا کر فرمایا سب احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں انگریز کے سامنے ہونے سے بچائے۔ اتنے میں اطلاع آ گئی کہ ملزم نے عدالت میں بیان دیا ہے کہ میں نے محض زیارت کے لئے یہ بہانہ کیا تھا اور عدالت نے کہہ دیا ہے کہ اب بزرگوں کی گواہی کی کوئی ضرورت نہیں رہی۔ حضرت نے ملزم کی بات سن کر فرمایا سب دعا کریں اللہ تعالیٰ اس شخص کو بری بھی کر دے۔ چنانچہ بعد میں وہ ملزم بری بھی ہو گیا۔

حضرت خواجہ کی علالت اور وصال

سنت الٰہی ہے کہ جب وہ اپنے برگزیدہ بندوں سے اپنی مرضی کے مطابق کام لے لیتا ہے تو پھر انہیں اپنے حریم قدس میں بلا لیتا ہے۔ چنانچہ حضرت خواجہ میرویؒ بھی جب خدمت دین اور اصلاح خلق کا کام خوش اسلوبی سے نمٹا چکے تو محبوب حقیقی کی طرف سے بلاوا آ گیا۔ ۲۱ ماہ ذوالحج کو ہاتھ پر پھنسی کی تکلیف ہوئی جس سے بخار آنے لگا۔ شدید درد کے باوجود چہرہ اقدس کی بشاشت برقرار تھی۔ آخر ۵ محرم بروز بدھ ۱۳۳۰ھ کو یہ آفتاب ولایت دنیا کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

کتب نُما

مطالعہ کی میز سے

تبصرہ کے لیے ہر کتاب کے دو نسخے آنا ضروری ہیں اور تبصرہ ادارہ کی مرضی پر منحصر ہے

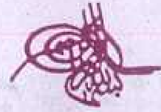
تبصرہ نگار...... ملک محبوب الرسول قادری

فیضانِ میروی...... از...... فخر الاولیا حضرت خواجہ محمد فخر الدین چشتی میروی رحمہ اللہ تعالیٰ

"فیضانِ میروی" قدوۃ الکاملین شیخ المشائخ حضرت خواجہ احمد میروی رحمہ اللہ تعالیٰ کے روح پرور حالات، نادر واقعات اور بصیرت افروز ملفوظات پر مشتمل ایک گراں قدر کتاب ہے جسے ایک بزرگ ہستی حضرت فخر الاولیاء خواجہ محمد فخر الدین چشتی میروی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذوقِ عرفان میں ڈوب کر تحریر کیا ہے جبکہ المکتبۃ المرتضویہ، ادارہ معین الاسلام بیربل شریف (مرتضیٰ آباد) ضلع سرگودھا نے کمال عقیدت و احترام سے بڑے اہتمام اور نفاست کے ساتھ شائع کیا ہے۔ کتاب کی تدوین جدید اور ترجمہ کی ذمہ داری پروفیسر محمد نصر اللہ معینی نے اپنے شیخ زادے اور اہل سنت کی عظیم بزرگ شخصیت حضرت علامہ صاحبزادہ پروفیسر محبوب حسین چشتی (سجادہ نشین دربار عالیہ بیربل شریف) کی تحریک و ایماء پر خوب نبھائی ہے۔ ڈاکٹر خواجہ عابد نظامی، ڈاکٹر پروفیسر خالق داد ملک، علامہ صاحبزادہ فقیر محمد اسماعیل الحسنی، بزرگ عالم دین علامہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی کے گراں قدر تاثرات کے علاوہ پروفیسر محمد نصر اللہ معینی کی طویل تقدیم اور مولف ملفوظات حضرت خواجہ محمد فخر الدین چشتی بیربلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے تعارف کے بعد اصل کتاب صفحہ نمبر 145 سے شروع ہوتی ہے اور 292 تک پھیلی ہوئی ہے۔ جس کا مطالعہ نہایت ایمان افروز اور روح پرور ہے۔ اسے ایک ولی کامل کی داستانِ حیات بھی کہا جا سکتا ہے اور ہم راہِ سلوک کے ایک انوکھے اور کامیاب راہی کی خودنوشت بھی کہہ سکتے ہیں جس میں بڑے انہماک، کمال عقیدت و محبت سے اپنے

شیخ کے ملفوظات ومعمولات کو زینتِ قرطاس بنایا گیا ہے چند صفحات ''حواشی فیضانِ مروی'' کے عنوان سے شامل کرنے کے بعد صفحہ نمبر 309 سے تیسرا باب ''مثنوی سفرِ معرفت'' قائم کیا گیا ہے جو دراصل فاضل مصنف کا ایسا کلام ہے جس میں موصوف نے اپنے شیخ طریقت کی باتوں کو دلنشیں رکھنے کے لیے ہی منظوم کر دیا تھا۔ یہ 278 اشعار پر محیط ہے۔ مولانا معینی نے نہایت سادہ، سلیس اور عام فہم ترجمہ کیا ہے اور مفاہیم کی روح کو برقرار رکھا ہے بلکہ اگر اس ترجمہ کو اشعار سے جدا کر کے مسلسل پڑھا جائے تو مستقل تحریر محسوس ہوتی ہے اس پر پروفیسر محمد نصر اللہ معینی مبارکباد، دادِ تحسین اور حوصلہ افزائی کے مستحق ہیں۔ ساری کتاب دو رنگوں میں چھاپی گئی ہے اور کاغذ نہایت عمدہ جبکہ مضبوط جلد، سرورق دیدہ زیب اور جاذب نظر ہے۔ کتاب کے کل 406 صفحات ہیں جبکہ ہدیہ صرف -/300 روپیہ۔ شائقین میں سے کوئی ٹیلی فون پر رابطہ کرنا چاہے تو موبائل نمبر 0300-4699863 یا 0333-4997658 ڈائل کرے۔ لاہور میں یہ کتاب مکتبہ جمال کرم 9 مرکز الاولیس دربار مارکیٹ سے دستیاب ہے اور محترم محمد احسان صدیقی سے رابطہ کے لیے 0321-430041 یا 042-7324948 پر کنٹکٹ ممکن ہے۔





اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَاسَیِّدِیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ
وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ یَاسَیِّدِیْ یَاحَبِیْبَ اللّٰہِ
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ
صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

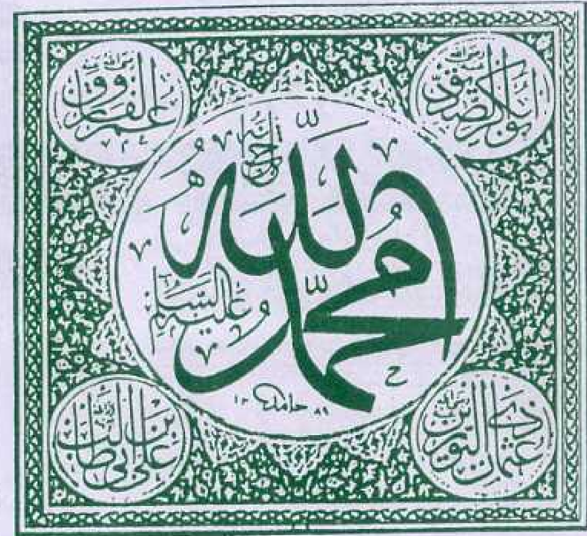
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ
هُوَ الْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُهٗ
لِكُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمِ
مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْكَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ
وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ
فَاِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْیَا وَضَرَّتَهَا
وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

پیر طریقت میجر (ر) محمد یعقوب سیفی

آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ سرگودھا روڈ تلہ گنگ

0300-5394964

حضرت خواجہ احمد میرویؒ کے صد سالہ عرس مبارک کے موقع پر جملہ ارادت مندوں کو **ہدیۂ تبریک** پیش کرتے ہیں اور اس بات کی خواہاں ہے کہ آپ کے روحانیت کے مشن کو آگے بڑھانے کا عہد کریں۔



میرا شریف سے متعلق لٹریچر پر ایک نظر

تعارفِ کتب

ترتیب و تخریج: عبدالرؤف مصطفائی

1- بدرِ منیر

بدرِ منیر حضرت خواجہ احمد میروی رحمتہ اللہ علیہ کے سوانح عمری پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب حضرت اعلیٰ میرویؒ کے حسب و نسب، خاندانی حالات، تصرفات و کرامات اور ارشادات کا حسین نچوڑ ہے۔ یہ طریقت و حقیقت کا گنجینہ نور ہے۔ حضرت مولانا محمد عثمان غنی اس کے مصنف ہیں۔ مصنف 1913ء کو چاولیاں (چکوال) میں پیدا ہوئے۔ آپ نے بریلی شریف میں تعلیم حاصل کی۔ حجۃ الاسلام شاہ حامد رضا خان، شاہ مصطفیٰ رضا خان اور صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی سے علمی استفادہ کیا۔ ان کی بیعت حضرت خواجہ احمد خانؒ (سجادہ نشین اول) میرا شریف سے تھی۔ آپ کا وصال 1998ء میں ہوا۔

2- گوڈری کا لعل

یہ کتاب حافظ سید لعل شاہ صاحب کے سوانح حیات پر مشتمل ہے۔ اس میں آپ کے ملفوظات اور کرامات شامل ہیں۔ سید لعل شاہ صاحب دوالمیال (پنڈ دادنخان) میں پیدا ہوئے۔ آپ نے مولانا غلام قادر بھیروی سے تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد بیعت کے لیے میرا شریف پہنچے۔ حضرت اعلیٰ میرویؒ نے آپ کے بیٹھے کے لیے حلوا نیاز کرایا اور اپنی کلاہ چارتر کی سر سے اتار کر شاہ صاحب کے سر پر رکھی۔ شاہ صاحب نے بیعت کے بعد وظیفہ پوچھا تو اعلیٰ حضرت میروی نے فرمایا "علم دین پھیلانے میں جدوجہد کرنا۔" یہی تمہارا وظیفہ

ہے آپ کو خلافت بھی میرا شریف سے عطا ہوئی۔ آپ مستجاب الدعوات تھے۔

3- بشارت الابرار

بشارت الابرار حضرت خواجہ احمد میروی رحمتہ اللہ علیہ کے مناقب پر لکھی گئی دوسری کتاب ہے۔ اس کے مؤلف مولانا نور حسین فتح جنگی ہیں۔ ان کا شمار کبار علماء کرام میں ہوتا ہے۔ آپ کے مشہور تلامذہ میں گڑھی شریف کے جانشین اور سجادہ نشین ثالث میرا شریف حضرت فقیر محمد عبداللہؒ شامل ہیں۔ مولانا نور حسین بارگاہ میروی کے خاص غلاموں میں سے تھے۔ آپ کا مزار فتح جنگ (اٹک) میں ہے۔

4- صیانة الاکیاس عن وسوسة الخناس

اس کتاب کی خاص بات یہ ہے کہ اس کو حضرت اعلیٰ میرویؒ کے حکم پر ترتیب دیا گیا۔ حضرت اعلیٰ میرویؒ اور پیر مہر علی شاہ (گولڑہ شریف) نے اس پر تقاریظ تحریر فرمائیں۔ جس نے اس کی عظمت کو چار چاند لگا دیے۔ اس کتاب کی فرمائش میاں جمعہ صاحب ہری پور (ہزارہ) نے کی تھی۔ اس کتاب کے مشہور موضوعات "تقلید شخصی، شروطِ جمعہ اور اذان میں انگوٹھے چومنا" ہیں۔

5- رسالہ مغربیہ

مذکورہ رسالہ میں نماز مغرب کے صحیح وقت کی تحقیق کی گئی ہے۔ اس کے مصنف حضرت اعلیٰ میرویؒ ہیں۔ آپ کے جملہ حالات پر مشتمل "انوارِ رضا" کا (خواجہ احمد میرویؒ نمبر) آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ رسالہ مغربیہ مکمل انوارِ رضا میں شائع کیا جا رہا ہے۔

6- فیضان میروی

حضرت خواجہ احمد میروی کے حالات و واقعات اور ملفوظات پر مشتمل یہ کتاب حضرت خواجہ محمد فخر الدین میروی نے تحریر کیا۔ آپ 29 جمادی الثانی 1304ھ کو بیربل شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ مستند عالم دین تھے۔ اس کے علاوہ ایک حاذق طبیب بھی تھے۔ آپ 4 شعبان 1328ھ کو میرا شریف میں حضرت اعلیٰ میروی کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور بعد میں خلافت عطا ہوئی۔ آپ کا مزار بیربل شریف میں مطلع انوار ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ (القرآن)

فیضانِ میروی

قدوۃ الکاملین شیخ المشائخ حضرت خواجہ احمد میرویؒ کے روح پرور حالات، نادر واقعات اور بصیرت افروز ملفوظات پر مشتمل ایک گراں قدر کتاب جسے ایک ولیٔ کامل نے اپنے ذوق عرفاں میں ڈوب کر تحریر کیا

تصنیف

فخر الاولیاء حضرت خواجہ محمد فخر الدین میروی چشتی رحمۃ اللہ علیہ

بیربل شریف

تدوین و ترجمہ

پروفیسر محمد نصر اللہ معینی
گورنمنٹ کالج راوی روڈ
شاہدرہ لاہور

بحسن سعی

پروفیسر صاحبزادہ محبوب حسین
زیب سجادہ بیربل شریف
ضلع سرگودھا

المکتبۃ المرتضویہ ادارہ معین الاسلام
بیربل شریف (مرتضیٰ آباد) ضلع سرگودھا 0300-4699863

(میرا شریف سے متعلق لٹریچر کے عکس)

بدر منیر

ذکر محبوب محبوبِ حق

سوانح عمری حضرت خواجہ احمد میروی میرا شریف ضلع اٹک

مصنف

حضرت علامہ مولانا الحاج محمد عثمان غنی چشتی رضوی میروی

چکوال

ناشر

مدرسہ اشاعت القرآن جامع مسجد حنفیہ چکوال

نقشِ اولیاء

مشائخ چشت بالخصوص خواجہ احمد میروی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خلفاء کا مختصر تذکرہ

از بشیر احمد رضوی

بدر منیر

سوانح عمری حضرت خواجہ احمد میروی میرا

مصنف

حضرت علامہ مولانا الحاج محمد عثمان غنی چشتی رضوی میروی چکوال

ناشر

مدرسہ اشاعت القرآن

جامع مسجد حنفیہ چکوال

مجلہ طبیہ

(میرا شریف سے متعلق لیٹریچر کے عکس)

تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان

بشارت الابرار

فی مناقب حضرت خواجہ احمد میروی

صاحب اسرار

م من تصنیف مولوی نور حسین صاحب فتح جنگی گرداور نکاح خوان

حسب الارشاد حضرت سجادہ نشین صاحب مولانا مولوی احمد خان صاحب

چکڑالوی دربار میرہ شریف بہ تردد عزیز اللہ طبع شد

ھو الحق ھو المعین

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

ان ھذہ تذکرۃ فمن شاء اتخذ الی ربہ سبیلا

گودڑی کا لعل

مؤلفہ

میاں لعل صاحب مولوی شاگرد امام مسجد تترال ضلع جہلم

یعنی

سوانح حیات و کرامات و ملفوظات وغیرہ حالات الحاج

الحافظ مولانا سید لعل شاہ صاحب خلیفہ میرا شریف قدس سرہ

ضلع جہلم

(میرا شریف سے متعلق لیٹریچر کے عکس)

گُل ہائے عقیدت بحضور

حضرت خواجہ احمد میروی رحمتہ اللہ علیہ

پروفیسر محمد اکرم رضا

خواجہ تری سرکار ہے رحمت کا خزانہ — قدموں کو تیرے چومنے آتا ہے زمانہ
اللہ کے فیضان کی تُو زندہ گواہی — اِس فقر میں شاہوں سے کہیں بڑھ کر ہے شاہی
اے پیر طریقت ہے گو تُو خُلد کا راہی — مرقد ہے ترا مرکزِ انوارِ الٰہی
سنتا ہوں یہیں آ کے میں ایماں کا ترانہ — ولیوں کی لڑی میں ہے تیری ذات نگینہ
ہر بحرِ طریقت میں چلا تیرا سفینہ — کچھ مانگنے کا بھی آتا نہیں مجھ کو قرینہ
کر نور سے پُر نور خدارا مرا سینہ — یہ آج کی خواہش نہیں قصہ ہے پرانا
ہے آج بھی یہ فیض کا چشمہ ترا جاری — مرقد پہ تصدق ہے ترے بادِ بہاری
ہر آن اُترتی ہے یہاں رحمتِ باری — سُن لیجئے خواجہ جی! مری نالہ و زاری
میں عاصی گنہگار ہوں دے بھیک خدارا — تقدیر نے مارا ہے نظر آئے کنارا
تو چاہے تو چمکے مری قسمت کا ستارا — شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را
اے بحرِ کرم مجھ کو خدارا نہ بھلانا — خواجہ تری سرکار ہے رحمت کا خزانہ

دربار عالیہ میرا شریف کے مقدس ماحول میں بانی دربار کے مزار پر انوار پر رات گئے لکھی اور ان کی بارگاہ میں پیش کی گئی۔

18 اپریل 1980ء 11 بجے شب۔

شجرہ شریف

اے خداوندا تو ذات کبریا کے واسطے
رحم کر مجھ پر محمد مصطفیٰ ﷺ کے واسطے
میں ہوا ہوں سخت زار اس بند محنت میں اسیر
کھول دے مشکل علی المرتضیٰ ؓ کے واسطے
خواجہ حسن بصری کا نام لاتا ہوں شفیع
شیخ عبدالواحد اہل بقا کے واسطے
فضل کر مجھ پر طفیل خواجہ ابن عیاض
شاہ ابراہیم بلخی بادشاہ کے واسطے
حضرت خواجہ حذیفہ کے لیے ٹک رحم کر
پھر ہبیرہ البصری صاحب ہدیٰ کے واسطے
خواجہ ممشاد کی خاطر میرا دل شاد کر
شیخ بو اسحاق قطب چشتیا کے واسطے
خواجہ ابدال بو احمد بو محمد مقتدا
خواجہ بو یوسف صاحب صفاء کے واسطے
خواجہ مودود حق اور خواجہ حاجی شریف
خواجہ عثمان اہل اقتداء کے واسطے
والیء ہندوستاں خواجہ معین الدین حسن
شیخ قطب الدین قطب الاتقیاء کے واسطے
کام کر شیریں طفیل خواجہ گنج شکر
اور نظام الدین محبوب اولیاء کے واسطے
دل کو روشن کر طفیل شاہ نصیرالدین چراغ
اور کمال الدین کمال اصفیاء کے واسطے

دور کر ظلمت سراج الدین و دنیا کے لیے
اور علم الحق والدین علم الہدیٰ کے واسطے
حضرت محمود راجن سرور دنیا و دیں
اور جمال الدین جمن صاحب صفا کے واسطے
شیخ حسن اور خواجہ شیخ محمد کے طفیل
حضرت یحییٰ مدنی مقتدا کے واسطے
فضل کر مجھ پر طفیل شاہ کلیم اللہ ولی
اور نظام الدین مقبول خدا کے واسطے
دین ودنیا کا وسیلہ پیر عالم فخر الدین
خواجہ نور محمد راہنما کے واسطے
وہ کہ شاہ ولائت اور نائب پیغمبری
اور ہے تخت سلیمان پر بھی جس کی داوری
حضرت خواجہ سلیمان دو جہاں کے دستگیر
قبلہ حاجات کعبہ مدعا کے واسطے
مسندِ تاج شریعت گوہر کانِ ہدیٰ
خواجہ احمد میروی راہنما کے واسطے
آفتاب اہل عرفاں شمع دینِ مصطفیٰ
خواجہ احمد خان سراج اولیاء کے واسطے
منبعِ جود وسخا اور پیکر صبر و رضا
خواجہ عبداللہ فقیر بے ریا کے واسطے
بخش دے اپنی محبت اور قطع کر ماسوا
صدقۂ پیرانِ شجرہء چشتیا کے واسطے

"الٰہی بکربت وغربت خاکِ راہ دردمندان احمدؒ عاقبت بخیر گرداں

ترجمہ:۔ الٰہی حضرت خواجہ احمد میرویؒ سے محبت کرنے والوں کی خاک راہ کی تکلیف ومسافری کے صدقے ان کی عاقبت بخیر فرما۔

رسالہ مغربیہ

از تبرکات

حضورِ پر نور سراج السالکین، زبدۃ الواصلین، فرید العصر

محبوب اللہ الصمد خواجۂ خواجگان

حضرت خواجہ احمد میروی قدس سرہٗ

مرتبہ

حضرت علامہ مولانا **محمد عثمان غنی** چشتی میروی بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ

فاضل بریلی شریف

یا اللہ جل جلالہٗ ۷۸۶ / ۹۲ / ۱ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم

حضور پُر نور سراج السالکین ۔ زبدۃ الواصلین

فرید العصر محبوب اللہ الصمد خواجۂ خواجگان خواجہ احمد میرویؒ

کا

جمع کردہ رسالہ الموسوم

بہ رسالۂ مغربیہ

جو قریباً ۸۰ سال کے لگ بھگ میرا شریف کے کتب خانہ میں گوشۂ خمول میں پڑا رہا۔ جس کی اشاعت کی طرف کسی نے توجہ نہ دی۔ الحمد للہ اس کے ترجمے اور ترتیب کی سعادت اس ناچیز کو حاصل ہوئی۔

؎ ایں سعادت بزورِ بازو نیست ٭ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ننگ اکابر الراجی الی اللہ محمد عثمان غنی چشتی میروی بریلوی

رسالہ مغربیہ کی قدیم اشاعت کا سرورق..............(عکس برائے ریکارڈ)

نام کتاب : ———— رسالۂ مغربیہ
نام مصنف وجامع : ———— حضرت خواجہ احمد میرویؒ
مترجم : ———— مولانا محمد فضل رسول صاحب مدرس اشاعت الاسلام چکوال
مصحح ومرتب : ———— محمد عثمان غنی خطیب چاولی (چکوال)
کتابت : ———— محمد اشرف نقاشی
مطبع : ———— ایس۔ٹی پرنٹرز گوالمنڈی، راولپنڈی
تعداد اشاعت : ———— ایک ہزار

(رسالہ مغربیہ کے قدیم اشاعت کی پرنٹ لائن)

۳

انتساب

میں اپنی اس ترتیب و چند سطور تمہید کو اپنے مرشد اعلیٰ حضور غریب نواز خواجہ احمد میروی کے جانشینان صاحبزادہ منظور احمد صاحب چشتی سجادہ نشین میرا شریف اور صاحبزادہ مقبول احمد صاحب چشتی ناظم اعلیٰ دربار میرا شریف کے نام نامیان و اسم گرامیان کے ساتھ منسوب کرتا ہوں جن کی کرم نوازیاں راقم کے شاملِ حال ہیں اور میری عزت کا باعث بنی ہوئی ہیں۔

یہ میرے حضرات ثلاثہ اور ان کے شہزادگان کی نظر کرم کا کرشمہ ہے۔

الٰہی تا بود خورشید و ماہی ٭ چراغ چشتیاں را نور دہ خدائی

ناچیز مرتب کنندہ

رسالہ مغربیہ کا انتساب

از: حضرت مولانا محمد عثمان غنی رحمہ اللہ تعالیٰ فاضل بریلی شریف

(قدیم نسخہ کا عکس برائے ریکارڈ)

حرفِ آغاز

یوں تو راولپنڈی ڈویژن میں اسلامی اور دینی مراکز، ہدایتِ خداوندی کے سرچشمے تصوف و فقر کی خانقاہیں بے شمار ہیں اور مختلف سلاسلِ فقراء (نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ) میں بڑے بڑے مشہور بزرگ مرجع خواص و عام گذرے ہیں۔ جن کے فیوضات و برکات سے ایک دنیا مستفید ہوئی۔ ہزار ہا گم گشتہ راہ افراد صراطِ مستقیم پر گامزن ہوئے۔ ان قدسی حضرات کے نفوس طیبات کی برکات سے لاتعداد بندگانِ خدا نے اپنی بگڑی قسمت کو سنوارا۔ بدلا ان کے دامن سے وابستہ ہو کر سینکڑوں آسمانِ شہرت پر باکمال ہو کر مثل ماہتاب چمکے۔ وہ بھی عُلَمَاءُ اُمَّتِی کَاَنْبِیَاءِ بَنِی اِسرائیل. کے مصداق تھے۔ مگر خاندانِ چشت اہل بہشت کے دو مشہور بزرگ حضور غریب نواز خواجہ احمدؒ میروی (میرا شریف ضلع اٹک) اور قبلۂ عالم ابحر العلوم حضرت پیر مہر علی شاہؒ شہرۂ آفاق حیثیت کے مالک اور نمایاں و خصوصی کمالات و اوصاف کا جامع پہنایا تھا۔ ان کی نظیر تیرھویں صدی ہجری میں خال خال نظر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی عنایت کسی پر یہ ہے کہ اُسے اپنے کام (تجدید دین۔ تبلیغ اسلام) کے لیے استعمال فرمائے۔ دونوں حضرات نے اپنے اپنے مزاج کے مطابق جو کام کیے وہ آپ کے سوانح حیات (مہر منیر۔ بشارت الابرار) میں موجود ہیں۔ اس ناکارہ (راقم الحروف) کو افسوس کے ساتھ لکھنا پڑا ہے کہ حضور اعلے میرویؒ کے کارنامے اور کئی اہم حالات پردۂ خفاء میں رہ گئے جن کے اظہار میں کسی نے دلچسپی نہیں لی۔ ہر دو حضرات میں گہری اور غیر معمولی محبت بھی تھی اور آپس میں اچھے مراسم و روابط بھی رکھتے تھے۔ جن کی طرف کسی اہلِ قلم و سوانح نگار نے توجہ نہ دی۔ تو ہب پسند دماغ رکھنے والوں۔ تعصب و حسد کی رَو میں بہنے والوں کو نظر انداز کرتے ہوئے ابھی ہزار ہا بندگانِ خدا سے خاک پائے غوث اعظم زیر سایۂ ہر ولی کا عقیدہ رکھنے والے اور ان بزرگوں کے عقیدتمند

مرید بقیدِ حیات ہیں جو اُن کا نام سن کر اپنا ایمان تازہ کرتے ہیں۔ اُن کے علم و فقر پر کامل یقین رکھتے ہیں۔ اُن کے زُہد و تقویٰ۔ خشیت و گریہ۔ عزیمت و توکل جُود و سخا۔ وسعتِ ظرف۔ محبت و محبوبیت سے خشک مزاج انسان بھی انکار نہیں کر سکتے۔ اُن کے بہت سے کمالات تو ہم ایسوں کی فکری پرواز سے بالاتر ہیں۔ اور کوتاہ بینوں کو نظر بھی وہاں نہیں پہنچ سکتی۔ اُن کے باہمی تعلقاتِ کماحقہ کو اگر تحریر میں لایا جاتا تو پتہ چلتا کہ ولی راولی مے شناسد کی صحیح تفسیر مرتب ہوگئی ہے۔ ممکن ہے کئی خشک مزاج اور تصوف سے نا آشنا اور فقر کے کوچہ سے نابلد بھی سبق حاصل کر لیتے۔ مگر زمانہ نبوی سے بُعد (دُوری) مغربی (یورپی) ماحول کا ہمارے معاشرہ پر چھا جانا۔ اسلام اور خصوصاً علم تصوف سے بیگانگی کے علاوہ میری ناقص رائے میں سب سے بڑی رکاوٹ یہ بنی ہے کہ لِلنَّاسِ فِیمَا یَعْشِقُوْنَ مَذَاهِبُ کے مطابق کسی نے ادھر توجہ بھی نہیں کی راقم الحروف کو اپنی کم علمی کے ساتھ اس بات کا بھی اعتراف ہے کہ کسی جامع شخصیتوں کے اوصاف و کمالات کے بارے میں قلم اٹھانا جن کے ساتھ اللہ جل مجدہٗ کا خاص اجتبائی معاملہ ہو۔ بہت نازک اور کٹھن مرحلہ ہے۔ ناواقف حضرات مبالغہ آرائی کا گمان کرنے لگ جاتے ہیں کہ پیراں نمے پرند مُریداں مے پرانند والا معاملہ ہے۔ اہل نظر کو کوتاہ بیانی اور مرتبہ ناشناسی کی شکایت رہتی ہے۔ اہل قلم میں سے نہ سونے کے ساتھ ساتھ محبت و الفت کے میدان میں اترنے کی صلاحیت بھی نہیں، اور مزید برآں کارگاہِ مودت کے اصولوں سے نا آشنائی بھی مانع ہے کہ اُن تمام واقعات کو احاطۂ تحریر میں لانے میں شاید کوئی قلمی لغزش نہ ہو جائے۔ اگرچہ مستند بزرگوں سے سنے ہوئے کئی واقعات میرے علم میں موجود ہیں جن کا کبھی کبھار تصور کر کے ایمان تازہ کرتا رہتا ہوں۔ اور سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اس مختصر مسودے میں اُن سب کا بیان کرنا میرا مقصد بھی نہیں ہے۔ ان چند سطور کو احاطۂ تحریر میں لانے کی عِلت غائیہ آخیر میں بیان ہو رہی ہے۔ بقول قائل لَایُدْرَکُ کُلُّهٗ لَایُتْرَکُ کُلُّهٗ. کے دو چار واقعات اُن کے مقام کو اُجاگر کرنے کے لیے بطورِ مُشتے نمونہ از خروار بیان کر رہا ہوں۔

طوفانِ نوح لانے سے ہے کیا فائدہ
دو قطرے بھی کافی ہیں اگر کچھ اثر کریں

چونکہ زیرِ نظر تالیف حضور اعلیٰ غریب نواز میرویؒ کی فرمائش اور زیرِ نگرانی اسی باہمی سلسلۂ مؤدت و محبت میں ایک واقعہ کے رُونما ہونے کے بعد مرتب کی گئی ہے۔ جس کے ترجمہ کرنے کی سعادت راقم کو حاصل ہو رہی ہے۔ اس لیے چند سربستہ رازوں کو پردۂ اِخفاء سے منصۂ شہود پر لانے کی ضرورت محسوس کی گئی ہے حاشا و کلا شہرت مطلوب ہے نا ریاء وُسمعاء اور نہ کوئی دنیاوی و سیاسی غرض مقصود ہے محض اہلِ اللہ کی سچی عقیدت کا ایک عملی ثبوت پیش کرنے کی جرأت کی گئی ہے۔

واقعہ نمبر1: موضع لانبوالہ متصل کوٹ سردار فتح خان (ضلع اٹک) میں کسی شخص نے اپنی بیوی کو قتل کر دیا تھا۔ ان دنوں اٹک (سابق کیمبل پور) ضلع نہیں بنا تھا۔ موضع مذکورہ ضلع راولپنڈی سے متعلق تھا قاتل سیشن سپرد ہو گیا اُس نے بطور صفائی اِن دونوں حضرات (حضور اعلیٰ میرویؒ۔ حضور اعلیٰ گولڑویؒ) کو گواہ لکھوایا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ بچنے کی امید تو مشکل ہے۔ مرنے سے پہلے ان دونوں بزرگوں کی زیارت ہو جائے گی۔ اور گواہ پیش کرنے کی وجہ بیان کی کہ میرا دماغی توازن کبھی کبھار سخت خراب ہو جاتا ہے اور یہ قتل بھی مجھ سے اسی سبب سے ہوا ہے۔ میں ان دونوں بزرگوں کے پاس بغرض دعا و تعویذات حاضر ہوا کرتا تھا۔ تاریخ موعودہ (پیشگی) پر ہر دونوں بزرگ بذریعہ تعمیل سمن راولپنڈی پہنچ گئے۔ گرمی کا موسم تھا۔ عدالت سیشن کے باہر درختوں کے سائے میں جا بیٹھے۔ پُر تپاک معانقہ و مصافحہ کے بعد مختصر سی گفتگو کے بعد سلسلۂ کلام اس طرح چلا کہ ایک دوسرے سے محبت آمیز الفاظ میں دُعا کا اصرار شروع ہوا۔ حضور اعلیٰ میروی فرماتے کہ آپ دُعا فرمائیں کہ کچہری میں پیش ہونے کی نوبت ہی نہ آئے اور حضور گولڑویؒ فرماتے آپ دعا فرمائیں۔ اس دُعا میں پوشیدہ راز یہ تھا کہ حضور اعلیٰ غریب نواز میروی کی ایک دُعا یہ بھی ہوتی تھی کہ اللہ العالمین مجھے کسی سُرخ فام (انگریز) کا منہ بھی نہ دکھانا۔ قارئینِ کرام مقامِ غور ہے۔ مادر زاد والی اللہ جو تقوے' کے بلند مقام پر فائز تھا۔ اس متقی و برگزیدہ بندہ خدام کا اتنا تقوے جس پر اُسے شرع مجبور نہیں کرتی تھی مگر پھر بھی انگریز کے منہ دیکھنے کا روا دار نہیں ہونا چاہتا اللہ تیری شانِ کریمی آج اُس نبی اُمی صلے اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و اُمی کی امت کا ایک جمِ غفیر تمام ممالک اسلامیہ میں لباس۔ خوراک، حلیہ و شکل، نشست برخواست، معاملات و معمولات

میں انگریز کی تقلید کو فخر سمجھ رہا ہے۔

محوِ حیرت ہوں کہ دُنیا کیا سے کیا ہو جائے گا

حضور اعلیٰ کے تقویٰ کے واقعات بیان کرنے کے لیے ایک دفتر درکار ہے۔ خود و سید المتقین اور امام الزاہدین تھے ہی بلکہ متقیوں کی ایک ایسی خلوص، صفائی تجرد ماسوی سے قطع تعلق میں یگانہ روزگار ہو گذرا ہے۔

حضور بسالویؒ، حضور ثانی (مولینا احمد خان صاحبؒ)، سید احمد شاہ صاحب فتح جنگیؒ المعروف سوہنے شاہ پیر، اُستاد حضرت جلال الدین صاحبؒ المعروف جھگی والے۔ استاد صالح محمدؒ، مولینا اکبر علی صاحبؒ میانوالی۔ مولینا فخر الدینؒ۔ بیربلوی۔ مولینا احمد نور صاحب جاولی۔ سید فیض اللہ شاہؒ صاحب چھمبر سیداں شریف۔ حاجی فضل کریمؒ صاحب چکوال۔ سید غلام حسین شاہ صاحب جھنگ المعروف بابا کونے شاہ۔ حافظ بدرالدین صاحب ہچوں صد ہا بزرگ آپ کی صحبت وفیض سے مستفید ہوئے۔ ان مذکورہ بالا بزرگوں کو دیکھنے ولے ہزار ہا لوگ آج بھی موجود ہیں کہ ان کے چہروں سے سورج روشن ہوتا تھا۔ دیکھنے سے خدا یاد آتا تھا۔ راقم الحروف نے ماسوائے استاد صاحب جھگی والوں کے باقی سب کی زیارت کی ہے۔ مجھے اللہ کے فضل وکرم سے اُمید واثق ہے کہ ان حضرات کی زیارت ہی میری نجات کی کفیل بن جائے گی۔ حضورِ اعلیٰ غریب نواز نے پوری زندگی تقویٰ اور سنت رسول کی پیروی میں گذای مستحبات و مندوبات کے ترک کو گوارا نہیں کیا۔ وفات سے قبل اپنے غلاموں اور مریدوں۔ جانشینوں کو جس تقوے پر ساری زندگی گذاری تھی کی تبلیغ و وصیت بمطابق وصیت یعقوب علیہ السلام فرما گئے۔ یعقوب علیہ السلام کا فرمان پارہ اول سورۂ بقرہ میں اِن الفاظ کے ساتھ موجود ہے۔ اِذْقَالَ لِبَنِیْهِ مَاتَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ. اے من بعد موتی۔ میرے وصال کے بعد کسی کی عبادت کرو گے۔ یہ آیۂ کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ انبیاء علیہ السلام کو زندگی کی طرح اپنے آخری وقت میں بھی سب سے مقدم فکر دین کی ہوتی ہے۔ اس سے سابقہ آیت میں تو صراحۃً تاکید فرما دی۔ اِنَّ اللّٰہ اصطفیٰ لَکُمُ الدِّیْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وانتم مُسْلِمُوْنَ. میرے پیارے بیٹو اللہ تعالے نے تمہارے لیے دینِ اسلام کو پسند فرمایا۔ تم دُنیا سے مُسلم (مطیع، فرمانبردار) کی حالت میں

رخصت ہو۔

ایسا ہی مرشد برحق محبوب اللہ الصمد خواجہ احمد میروی بمصداق۔ کُلُّ وَلِیّ لَهٗ قَدَمٌ الخ کے سنتِ یعقوبی کے مطابق آخری وقت اپنے جانشینوں اور متعلقین کو وہی تقوی جو اُن کو اپنا اوڑھنا بچھونا تھا کی وصیت فرمارہے ہیں۔ تاکید فرمارہے ہیں۔ وصیت نامہ کے آخری الفاظ سونے سے تولنے اور حرزِ جان (تعویذ) بنانے کے لائق اور قابل ہیں۔ وصیت تحریر کرنے کا حکم دیا اور اس میں لکھوایا کہ جو درویش اس آستانہ پر مقیم ہوں۔ یہاں ہی بیٹھ کر اللہ اللہ کریں مضمونِ وصیت کے آخری الفاظ یہ ہیں، بردرِ ہیچ دنیا دار نہ روند کسی دنیا دار کے دروازے پر نہ جائیں۔ مردِ کامل کی قوتِ ایمانی وعملی کا کوئی اندازہ کر سکتا ہے۔

آپ کو اہلِ اللہ و اہلِ علم حضرات سے خصوصی محبت تھی۔ ویسے تو ہر کہ ومہ کو لالو کہہ کر پکارتے تھے۔ ایسے دُنیا دار جو دین سے رغبت نہ رکھتے ہوں کو پسند نہ فرماتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے۔ علمائے ربانیین کے جوتے اور ہمارے سر اور ہمارے جوتے اور دنیا داروں کے سر۔ دیو بندی مکتبہ فکر کا ماہنامہ رسالہ البلاغ کراچی بابت ماہ رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ پر علامہ انور شاہ صاحب کا قول نقل کرتا ہے آپ دورۂ حدیث کے فارغ التحصیل طلبہ کو فرمایا کرتے تھے۔ دیکھو خواہ کتنی بار بخاری شریفِ ختم کرلو (پڑھو) مگر جب تک اہلِ اللہ (علم والوں) کی جوتیاں سیدھی نہ کروں گے۔ حقیقت اور رُوحِ علم سے محروم رہو گے۔ اور یہ بھی فرماتے تھے کہ اللہ والوں کی جوتیوں کے خاک کے ذرات سلاطین دنیا کے تاجوں کے موتیوں سے افضل ہیں۔

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق
گر ملک باشد سیَہ باشد ورق

(رومی)

خدا اور اُس محبوبوں کی عنایات کے بغیر کامیابی نہیں۔

میرا شریف کے سالانہ عرس کی آخری محفل (دن) میں علمائے کرام کی خصوصی دعوت ہوا کرتی تھی ایک دفعہ ایک مولوی صاحب جو کہ آپ کے خلفائے اعظم میں سے تھے۔ انہوں نے مسجد میں جوتیاں اس طرح رکھیں کہ جوتیوں کی پشت (پچھلا حصہ) قبلہ کی

طرف کر دی۔ آپ کی نظر جوتیوں پر پڑ گئی اپنے ہاتھ مبارک سے اُن کو اٹھا کر اُن کا مُنہ قبلہ کی طرف کر دیا اور فرمایا کہ مجھ سے مولوی صاحب کی جوتیوں کی بے ادبی ہوگئی ہے۔ مولوی صاحب حضرت کے فعل وقول سے سخت شرمندہ ہوئے اور سمجھ گئے کہ جوتیاں مسجد میں اس طرح رکھنی چاہیں۔ علمائے ربانیین میں حضرت مولٰنا محمود گنجوی (گجرات) سے مثنوی شریف نجی محفل میں سُنا کرتے تھے اُن کے لحنِ داؤدی کے ساتھ اشعار پڑھنے سے آپ بے حد محظوظ ہوتے تھے مولٰنا آپ کی خصوصی توجہ اور عنایت سے مستفید ہوئے ہیں۔ (ف) پنجاب میں مولٰنا محمود گنجوی اور ہندوستان میں شاہ محمد سلیمان پھلواری شریف (پٹنہ) صوبہ بہار جیسا مثنوی خوان تا حال پیدا نہ ہوسکا۔

حریفاں بادہ ہا خوروند ورفتند
تہی خمخانہ ہا کر دند ور فتند

تقویٰ کے سلسلہ میں بمطابق کَلِمَةُ الْحِكْمَةِ ضَالَّةُ الْمُؤْمِن الخ کے ماتحت ایک اور اسی نوعیت کا واقعہ قارئین کی دلچسپی اور رہنمائی کے سپردِ قلم کرنا مناسب سمجھتا ہوں جو دیو بندی مکتبۂ فکر کا ایک ماہنامہ میں پڑھا گیا۔

یو۔ پی کے ضلع مظفر نگر کے مردم خیز قصبہ کاندھا میں ایک قطعۂ زمین پر ہندو مسلم نزاع شدت کی شکل اختیار کر گیا۔ مقدمہ انگریز مجسٹریٹ کے پاس پہنچ گیا۔ فاضل مجسٹریٹ نے نزاع ختم کرنے کے لیے فریقین کو ایک متفق علیہ ثالث کا نام پیش کرنے کو کہا مسلمان ابھی خاموش ہی تھے کہ ہندوؤں نے مفتی الٰہی بخش صاحب مرحوم شاگرد رشید حضرت مولٰنا حضرت مولٰنا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کا نام پیش کر دیا۔ مسلمان بھی خاموش ہو گئے۔ مفتی صاحب کے نام نوٹس پونچا تو انہوں نے فرمایا۔ میں نے قسم کھائی ہوئی ہے کہ انگریز کا مُنہ بھی نہ دیکھوں گا۔ میں گواہی کیسے دُوں۔ مجسٹریٹ نے دوبارہ پیغام بھیجا۔ آپ تشریف لائیں اور میری طرف پیٹھ کر کے دوٹوک بات فرما جائیں۔ اس شرط پر مفتی صاحب عدالت میں آئے اور مجسٹریٹ کی طرف پیٹھ کر کے کہا جگہ فی الواقع ہندوؤں کی ہے۔ مسلمانوں نے مفتی صاحب کی بات سُنی تو اُن کے پاؤں سے زمین نکل گئی۔ بقول مضمون نگار مفتی صاحب کے بیان سے بظاہر تو مسلمان کو شکست ہوئی۔ لیکن مفتی صاحب نے

اسلام کا بول بالا کر دیا۔ بانیٔ اسلام کی لاج رکھ لی۔ مفتی صاحب کی گواہی کے بعد کئی ہندو مسلمان ہو گئے۔ اقبال مرحوم ایسے مسلمانوں کی یاد میں رو کر خدا کے دربار میں عرض کرتا ہے۔

تیری محفل بھی گئی تیرے چاہنے والے بھی گئے
شب کی آہیں بھی گئیں سحر کے نالے بھی گئے

الغرض راولپنڈی سیشن جج کی کچہری کے احاطہ میں دونوں بزرگ شفقت و پیار کی گفتگو میں مصروف تھے۔ سُرخ خام (انگریز) چڑاسی بھیجتا ہے کہ اُس گودڑی پوش فقیر (خواجہ احمد میرویؒ) کو جا کر کہو کہ تمہیں رخصت ہے تم میں سے کسی کی گواہی کی ضرورت نہیں ہے۔ اور ساتھ ہی ملزم کو بھی بری کر دیا۔ اس غریب کا حیلہ اُس کے کام آ گیا۔

بداں را بہ نیکاں یہ بخشد کریم

کا مصداق بن گیا۔ ان کے چلے جانے کے بعد انگریز جج نے اپنے اہلِ کاروں سے کہا کہ اگر وہ شخص (خواجہ احمد میرویؒ) تھوڑی دیر اور یہاں بیٹھا رہتا تو مجھے اپنی جان کے ضائع ہونے کا خطرہ لاحق ہو گیا تھا۔ خدا نے اپنے پیاروں کی لاج رکھ لی۔ اور انگریز کو دیکھے بغیر مردِ خدا واپس ہوا۔ وہ منظر بھی دیکھنے والوں کے لیے کتنا مسرور کُن اور عجیب ہو گا جب یہ دونوں بزرگ وہاں اکٹھے ہوئے۔ بیٹھے اور پھر اکٹھے واپس ہوئے۔

واقعہ نمبر 2: اسی موقعہ پر راولپنڈی شہر کے لوگ ان حضرات کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ ہماری بڑی خوش قسمتی ہے کہ حُسنِ اتفاق سے آپ اکٹھے تشریف فرما ہو چکے ہیں۔ ہم نے مرکزی جامع مسجد کا سنگِ بنیاد رکھنا ہے مہربانی فرما کر افتتاح فرما جائیں۔ اہالیانِ شہر کی دعوت قبول فرمائی گئی۔ موجودہ مرکزی جامع مسجد راولپنڈی کا سنگِ بنیاد انہی ہر دونوں بزرگوں کے دستِ مبارک کا رکھا ہوا ہے اور اُن ہی کے قدوم میمنت لزوم کی برکت کا نتیجہ ہے کہ یہ مسجد آج تک مرجع خاص و عام۔ بارونق۔ ہر وقت نمازیوں اور زائرین سے پُر رہتی ہے اور اہل سنت و جماعت (بریلوی مسلک) کے خُطباء کے زیر اثر ہے۔ بڑی بڑی ملکی و ملی کانفرنسیں اس میں منعقد ہوئیں۔

واقعہ نمبر 3: حضورِ اعلیٰ میرویؒ قبلۂ عالم گولڑوی سے عمر میں کچھ بڑے تھے۔ آخری عمر میں بحالتِ ضعف میرا شریف سے باہر جانے کی ضرورت پڑتی تو آپ کو خدام پالکی میں

بٹھا کر اِدھر اُدھر لے جایا کرتے تھے۔ اُس ہی دوران آپ کو گولڑہ شریف بسلسلۂ تعزیت جانا پڑا جو آپس میں اظہارِ محبت کا عملی ثبوت تھا کہ خود ایسی کمزوری کی حالت میں تشریف لے گئے ورنہ آج کل کی رسم کے مطابق جبکہ بذریعہ خط، تار، خادم یا نمائندہ بھیج کر رسمِ تعزیت ادا ہو رہی ہے۔ آپ بھی ادا فرما سکتے تھے مگر ایسا نہ کیا گیا۔ آپ گولڑہ شریف اسٹیشن پر ریل سے اترے۔ وہاں سے خدام آپ کو پالکی میں بٹھا کر دربارِ غوثیہ کی طرف لے کر چلے۔ دربار شریف کے قریب جب آپ پہنچے۔ حضورِ اعلیٰ گولڑوی علیہ الرحمۃ کو آپ کو آمد کی اطلاع ملی۔ آپ استقبال کے لیے آگے آئے۔ معتبر رُواۃ کے اقوال کے مطابق آپ نے اپنے معزز مہمان کی پالکی کو بطورِ محبت مختصر سا کندھا بھی دیا۔ (ف) مولوی میاں محمد صاحب مرحوم آف حاصل وروال جو حضور اعلیٰ میرویؒ کے غلام اور مرید تھے۔ اس سفر میں آپ کے ہمراہ تھے انہوں نے مجھ سے حلفاً بیان کیا کہ میں نے بچشم خود یہ نظارہ دیکھا۔ باہمی محبت کا اس سے بڑھ کر کوئی ثبوت ہو سکتا ہے۔ نیز حضور اعلیٰ گولڑویؒ نے نہد شاخ پُر میوہ سر بر زمین، کا عملی سبق بھی دیا۔

واقعہ نمبر4: اسی موقع پر آپ کو گولڑہ شریف رات کا قیام آ گیا کیونکہ آپ نمازِ مغرب سے کچھ دیر پہلے پہنچے تھے۔ نمازِ مغرب کی ادائیگی کا وقت آیا۔ حضور اعلیٰ میرویؒ ہر نماز کے لیے نیا وضو، تکبیرِ اولیٰ اور صف اوّل شامل ہونے کے عادی تھے۔ اور نمازِ مغرب میں تاخیر بقدرِ یسیر (تھوڑی دیر) کے عامل تھے۔ اُن دِنوں گولڑہ شریف بھی میں مولٰنا محمد غازی صاحب مرحوم و مغفور استاد حضرت بابوجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس امامت کے فرائض ادا کیا کرتے تھے۔ مولوی صاحب مذکورہ نمازِ مغرب میں تعجیل بقدرِ یسیر (تھوڑی جلدی) کو پسند کرتے تھے۔ اگر چہ حضورِ اعلیٰ گولڑوی علیہ الرحمۃ نے اپنے مہمان خصوصی و محب مخلص کی عزت و عظمت کے پیشِ نظر اُسی وقت نماز ادا کرنے کا حکم دیا۔ جو حضرت میرویؒ کا معمول تھا۔ لیکن اِس طریق کار سے مولٰنا محمد غازی صاحب جب کچھ رنجیدہ خاطر ہوہ گئے۔ اور بقول راوی مولوی میاں محمد صاحب آف حاصل و روال حضرت گولڑویؒ نے مولوی صاحب کو یہاں تک فرما دیا۔ کہ آج کی نماز کی اس تاخیر کی تم پر پُرسش ہوئی تو میرا نام لے لینا کہ مہر علی شاہ نے اپنے ایک معزز مہمان کے لیے مجھ سے تاخیر کرائی تھی۔ معاملہ

بھی دو چار منٹ کا تھا جو عموماً ہر جگہ ہوتا رہتا ہے۔ مگر ان حضرات کی سچی محبت کی یہ ایک دلیل ہے کیا اسی باہمی محبت و تعلق کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔

گولڑہ شریف کے اس سفر سے واپسی پر حضور اعلیٰ غریب نواز میرویؒ نے میرا شریف جا کر نمازِ مغرب کی صحیح ادائیگی اور افطارِ صوم کا صحیح وقت سنت رسول اور فقۂ امام ابو حنیفہؒ کی روشنی میں کتب متداولہ سے اخذ کر کے جمع کرنے کا حکم دیا۔ آپ کی نگرانی و سرپرستی میں خلفائے عظام جو تمام کے تمام مستند عالم تھے۔

خلفائے عظام کی کوشش سے قلمی مسودہ تیار ہو گیا۔ جو مدت تک میرا شریف لائبریری (کتب خانہ) میں پڑا رہا۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اسے شائع کرنے میں کونسی چیز مانع ہوئی۔ یہ میرا قیاس ہی ہے کہ اُن دنوں دربار عالیہ میرا شریف کے متوسلین و معتقدین خصوصاً خلفاء و ساکنین دربار نے تحصیلِ علم۔ گوشہ نشینی، چلہ کشی، ذکر و فکر، مراقبہ حبسِ نفس اور وظائف خوانی کی طرف زیادہ توجہ رکھی ہوئی تھی شاید یہی مشاغل مانع ہو گئے ہوں اور حضور اعلیٰ کا وصال بھی اسی کے قریب ہی ہو گیا تھا حضور اعلیٰ کے ملفوظات، کلمات، طیبات جو در نایاب اور انموں ہوتی تھی انہیں اور آپ کے دوسرے سوانح حیات و واقعات کو تحریر میں لانے کی کوشش نہیں کی گئی۔ اگر آپ کے ملفوظات اور اہم کوائف کو اُس وقت تحریری شکل میں جمع کر دیا ہوتا تو ایک بہت بڑا علمی و روحانی ذخیرہ پردۂ اخفاء میں نہ رہتا۔

خدا خوش رکھے مولوی عنایت اللہ صاحب آف چکڑالہ (ضلع میانوالی) جو حضور ثانی و ثالث علیہ الرحمۃ کے خاندان سے تعلق رکھنے والے ہیں اور کئی سال نواب صاحب آف کالا باغ کی مسجد کے خطیب رہے ہیں۔ پرانے علماء سے ہیں ان ایام میں زیادہ وقت مَیرا شریف گذارتے ہیں جو پیشہ ور علماء و اعظین کی بجائے مستند علماء کے قدر دان اور اُن کے ساتھ تعلق رکھنے کے عادی ہیں۔ بمطابق المؤمن مِرْاۃُ المؤمن ایک مومن دوسرے مومن کے لیے بمنزلہ شیشہ کے ہے۔

دل مومن دا شیشے وانگن اک دُوجے دے کارن

(عارف کھڑی شریف)

موصوف مجھ سے اپنے حُسنِ ظن اور مذکورہ بالا مقولہ کے مطابق اپنی محبت کا اظہار

کرتے ہیں۔ حالانکہ میں تو علمائے ربانیین کا کفش بردار رہا ہوں مجھے بڑا عالم ہونے کا دعویٰ نہیں البتہ

أُحِبُّ الصَّالِحِينَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ
لَعَلَّ اللّٰهَ يَرْزُقُنِي صَلَاحاً

صالحین (علماء ربانیین۔ اولیا) سے محبت وعقیدت ضرور رکھتا ہوں۔ خود اُن جیسا نہیں۔شاید اللہ تعالیٰ مجھ میں یہ صلاحیت پیدا کر دے) مجھے جب بھی مُیرا شریف حاضر ہونے کا موقعہ نصیب ہوتا ہے تو مولوی صاحب عنایت اللہ صاحب میرے ڈیرہ (قیام گاہ) پر تشریف لے آتے ہیں۔ عُرس کے موقعہ پر حضرت صاحبزادگان مدظلہ سے پوچھتے رہتے ہیں آیا ہے یا نہیں اور آیا ہے تو کس جگہ ڈیرہ لیا ہے۔ تشریف لاتے ہیں۔ علمی گفتگو اور علمائے اسلاف کا ذکر ہوتا ہے۔ پچھلے عُرس حضور ثانی علیہ الرحمۃ منعقدہ ۱۹ تا ۲۱ صفر ۱۴۰۲ھ پر انہوں نے حضورِ اعلیٰ کا تحریر کرایا ہوا وہ قلمی نسخہ جو نماز مغرب کی ادائیگی اور افطار صوم پر مشتمل تھا۔ مجھے دکھایا میں نے سر آنکھوں پر رکھا۔ اُن سے مطالعہ کے لیے لے آیا۔ گھر آ کر خیال آیا کہ اگر اس کا ترجمہ کر کے اسے چھپوا دیا جائے تو بہتر رہے گا انما الاعمال بالنیات الخ کے ضمن میرا مقصد یہ تھا کہ علمائے کرام خصوصاً اور دیگر عام دیندار اور میرا شریف سے تعلق رکھنے والوں کو اس بات کا پتہ چل جائے کہ حضور اعلیٰ میرویؒ اپنے وقت کے صرف بے مثال ولی کامل اور فقر میں بلند مرتبہ کے مالک ہی نہ تھے۔ بلکہ ایک محقق وجید عالم بھی تھے۔ زیرِ نظر تصنیف و تالیف میں آپ کی تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کو فقہ پر کتنا عبور تھا۔ اس مسودہ کو تحریر میں لانے والے مولانا مولوی محمد نواز صاحب مرحوم ومغفور آف کوٹ جائیاں تشریف لے گئے۔ اُن کے مزار پر حاضری دی۔ ان کے مزار پر حاضری میں مجھے بہت روحانی سرور محسوس ہوا جو صاحب مزار کی روحانی کشش تھی۔ یہ مزار کوٹ جائیاں میں دریائے سندھ کی طوفانی لہروں کے متصل ریت کے ٹیلے پر صاحب مزار کی عظمت کی گواہی دے رہا ہے۔ مولوی محمد نواز صاحب حضور اعلیٰ میرویؒ کے صرف غلام وخلیفہ ہی نہیں ہوئے ہیں۔ بلکہ اُن کے حضورِ اعلیٰ کے ساتھ اتنا والہانہ عشق تھا جیسا کہ امیر خسروؒ کا خواجہ نظام الدین محبوبِ الٰہی کے ساتھ تھا۔ مولوی صاحب مذکور نے اپنے مرشد کامل کی محبت وعقیدت میں

ایک سی حرفی بھی لکھی ہے جو اس عشق ومحبت پر شاہد عادل ہے۔ اس کے اشعار وہاں کوٹ جائیاں (ڈیرہ اسماعیل خان) میں ایک صوفی صاحب سے سُریلی آواز میں سُنے گئے۔ ایک ایک مصرعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مولوی صاحب نے فنانی الشیخ کے مقام پر فائز ہو کر یہ شعر کہے تھے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی تربت پر رحمت کی بارش نازل فرمائے۔ آخر میں راقم حضرت مولانا علامہ محمد فضل الرسول صاحب صدر مدرس اشاعت العلوم چکوال کا دل سے مشکور ہے۔ جنہوں نے اس علمی مسودہ کے ترجمہ کرنے میں میری امداد وحوصلہ افزائی فرمائی۔ مندرجہ بالا تحریر جو بطور تمہید میں نے لکھی ہے اس بنا پر کہ اس رسالۂ مغربیہ کے جمع کرنے کا سبب حضرت میرویؒ کا سفرِ گولڑہ شریف تھا۔ جو دونوں حضرات کے باہمی تعلق کی وجہ سے تھا۔ دونوں حضرات کے محبت و پیار کا ایک مختصر واقعہ کا بیان بھی خالی از افادہ نہیں ہے وہ یہ کہ حضور اعلیٰ میرویؒ کی وفات ۵ محرم کی ہوئی۔ اُن دنوں حضور گولڑویؒ عرس گنج شکر علیہ الرحمۃ پر پاک پٹن شریف تشریف فرما تھے وہاں ہی آپ کو حضرت میروی علیہ الرحمۃ کے وصال کی خبر موصول ہوئی۔ آپ پاک پٹن سے سیدھے میرا شریف پہنچے نہ گولڑہ شریف اور نہ کہیں راہ میں ٹھہرے۔ وہاں جا کر خلفاء متعلقین کو تعزیت کے بعد فرمایا کہ تم خوش قسمت ہو کر تمہارے مرشد تمہارے پاس رہ گئے۔ مجھے تو ان کی نعش کا آسمان پر اٹھایا جانے کا تصور ہوتا تھا۔ (العهدةُ علی الراوی). قارئینِ کرام سے دعا کی التماس ہے کہ اس ناچیز کے لیے خلوصِ دل سے دُعا فرمائیں کہ یہ چند سطور بارگاہِ خداوندی میں بوسیلۂ خواجہ احمد میرویؒ چشتی سلیمانی قبول ہو جاویں تو اس رُوسیاہ کی نجات کا باعث بن جائیں کیونکہ

حُبِّ دویشاں کلیدِ جنت است
دشمنِ ایشاں سزائے لعنت است

نوٹ: راقم الحروف کے دادا بزرگوار حضور شمس العارفین پیر سیال لج پال اعلیٰحضرت سیالوی کے مخلص مریدوں سے تھے۔

والدین ماجدین حضور اعلیٰ غریب نواز خواجہ احمد میرویؒ کی غلامی سے مستفید تھے۔ فقیر نے حضور ثانی حضرت مولانا احمد خانؒ کے آخری دور میں اُن کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ حضور ثالث حضرت مولانا فقیر عبد اللہؒ صاحب مجھ سے انتہائی شفقت فرمایا کرتے

تھے۔ خصوصی عنایات سے نوازتے۔ کئی سفروں میں آپ کے ہم رکاب رہنے کا موقعہ ملا۔ آپ کے ایک ابتدائی سفر علاقے دھن (چکوال) کے موقع پر جبکہ حضور میرے غریب خانہ پر تشریف فرما تھے۔ اس سفر میں آپ کے ہمراہ سید لعل شاہ صاحب مرحوم آف دندہ شاہ بلاول۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب ٹمن۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب ڈھوک مصاحب۔ مولوی میاں محمد صاحب کفش بردار علاقہ سون۔ صوفی محمد اسلم صاحب تلہ گنگ۔ میاں طوطا صاحب۔ ملک نور زمان آف توت تکہ وغیرہم تھے۔ والدہ ماجدہ علیہ الرحمۃ نے میری پریشانیوں کے ازالہ کے لیے دعا کی التجا کی آپ نے غریب خانہ میں تشریف رکھتے ہوئے مندرجہ بالا اشخاص کی موجودگی میں جو الفاظ دعائیہ فرمائے تھے وہ ابھی تک میرے کانوں میں گونج رہے ہیں۔ میاں صاحب فکر مت کرو۔ یہ اکیلا نہیں ہے (پیرانِ عظام اس کے ساتھ ہیں) اُن کے فرمانِ مبارک کی برکت تاحال میرے شاملِ حال ہے کہ بڑے بڑے جھمیلوں اور سازشوں سے بچتا آ رہا ہوں۔ ورنہ اپنے مولد و منشاء کے علاوہ علاقہ کے مخالفین کی تمام جماعتوں (نجدی، رافضی، منافق سنیوں) نے میرے خلاف کمرِ مخالف باندھ رکھی ہے اور اُن کی یہ ممانعت لَاحُبِّ عَلِیٍّ بَلْ بُغْضِ مُعَاوِیَۃَ کے مطابق چلی اور چلتی آ رہی ہے۔ مگر میرا عقیدہ یہی رہا۔ کہ کوئی راضی ہو یا ناراض۔ اعلائے کلمۃ الحق اور مسلک اہل سنت (بریلوی) سے ہٹ کر کوئی طریقہ اختیار نہ کروں گا۔ مُداہنت فی الدین اور مسلک میں لچک کا سوال ہی پیدا نہ ہونے دیا۔ اسی وجہ سے ؎

اپنے بھی خفا مجھ سے بیگانے بھی ناخوش
میں زہرِ ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

اپنے خالقِ حقیقی سے آئندہ بھی یہی التجا ہے کہ زندگی کے بقیہ ایامِ دینِ حق (مسلک اہل سنت و جماعت) کی خدمت میں گذرانے کی توفیق نصیب فرمائے۔ یہ اُس کا فضل و کرم ہے کہ عمرِ ناپائیدار کے قریباً سترھویں برس میں پہنچنے کے باوجود اپنے نوجوان علمائے کرام کے ہمراہ کانفرنسوں، جلسوں، عُرسوں میں شانہ بشانہ کام کر رہا ہوں جس پر علاقہ چکوال کی تاریخ گواہ ہے۔ یہ اُس کی دین ہے جسے پروردگار دے۔ وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وآلہٖ واصحابہٖ واولیائہٖ وعُلماءِ اُمَّتِہٖ اجمعین۔

(متن) هٰذِهٖ رِسَالَةٌ فِیْ بَیَانِ تَحْقِیْقِ وَقْتِ الْمَغْرِبِ. قَالَ مَوْلٰنَا عَبْدُ الْعَلِیِّ فِیْ تَقْرِیْرِ شَرْحِ التَّحْرِیْرِ.

(ترجمہ) یہ رسالہ وقتِ مغرب کی تحقیق کے بیان میں ہے (نماز مغرب کے ادائیگی کا صحیح وقت) مولانا عبدالعلی نے شرح تحریر کی تقریر میں فرمایا ہے۔

(متن) لَیْسَ لِلْعَامِیِّ اَنْ یَّاْخُذَ بِظَاهِرِ الْحَدِیْثِ لِجَوَازِ کَوْنِهٖ مَصْرُوْفًا عَنْ ظَاهِرِهٖ اَوْ مَنْسُوْخًا. بَلْ عَلَیْهِ الرُّجُوْعُ.

(ترجمہ) کہ بے علم آدمی کو ظاہر حدیث سے دلیل پکڑنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ کیونکہ وہ جس حدیث سے حُجت و دلیل پکڑ رہا ہے ممکن ہے وہ اپنے ظاہر مفہوم پر نہ ہو یا منسوخ ہو۔

(متن) اِلَی الْفُقَهَاءِ لِعَدَمِ الْاِهْتِدَاءِ فِیْ حَقِّهٖ اِلٰی مَعْرِفَةِ صَحِیْحِ الْاَخْبَارِ وَسَقِیْمِهَا وَنَاسِخِهَا وَمَنْسُوْخِهَا فَاِذَا اعْتَمَدَ عَلَیْهِ کَانَ.

(ترجمہ) اس لیے اس عامی کو فقہاء کی عبارت کی طرف رجوع ضروری ہے۔ کیونکہ وہ کسی حدیث کی صحت یا سُقم (ضعیف) یا ناسخ و منسوخ ہونے کی معرفت نہیں رکھتا۔ لہٰذا جب اُس نے ظاہری مفہوم پر اعتماد کیا۔

(متن) تَارِکًا لِلْوَاجِبِ عَلَیْهِ. قَالَ فِی الْکِفَایَهِ. اَلْعَامِیُّ اِذَا سَمِعَ حَدِیْثًا لَیْسَ لَهٗ اَنْ یَّاْخُذَ بِظَاهِرِهٖ لِجَوَازِ اَنْ یَّکُوْنَ مَصْرُوْفًا عَنْ ظَاهِرِهٖ اَوْ مَنْسُوْخًا.

(ترجمہ) (ظاہر الفاظ کو صحیح سمجھا) تو وہ واجب کا تارک ہوگا۔ اور صاحب کفایہ نے اس کہ بے علم آدمی جب کوئی حدیث سُنے تو ظاہر حدیث سے حُجت پکڑنا اُس کو جائز نہیں (کیونکہ جائز ہو سکتا ہے) اس حدیث سے ظاہری مفہوم مراد نہ ہو یا وہ حدیث منسوخ ہو۔

(متن) وَعَنْ سَهْلٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. لَا یَزَالُ النَّاسُ بِخَیْرٍ مَّا عَجَّلُوا الْفِطْرَ ط

(ترجمہ) حضرت سہل سے حدیث روایت کی گئی ہے۔ وہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تک لوگ افطار میں جلدی کریں گے۔ خیریت پر رہیں گے۔

(متن) روایت است از سَھل بن سَعد السَاعِدیؓ کہ از مشاہیر صحابہ است وآخر کسے کہ مُرد در مدینہ شریف (زادھا اللّٰہ شرفًا و تعظیمًا) از اصحاب۔

(ترجمہ) سہل بن سعد عدی سے روایت ہے جو کہ مشہور صحابہ سے ہیں اور صحابۂ کرام میں سے سب سے آخر جن کا مدینہ طیبہ میں انتقال ہوا ہے (اللہ تعالیٰ مدینہ منورہ کی شرف و عظمت کو زیادہ فرمائے)

(متن) گفت گفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اند مردم مُلابس بخیر مادام کہ کنند در شتابی گشادنِ روزہ (متفق علیہ) بخاری ومسلم

(ترجمہ) سہل فرماتے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا کہ لوگ ہمیشہ خیر سے ملابس رہیں گے (نیکی اور ثواب کے مستحق ہوں گے) جب تک روزہ افطار کرنے میں جلدی کریں۔ یہ حدیث بخاری ومسلم کی متفق علیہ ہے۔

(متن) واین بجہتِ مخالفتِ اہل کتاب است کہ تاخیرے کنند تا اِشتباک نجوم و اختلاطِ آن و در ملّت ماشعار از اہلِ بدعت۔

(معنی) اور یہ حکم (تعجیل افطار) اہلِ کتاب کی مخالف کے لیے صادر کیا گیا تھا کہ وہ روزہ کا افطار ستاروں کے انبوہ اور اُن کے اکٹھے ہونے تک تاخیر کرتے تھے۔ ملتِ اسلامیہ میں بھی بعض ایسے لوگ موجود ہیں۔

(متن) شُدہ کہ آں را واجب مے دانند۔ لیکن باید کہ تعجیل بعد از تحققِ وقت باشد و بیقّن بداں واحتیاط دراں نہ استعجال با تردّد یا ظن.

(معنی) بدعتی اور بدعقیدہ پیدا ہو گئے ہیں جو اشتباک نجوم تک تاخیر (افطار (دیر کرنا) واجب جانتے ہیں (رافضی فرقہ) لیکن تعجیل (جلدی) تحققِ وقت کے بعد ہونی چاہیے حتیٰ کہ (یہاں تک) وقت کا تعین ہو جائے اور احتیاط۔

(متن) چنانچہ بعض از ارباب تکلف در تسنن مے کنند

(معنی) بھی اسی میں ہے نہ کہ ابھی ثبوتِ وقت میں تردد یا ظن ہو اور جلدی کر دے (یعنی افطار کر دے (نوٹ) لفظ تسنن میں ایک لطیف علمی نکتہ اور اشارہ ہے اور وہ یہ کہ تسنن

از باب تفعّل است اس کا ایک خاصہ تکلف بھی ہے۔ یعنی سنت تو یہ نہیں لیکن تکلفاً اس کو سنت بناتے ہیں۔

(متن) نقل از شیخ عبدالحق اول وقت شام چوں آفتاب فرور ودو اثرِ شُعاع اُو نماند۔ فتاویٰ حمادیہ نقل کرداز مطلوب المسلمین وقتُ المَغرِب۔

(معنی) شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے منقول ہے کہ مغرب کے وقت کی ابتداء اس وقت ہوتی ہے جس سورج اُتر جائے اور اُس کی شعاع کا اثر باقی نہ رہے صاحب فتاویٰ حماد یہ نے یہ مطلوب المسلمین سے

(متن) غَیبوبَۃُ الشَّمسِ المَعلُومَۃ بِذِھابِ الحُمرَۃِ المَشرِقِیَّۃِ ھُوَالاَصَحُّ وَعَلَیہِ عَمَلُ اَکثَرِ الاَصحَابِ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

(معنی) نقل کیا ہے کہ وقت مغرب کی ابتداء اُس وقت ہوتی ہے جبکہ شمس غائب ہو جائے اور مشرق کی طرف سے سُرخی بھی زائل ہو جائے یہی اصح (بہت صحیح) اور اکثر صحابۂ اکرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اس پر عمل ہے۔

(متن) وَاِذَا غابَتِ الحُمرَۃُ مِن ھٰذا الجَانِبِ یعنی المَشرِقِ فَقَد غَرَبَتِ الشَّمسُ مِن مَشرِقِ الاَرضِ وَغَربِھَا. قَولُ قَائِمٌ

(معنی) حتمی (یقینی) بات یہی ہے کہ مشرقی جانب سے سُرخی کا زائل ہونا اس بات کی علامت۔ ہے کہ جانب شرقی اور غربی سے سورج غروب ہو گیا ہے۔ قَولُ قائِمٌ (یقینی بات)

(متن) رَوَی الکَلبِی عَن اَبنِ عُمَیر مُرسِلًا عَنِ النبی صلے اللّٰہ علیہ وسلم اَوَّلُ سُقُوطِ القُرصِ وَوَقتُ الاِفطَارِ اَن تَقُومَ بِجَذاء القِبلَۃِ.

(معنی) کلبی نے ابن عمیر سے مُرسلاً حدیث نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ سقوط قرص شمس (سورج کی ٹکی کا ڈوبنا) اور وقت افطار کی ابتداء یہ ہے کہ تو قبلہ کے برابر (سامنے) کھڑا ہو۔

(متن) وَتَفقِدَ الحُمرَۃَ الَّتِی تَرتَفِعُ مِنَ المَشرِقِ وَاِذ جَاوَزَت سِمتَ الرَّاسِ اِلٰی نَاحِیَۃِ المَغرِبِ فَقَد وَجَبَ الاِفطَارُ وَسَقَطَ القُرصُ

(معنی) تو تُو مشرقی جانب سے سُرخی مفقود پائے۔ جب یہ سرخی سمت راس سے جانب

مغرب کو تجاوز کر جائے تو اب افطار واجب ہے اور قرص شمس (ٹکی سورج) ساقط ہوگا۔

(متن) وَهُوَ صَرِيْحٌ فِى اِنَّ زَوَالَ الْحُمْرَةِ الْمَشْرِقِيَّةِ عَلَامَتُهُ سُقُوْطُ الْقُرْصِ الَّذِىْ هُوَ غَيْبُوْبَةُ الشَّمْسِ رُسِلَ ابْنُ عُمَيْر كَالْمُسْنَدِ (كذافى قواعد الاحكام)

(معنی) یہ حدیث صراحتاً اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مشرقی جانب سے سُرخی کا زائل ہونا سقوطِ قرص شمس کی علامت ہے اور یہی غیبوبۃ شمس (سورج کا غروب) ہے قواعد الاحکام میں ہے کہ ابن عمیر کی مُرسل حدیث مسند کی طرح ہے۔

(متن) وَغُرُوْبُ الشَّمْسِ تَجَاوُزُهَا عَنْ اُفُقِ الْغَرْبِىِّ بِحَيْثُ يَظْهَرُ الظُّلْمَةُ فِى جَانِبِ الْمَشْرِقِ وَتَزُوْلُ الْحُمْرَةُ مِنْهُ.

(معنی) اور غروب شمس اُس کا جانب غربی سے تجاوز کرنا اس طرح کہ جانبِ مشرقی سے ظلمت (رات) ظاہر ہو جائے اور سرخی زائل ہو جائے۔

(متن) میر سید شریف در شرح چغمینی۔ اَوَّلُ الْوَقْتُ الْمَغْرِبِ مَغِيْبُ الشَّمْسِ وَعَلَامَةُ مَغِيْبِهَا عَدَمُ الْحُمْرَةِ فِى الْمَشْرِقِ الْمُقَابِلِ

(معنی) میر سید شریف کی شرح چغمینی میں ہے۔ وقت مغرب کی ابتداء غیوبت شمس ہے اور شمس کے غائب ہونے کی علامت یہ ہے کہ آسمان کی مشرقی جانب جو مغرب کے مقابل ہے سے

(متن) لِلْمَغْرِبِ فِى السَّمَاءِ فَاِذَا ذَهَبَتِ الْحُمْرَةُ مِنْهُ عُلِمَ اَنَّ قُرْصَ الشَّمْسِ قَدْ سَقَطَ فَحِيْنَئِذٍ دَخَلَ وَقْتُ الْمَغْرِبِ وَوَقْتِ الْاِفْطَارِ

(معنی) سرخی زائل ہو جائے۔ جب مشرقی جانب سے سُرخی زائل ہو جائے گی تو یقین ہو جائے گا کہ قرص شمس ساقط ہو گیا ہے۔ لہٰذا اب مغرب کے وقت کی ابتداء ہو گی اور یہی افطارِ روزہ کا مسنون وقت ہوگا۔

(متن) كَذَافِى شرحِ الْبَلَاغَةِ. نقل مشارق الانوار. وَيَجِبُ التَّاخِيْرُ فِى الْمَغْرِبِ حَتّٰى تَزُوْلَ الْحُمْرَةُ مِنْ رَّاسِ اللَّيْلِ كَانَ خَمْسِيْنَ مِنَ الصَّحَابَةِ.

(معنی) اسی طرح شرح البلاغۃ میں ہے۔ مشارق الانوار سے منقول ہے کہ نماز مغرب کی تاخیر اس وقت تک واجب ہے جب کہ رات کے سرے سے سرخی زائل ہو جائے۔ اس لیے

کہ پچاس صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

(متن) يَاكُلُوْنَ وَيُؤَدُّوْنَ الصَّلٰوةَ قَبْلَ زَوَالِ الْحُمْرَةِ مِنْ رَاسِ اللَّيْلِ. فَالنَّبِىُّ صلے اللہ علیہ وسلم. حَكَمَ بِاِعَادَةِ الصَّلٰوةِ وَقَضَاءِ الصَّوْمِ.

(معنی) زوالِ سُرخی سے پہلے خورد و نوش میں مشغول ہو گئے اور زوال سُرخی سے پہلے نماز ادا کر لی تو نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو اعادۂ نماز اور قضاءِ صوم (روزہ) کا حکم فرمایا۔

(ف) اعادۂ صلوٰۃ و قضاءِ صوم کی علت سُرخی زائل نہ ہونے کی تھی۔ یہ دلیل بڑی وزنی ہے۔ شام کے وقت کافی دیر تک جانب مغرب سُرخی رہتی ہے۔ یہی قول سراج امت امام ابو حنفیہ کا ہے۔

(ف) اس الیل کا مطلب یہ ہے کہ جب سورج غروب ہونے لگتا ہے تو مشرقی جانب سے سیاہی اوپر کو اٹھتی ہے اور اُس کے اوپر سُرخی ہوتی ہے۔ جس کا عام مشاہدہ کیا جاتا ہے اس جگہ پر یہ سُرخ مراد ہے۔

(متن) وَلَيْسَ الْمَغْرِبُ اَنْ يَقُوْمَ اللَّيْلُ عَلٰى رَاسِ الْجَبَلِ لِاَنَّ بَعْضَهَا اَقْصَرُ وَبَعْضَهَا اَطْوَالُ. وَلِلَّيْلِ يُرٰى مِنْ رَاسِ الْجَبَلِ الْقَصِيْرِ وَلَا تَزُوْلُ

(معنی) اور مغرب کا وقت یہ نہیں کہ جب رات پہاڑوں کے پیچھے سے ظاہر ہو۔ اس لیے کہ بعض پہاڑ چھوٹے اور بعض بلند ہوتے ہیں۔ حالانکہ چھوٹے پہاڑوں پر رات نظر آئے گی اور بلند پہاڑوں سے

(متن) الشَّمْسُ مِنْ راسِ الْجَبَلِ الطَّوِيْلِ. فتاوىٰ مسافرى ١٢. رُوِىَ اَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ اِذَا اَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنْ هٰهُنَا وَاَشَارَ اِلَى الْمَشْرِقِ وَاَدْبَرَ النَّهَارُ

(معنی) سورج زائل نہ ہوگا۔ ارشاد فرمایا کہ جس وقت رات چڑھ آئے اور ساتھ ہی مشرق کی طرف اشارہ کیا اور دن

(متن) مِنْ هٰهُنَا وَاَشَارَ اِلَى الْمَغْرِبِ فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّائِمُ. وَنقل عن بَعْضِ الزُّهَّادِ اَنَّهُ لَابُدَّ مِنْ اِرْتِفَاعِ الظَّلَامِ اِلٰى اَوْسَطِ السَّمَاءِ

(معنی) یہاں اور بار کرے (پیٹھ پھیرے) اور مغرب کی طرف اشارہ کیا پس روزہ دار

روزہ افطار کرے۔ اُمت مرحومہ کے بعض زاہدوں سے منقول ہے کہ تحقق وقت کے لیے رات کا وسطِ آسمان تک آ جانا ضروری ہے۔

(متن) شیخ الاسلام وَذُكِرَ فِیْ شَرْحِ الْمَنظُوْمَةِ وَالنِّهَايَةِ. مَاحَاصِلَهٗ اَنَّ عَلَامَةَ الْمَغْرِبِ اِزَالَةُ الْحُمْرَةِ الشَّرْقِيَةِ حتی يَبْلُغَ السَّوَادُ اِلٰی وَسْطِ السَّمَاءِ ١٢

(معنی) (شیخ الاسلام) شرح منظومہ اور نہایہ میں مذکور ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وقت مغرب کی علامت آسمان کی جانب مشرق جو مغربی جانب کے بالکل مقابل ہے سے سرخی زائل ہو جائے یہاں تک کہ سیاہی وسط آسمان تک پہنچ جائے۔

(متن) اَوَّلُ وَقْتِ الْمَغْرِبِ مَغِيْبُ الشَّمْسِ وَعَلَامَةُ مَغِيْبِهَا قَدَمُ الْحُمْرَةِ فِی الْمَشَارِقِ الْمُقَابِلَةِ لِلْمَغَارِبِ فَاِذَا ذَهَبَ الْحُمْرَةُ مِنْهُ

(معنی) ابتداء وقت مغرب غیوبتِ شمس اور اُس کی علامت مشرقی طرف سے سُرخی کا زائل ہو جانا جو مغرب کے مقابل ہے اور جب مشرقی جانب سے سرخی زائل ہو جائے گی۔

(متن) عُلِمَ اَنَّ الشَّمْسَ سَقَطَتْ فِی الْمَغْرِبِ (نہج البلاغۃ) ابتدائیہ مغرب از حینِ غیوبِ شمس ونزدِ جمہور از حِینِ زوالِ حُمرۃ ناحیۂ مشرق۔ اول وقت نماز مغرب۔

(معنی) تو معلوم ہو جائے گا کہ سورج غروب ہو چکا ہے (نہج البلاغۃ) مغرب کی ابتداء غیوب (غائب) شمس ہے اور جمہور علماء کے نزدیک زوال حمرۃ (سرخی کا دُور ہونا) سے ہے مشرقی طرف سے

(متن) غروب آفتاب بود۔ چنانچہ از افق مغرب غائب شود اگر درجانبِ مغرب حائل بود۔ پس نشانِ وقتِ مغرب آں باشد کہ سُرخی از جانب مشرق زائل شود۔

(معنی) نماز مغرب کا اول وقت غروبِ آفتاب سے شروع ہوتا ہے۔ جب کہ افق مغرب (مغربی کنارہ) سے غائب ہو جائے۔ اور اگر مغربی جانب کوئی چیز حائل ہو جائے تو ابتدائے وقت کی علامت یہ ہے کہ جانب مشرقی سے سُرخی زائل ہو جائے۔

(متن) وسیاہی مرتفع شود۔ (فتاوٰی فتح العمیق ١٢) قَالَ ابْنُ حَجَرَ قَدْ يَقْبَلُ اللَّيْلُ وَلَا يَكُوْنُ غَيْبَةٌ حَقِيْقَةٌ فَلَا بُدَّ

(معنی) اور سیاہی بلند ہو جائے (از فتاوٰی فتح العمیق) ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

کبھی اقبال لیل (رات کا آثار) ہوتا ہے لیکن غیوبۃ حقیقی کا تحقق نہیں ہوتا۔ لہٰذا اقبال لیل

(متن) مِنْ حَقِيْقَةِ الْغُرُوْبِ بَعْدَ الْاِقْبَالِ. مرقاۃ ١٢. وآخِرُ وَقْتِ الْفَجْرِ قَبْلَ رُؤْيَةِ الْحُمْرَةِ فِی جَانِبِ الْمَغْرِبِ فَاِذَا رُئِیَ حُمْرَتُهَا

(معنی) کے بعد حقیقی غروب ضروری ہے (مرقات ١٢) اور آخری وقت فجر جانب غربی میں سرخی دیکھنے سے پہلے تک ہے پس جب مغربی میں سُرخی نظر آئے۔

(متن) فِی جَانِبِ الْمَغْرِبِ فَقَدْ طَلَعَ قُرْصُ الشَّمْسِ وَاِنْ يَرَاهَا وَالْمُعْتَبَرُ فِی طُلُوْعِ الشَّمْسِ رُؤْيَتُهَا اَیْ تَظْهَرُ

(معنی) تو بے شک سورج طلوع ہو چکا ہوگا اگرچہ نظر نہ آئے اور طلوع شمس میں رویت کا اعتبار ہوگا یعنی جانب عربی میں

(متن) طُلُوْعُ الشَّمْسِ بِرُؤْيَةِ الْحُمْرَةِ فِی جَانِبِ الْمَغْرِبِ لَا بِرُؤْيَتِهَا بِالْبَصَرِ. وَالْمَغْرِبِ بِذَهَابِ الْحُمْرَةِ مِنْ جَانِبِ الْمَشْرِقِ.

(معنی) سرخی دیکھنے سے طلوع شمس کا ظہور ہو جائے گا نہ کہ آنکھوں سے دیکھنے سے اور مغرب کی ابتداء جانبِ شرقی سے زوال سُرخی سے ہوتی ہے۔

(متن) لَابِغَيْبُوْبَتِهَا (شرح نهج البلاغة) اخْتَلَفُوْا فِیْ آنِ اللَّيْلِ مَاهُوَ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ قَاسَ آخِرَ النَّار

(معنی) نہ کہ صرف سورج کے آنکھوں سے غیب ہو جانے سے (شرح نہج البلاغۃ ١٢) عُلماء کا آن لیل (رات کا وقت) میں اختلاف ہے بعض لوگوں نے آخر نہار (دن) کو اول نہار پر قیاس کیا ہے۔

(متن) علی اوله فاعتبر فی حصول اللیل زوال آثار الشمس کما حصل النهار عند ظهور آثار الشمس. ثم هولاء منهم من اکتفی بزوال الحمرة.

(معنی) پس حصول لیل میں آثار شمس کے زوال کا اعتبار کیا ہے۔ جیسا کہ دن آثار شمس کے ظہور سے ہوتا ہے۔ پھر بعض اُن علماء میں سے وہ ہیں جو زوال سُرخی پر اکتفاء کرتے ہیں۔

(متن) ومنهم من اعتبر ظهور الظلام التام وظهور الکواکب الا ان حدیث

الذی رواہ عمر رضی اللہ عنہ یبطل ذلک

(معنی) اور بعض وہ ہیں جو زوال کا اعتبار مکمل اندھیرا ہو جانے سے اور ستاروں کے ظاہر ہونے سے کرتے ہیں مگر وہ حدیث جس کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا۔ اس آخری کو باطل کر دیتی ہے۔

(متن) **وعلیه عمل الفقهاء.** تفسیر کبیر۔ **ثم اتمو الصیام الی اللیل. اذا کانت البلدة فیها اماکن مرتفعة واماکن منخفضة**

(معنی) اور اسی پر فقہاء کا عمل ہے۔ صاحب تفسیر کبیر نے زیر آیہ کریمہ ثم اتمو الصیام الخ (اس کے بعد روزے کو رات تک پورا کرو) فرمایا۔ اگر ایک شہر ایسا ہو کہ اُس میں بعض مکان بلندوں اور بعض غیر بلند (پست) ہوں۔

(متن) **فهل یتوقف فطر سکان الا ماکن المنخفضة علی تحقق غیبة الشمس عند سکان الا ماکن المرتفعة الظاهر اشتراط ذالک**

(معنی) تو ظاہراً اُس میں افطار کے لیے یہ شرط ہے کہ بلند مکانات والوں پر جب سورج غروب ہوگا اُس وقت تک غیر بلند (پست) مکان والے انتظار کریں۔

(متن) نقل عینی شرح بخاری باب الصوم فی السف والحضر ۔۱۲۔ **اجمع العلماء علی انه اذا دخلت صلوٰة المغرب فقد حل الفطر للصائم.**

(معنی) عینی شرح بخاری باالصوم فی السفر والحضر (سفر وحضر میں روزے رکھنے کا باب) کہ علماء کرام کا اس پر اجماع ہے کہ جب نماز مغرب کا وقت ہو جائے تو اس وقت افطار (روزہ کھولنا) حلال ہے۔

(متن) **فرضاً او تطوعاً و اجمعو ان صلوٰة المغرب من الصلوٰة اللیل ۲ ۱**

(معنی) خواہ روزہ فرض ہو یا نفلی اور اس پر بھی اجماع ہے کہ صلوٰۃ مغرب یہ رات کی نماز ہے۔ نہ دن کی۔۱۲

(متن) **اذ زالت الحمرة التی فی رأس اللل حین اقباله ولم یبق له اثرحل الافطاره لا قبله لا نها من اشعة الشمس فهی دلیل لاحیانه** (مصابیح ۱۲)

(معنی) جب سرخی رات کے آنے پر اُس کے سرے سے زائل ہو جائے اور سرخی کا کوئی

اثر نہ رہے۔ اُس وقت افطار جائز ہے اس سے پہلے جائز نہیں۔ اس لیے جب تک سورج کی شعاعیں ہیں۔ یہ دلیل اس بات کی ہے کہ ابھی سورج موجود ہے۔۱۲

(متن) **حدثنا محمد بن مهران. قال حدثنا الا دزاعی قال حدثنا ابو النجاشی مولی رافع هو عطاء بن حبیب.**

(معنی) ہم کو محمد بن مہران نے حدیث ذکر کی اُس نے کہا کہ ہم کو اوزاعی نے کہا کہ ہم کو ابو النجاشی مولیٰ رافع (غلام نافع) نے کہ وہ عطا بن حبیب ہے نے حدیث ذکر کی اور کہا کہ میں نے

(متن) **قال سمعت رافع بن خدیج یقول کنا نصلی المغرب مع النبی صلے الله علیه وسلم فیضرب احدنا وانه لیبصر مواقع نبله**

(معنی) رافع بن خدیج سے سُنا وہ فرماتے تھے کہ ہم نے نماز مغرب حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسے وقت میں پڑھی۔ پس اگر ہم میں سے کوئی ایک شخص تیر پھینکتا تو بے شک

(متن) **مطابقة للترجمة ظاهره من حیث انه یدل بالاشارة لا بالتصریح. فان المفهوم منه لیس الا مجرد المباحرورة**

(معنی) موضع نبل (تیر گرنے کی جگہ) کو دیکھ لیتا تھا۔ باب کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اشارۃ ہے نہ کہ صراحۃ کیونکہ اس حدیث سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ اِشتِباکُ نجوم (ستاروں کے انبوہ)

(متن) **الی صلوٰة المغرب خوفا ان یتاخر الی اشتباک النجوم. ۲ ۱ وقد وی ابن خزیمة والحاکم من حدیث العباس بن عبد المطلب**

(معنی) تک تاخیر (دیر) کرنے کے خوف سے نماز مغرب جلدی میں ہوتی تھی ۱۲۔ ابن خزیمۃ اور حاکم نے حضرت عباس بن عبدالمطلب سے روایت کی کہ فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

(متن) **لا یزال امتی علی الفطرة مالم یؤخرو المغرب الی اشتباک النجوم.**
نقل عینی شرح بخاری شریف۔۱۲

(معنی) نے فرمایا کہ میری اُمت اُس وقت تک فطرت پر رہے گی۔ جب تک مغرب کی نماز کو اشتباک نجوم تک مؤخر نہ کرے گی۔ اس کو عینی شرح بخاری شریف میں نقل کیا گیا ہے۔۱۲

(متن) ولا بی عوانة والمغرب حین تغیث الشمس اے تسقط وفیه ان سقوط قرصها یدخل به المغرب ومحله اذا لم یحل

(معنی) اور ابی عوانۃ کی حدیث میں ہے کہ ابتداء وقت مغرب غیبوبۃ شمس سے ہے یعنی سقوط شمس سے۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ سقوطِ شمسی سے وقت مغرب داخل ہو جاتا ہے۔ اور محمل (محل)

(متن) بین رؤیتها عاربة و بین الرای حائل. نقل زرقانی شرح مواہب لدنیہ فی باب الاوقات التی صلے النبی صلے الله علیه وسلم فیها صلوٰات الخمس مرتیین. ۱۲

(معنی) اُس کا یہ ہے کہ رائی (دیکھنے والا) اور مرئی (دیکھا گیا) کے درمیان کوئی چیز حائل (پردہ) نہ ہو۔ زرقانی نے شرح مواہب الدینہ نے باب۔ اُن مقررہ وقتوں کا جن میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پانچ نمازیں دو دفعہ پڑھیں ۱۲ میں ذکر کیا۔

(متن) حدثنا عبد الله ابن یوسف اخبرنا مالک عن ابی حازم عن سهل بن سعد رضی الله عنه. ان رسول الله صلے الله علیه وسلم قال لایزال.

(معنی) ہم کو عبد اللہ بن یوسف نے حدیث ذکر کی اور مالک نے ابی حازم نے انہوں نے سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ کہ بے شک نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اتنے تک لوگ

(متن) الناس بخیر ماعجلو الفطر اے اذاتحقق الغروب بالرویة. باخبار عدلین او عدل علی الارجع. قسطلانی شرح بخاری باب تعجیل الافطار۔۱۲

(معنی) اچھاء پر رہیں گے جب افطار صوم میں جلدی کریں گے یعنی جب سورج کا غروب یقینی طور رویت (دیکھنے) سے تحقق (ثابت) ہو دو عادلوں کی خبر سے یا ایک عادل کی خبر پر ارجح قول پر۔ قسطلانی شرح بخاری باب تعجیل الافطار۳

(متن) قال رسول الله صلے الله علیه وسلم اذا قبل اللیل من هھنا اے من جهة المشرق واد بر النهار من هھنا اے من جهة المغرب و غربت الشمس

(معنی) فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب اقبال لیل (رات کا آنا) ہو جائے یعنی مشرقی جانب سے اور ادبارِ نہار (دن کا جانا) ہو جائے یعنی مغربی جانب سے اور سورج غروب ہو جائے۔

(متن) قید بالغروب اشارة الی اشتراط تحقق الاقبال والادبار و انهمابواسطة الغروب لا بسبب آخر. فالامور الثلاثة وان کانت

(معنی) یہاں شمس (سورج) کو غروب سے مفید کیا ہے۔ یہ تحقق اقبال و ادبار کے مشروط ہونے کی طرف اشارہ ہے اور یہ دونوں اقبال و ادبار (رات کا آنا۔ دن کا جانا) بوجہ غروب متحقق ہونے کے نہ کسی اور سب سے پس امور ثلاثۃ

(متن) متلا زمة فی الاصل لکنها قد تکون فی الظاهر غیر متلازمة فقد یظن اقبال اللیل من جهة المشرق ولا یکون اقباله حقیقة.

(معنی) تین باتیں اگرچہ اصلاً متلازم ہیں کبھی ظاہراً ان میں لزوم نہیں ہوتا۔ پس جانب مشرق سے اقبال لیل (رات کا آنا) مظنون (ظنی) ہوتا ہے۔ حالانکہ حقیقۃً اقبال نہیں ہوتا۔

(متن) بل بوجود شئ یغطی الشمس وکذلک ادبار النهار وللذاقید بالغروب نقل زرقانی شرح بخاری۔ باب متی یحل فطر الصائم۔۱۲

(معنی) بلکہ سورج سے کسی چیز کے حائل ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے اور ایسے ہی ادبار نہار (دن کا جانا) بھی۔ اس لیے اس کو غروب سے مقید فرمایا۔ زرقانی نے شرح بخاری باب متی یحلُ فطرُ الصّائم میں نقل کیا ہے۔۱۲

(متن) واتفق العلماء علی ان حله ذلک. زرقانی۔۱۲عن عبد الله بن عمرؓ ان النبی صلے الله علیه وسلم قال اذا صلیتم الفجر

(معنی) اور یہ محمل علمائے کرام کا متفقہ علیہ ہے زرقانی۔۱۲ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم نماز فجر ادا کرو۔

(متن) فانه وقت الى ان يطلع قرن الشمس الاول واذا صليتم الظهر فانه وقت الى ان يحصر العصر فاذاصليتمُ العصر

(معنی) تو بے شک اُس کا وقت سورج کی پہلی کرن کی طلوع تک ہے اور جب تم نماز ظہر ادا کرو تو بے شک اُس کا وقت حضور عصر (عصر کے داخل ہونے) تک ہے اور جب تم نماز عصر

(متن) فانه وقت الى ان تصفر الشمس. فاذ صليتم المغرب فانه قت الى ان يسقط الشفق. واذ صليتم العشاء

(معنی) پڑھوں تو اُس کا وقت سورج کے بے نُور (زرد) ہونے تک ہے۔ اور جب تم نماز مغرب ادا کرو تو اُس کا وقت شفق (سُرخی) کے زوال تک باقی ہے۔ اور جب تم عِشاء پڑھو۔

(متن) فانه وقت الى نصف الليل. رواه مسلم. وذهب المحققون من اصحابناه الى ترجيع القول بجواز تاخيرهاً مالم يغب الشفق

(معنی) اُس کا وقت نصب لیل (آدھی رات) تک ہے۔ اس کو صحیح مسلم نے بیان کیا۔ اور ہمارے اصحاب (احناف) میں سے محقق حضرات لے اس قول کو ترجیح دی ہے کہ نمازِ مغرب کی تاخیر (ادائیگی) زوال شفق (سرخی)

(متن) وانه يجوز ابتداء فى كل وقت من ذلك ولا يأثم بتاخير هاعن اول الوقت وهذا هو الصحيح او الصواب الذى لايجوز غيره

(معنی) تک جائز ہے اور یہ کہ ابتداء اس سارے وقت میں نماز پڑھی جائز ہے۔ اور اول وقت سے مؤخر کرنے سے گنہگار نہ ہوگا اور یہی صحیح ہے یا درست کہ اُس کا غیر (علاوہ قول) جائز نہیں۔

(متن) والجواب عن حديث جبرئيل عليه السلام حين صلى الله عليه وسلم المغرب فى يومين فى وقت واحد حين غربت الشمس من ثلثة اوجه

(معنی) اور حدیث جبرئیل علیہ السلام سے جواب جب کہ اُنہوں نے دو دن میں نمازِ مغرب ایک ہی وقت میں پڑھائی۔ جس وقت سورج غروب ہوا۔ تین وجوں (طریقوں)

سے دیا جاتا ہے۔

(متن) احدها انه اقتصر على بيان الاختيار ولم يستوعب وقت الجواز وهذا جاز فى كل صلوٰات سوى الظهر.

(معنی) ایک وجہ یہ ہے کہ یہاں قوت پر اختصار کیا ہے۔ وقت جائز کا استعیاب (احاطہ، پورا گھیر) مقصود نہ تھا۔ اور یہ ظہر کے علاوہ سب نمازوں میں جاری ہوگا۔

(متن) والثانى انه متقدم فى اول الام بمكة وهذ الاحاديث بامتداد وقت المغرب الى غروب الشفق متاخرة

(معنی) اور دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ قصہ اول امر میں مکہ شریف میں پیش آیا اور جن احادیث سے وقتِ مغرب کی وُسعت معلوم ہوتی ہے۔ (یعنی سرخی کے ختم ہونے تک تاخیر) یہ آخری۔

(متن) فى اواخر الامر بالمدينه فوجب اعتمادها. الثالث ان هذا الاحاديث اصح اسنادا من حديث جبرئيل عليه السلام فوجب تقديمها.

(معنی) وقت میں مدینہ شریف کی ہیں۔ لہٰذا ان پر اعتماد واجب ہے (گویا یہ احادیث ناسخ متصور ہوں گی) اور تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیثیں سند کے اعتبار سے حدیث جبرئیل علیہ السلام سے اصح ہیں پس اِن کا تقدم واجب ہے۔

(متن) هذا مختصر مايتعلق بوقت الغروب بسطت فى شرح المهذب حلائله مما يوهم خلاف الصحيح نوى شرح مسلم فى اوقاتِ صلوٰة الخمس ١٢

(معنی) یہ مختصر کلام ہے کہ جس کا تعلق وقت مغرب سے ہے۔ جو خلافِ صحیح کی طرف موہم (وہم میں ڈالنے والا) ہیں۔ میں نے شرح مہذب میں تفصیل سے اُن کا دلائل سے جواب دیا۔ نووی شرح مسلم باب اوقات صلوٰۃ الخمس ١٢

(متن) ادل وقت شام از وقت فرو شدن آفتاب است وَ آخر وقت ادتا غائب شدن شفق است و وقت روزه كشادف و

(معنی) اول وقت شام سورج کے نیچے اُترنے سے ہوتا ہے اور آخری وقت غروب شفق (سرخی) کے غائب ہونے تک ہے اور روزہ کھولنے اور نماز مغرب

(متن) نماز شام آں هنگام است که سرخی که بعد از غروب آفتاب در جانب مشرق در پیش سیاهی لے نماید، آں سرخی تمام محو شود

(معنی) پڑھنے کا وقت وہ ہے کہ غروب شمس کے بعد جانب مشرق میں سیاہی کے اوپر جو سرخی نظر آتی ہے وہ سرخی تمام ختم ہو جائے۔ اور تمام سرخی

(متن) وہمہ سرخی ہا سوئے مغرب افتد وہمہ جانب آسمان تارک شود۔ غیر جانب مغرب پس آں گاہ وقت روزہ کشادن ونماز گذاردن باشد

(معنی) جانب مغرب میں واقع ہو جائے اور آسمان کی سب طرفین سوائے طرف مغرب کے تاریک ہو جائیں۔ پس اُس وقت روزہ کھولا جائے گا۔ اور نماز مغرب پڑھی جائے گی۔

(متن) ہر کہ پیش ازاں روزہ کشاید یا نماز مغرب گذارد۔ پس نماز و روزہ اور تباہ شود و در گردنِ اور باشد۔ مے باید کہ احتیاط بسیار

(معنی) جو کوئی بھی اُس وقت سے پہلے افطار کرے یا نماز مغرب پڑھے۔ اُس کا نماز اور روزہ برباد ہو جائے گا۔ اور وبال اُس کی گردن میں رہے گا۔ چاہیے کہ اس مسئلہ

(متن) کنند تا رنج اوضائع نہ شود، نقل از ترغیب الصلوٰۃ

(معنی) میں بہت احتیاط کی جائے تا کہ آدمی کے نماز اور روزہ کی تکلیف ضائع ن ہو۔ یہ ترغیب الصلوٰۃ میں منقول ہے۔

بقلم فقیر محمد نواز خامہ نویس فقط۔ رسالہ مغربیہ۔ جامع از اعلیٰ حضرت میرویؒ

(خواجہ احمد صاحب)

حُبِّ حق حُبِّ محبوبانِ حق
در دل احمد بود ہر دم سبق

(آپ کی مہر مبارک کا شعر ہے)

مرتب کنندہ ننگ اکابر۔ محمد عثمان الچشتی المیروی البریلوی غفرلہ ولوالدیہ۔ خطیب چاولی (چکوال)

کتاب کے آخیر میں حضور علیہ السلام کے پیارے۔ جاں نثار صحابہؓ اکرم میں خلفاء اربعہ جن کی شان میں ایران کے مشہور شاعر فردوسی جس کے متعلق شیخ سعدی نے ان

الفاظ میں دُعا مانگی ہے۔

چہ خوش گفت فردوسی پاک زاد
کہ رحمت بر آں تُربتِ پاک باد

کے شاہنامہ کے چند اشعار بطور تبرک قارئین کے ایمان افروزی کے لیے لکھ رہا ہوں۔

چہ گفت آں خداوند تنزیل و وحی
خداوندِ امر و خداوندِ نہی
کہ خورشید بعد از رسولانِ مہ
نتابید برکس زبُو بکرؓ بہ!
عمرؓ کرد اسلام را آشکار
بآراست گیتی چو باغ و بہار
پس از ہر دو آں بُود عثمانؓ گزیں
خداوندِ شرم و خداوندِ دین
چہارم علیؓ بُود جُفت بتول
کہ اورا بخوبی ستاید رسول
کہ مَنْ شہرِ علمم و علیّم دراست
دُرست ایں سخن قولِ پیغمبر است

(مختصر ترجمہ)

صاحب امرونہی۔ مَہْبطِ وحی (رسول اللہ) نے فرمایا کہ انبیاء کے بعد آسمان کا سورج سب سے بلند مرتبہ ابوبکرؓ کے علاوہ کسی پر نہیں چمکا۔ حضرت عمرؓ اسلام لائے تو دنیاء اسلام کو باغ و بہار کی طرح آراستہ کیا ان دونوں کے بعد مرتبہ والے حضرت عثمانؓ جو شرم و حیا کے مالک تھے جن سے آسمان کے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔ چوتھے حضرت علیؓ جو سیدہ النساء کے خاوند ہوئے اور حضور نے فرمایا کہ میں علم کا شہر اور علیؓ اس کا دروازہ ہیں۔

رسالہ مغربیہ کے قدیم مخطوطہ کے ابتدائی حصہ کا عکس

بسم اللہ الرحمن الرحیم رب یسر وتمم بالخیر

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین [illegible]

تحقیق وقت المغرب [illegible] مولانا عبد العلی فی تقریر شرح التحریر [illegible]

[illegible]

بایدکہ تعجیل بعد از تحقق وقت باشد وتفتیش آن واحتیاط در آن نہ استعجال
باتردد وبا ظن چنانکہ بعضے از ارباب تکلف در تسنن میکنند نقل از شیخ عبدالحق
من مطلب المستعین اول وقت شام چون آفتاب فرو رود واثر شعاع او نماند چنانکہ در
حمادیہ ۱۲ وقت المغرب غیبوبة الشمس المعلوم بذہاب الحمرة المشرقیة ہذا ہو الاصح
وعلیہ عمل اکثر الاصحاب رضی اللہ تعالی عنہم ۱۲ واذا غابت الحمرة من ہذا الجانب
یعنی المشرق فقد غربت الشمس من مشرق الارض ومغربہا قول قائم ۱۲ روی الطحاوی
عن ابن عمر مرسلاً عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اول سقوط القرص ووقت الافطار
ان تقوم بحذاء القبلة وتفقد الحمرة التی ترتفع من المشرق اذا جاوزت
سمت الراس الی ناحیة المغرب فقد وجب الافطار وسقط القرص وہو صریح
فی ان زوال الحمرة المشرقیة علامة سقوط القرص الذی ہو غیبوبة الشمس
ومرسل ابن [illegible] عمر کالمسند کذا فی قواعد الاحکام ۱۲ غروب الشمس تجاوزہا
عن افق

ای عن افق المغرب [illegible] سمت المشرق مع نزول الحمرة منہ میر سید شریف در شرح چغمینی
اول وقت المغرب مغیب الشمس وعلامة مغیبہا عدم الحمرة فی المشرق المقابل للمغرب فی السماء
فاذا ذہبت الحمرة منہ علم ان قرص الشمس قد سقط فیہ دخل وقت المغرب ووقت الافطار
کذا فی شرح البرجندی نقل من مشارق الانوار ۱۲ ویجب التاخیر فی المغرب حتی نزول الحمرة من راس اللیل
لان خمسین من الصحابة [illegible] اعادوا الصلوة [illegible] قبل زوال الحمرة من راس اللیل
فالنبی صلی اللہ علیہ وسلم حکم باعادة الصلوة وقضاء الصوم ولیس المغرب الا ان تقوم اللیل علی
راس الجبل للان بعضہا [illegible] واللیل یری من راس الجبل القصیر ورائہ نزول الشمس من
راس الجبل الطویل [illegible] ۱۲ [illegible] انہ علیہ السلام قال اذا اقبل اللیل من ہہنا
واشار الی المغرب [illegible] عن بعض الزہاد انہ لا بد من ارتفاع الظلام
الی وسط السماء وشیخ الاسلام [illegible] شرح المنظومة والنہایة ما حاصلہ ان علامة المغرب
ازالة الحمرة المشرقیة حتی [illegible] السواد الی وسط السماء ۱۲ اول وقت المغرب مغیب الشمس
وعلامة مغیبہا عدم الحمرة فی المشارق المقابلة للمغارب فاذا ذہبت الحمرة منہ
علم ان الشمس سقطت [illegible] المغرب [illegible] البرجندی ۱۲ ابتداء مغرب از حین غیبوبت شمس

[illegible] جمہور از [illegible]

[illegible] ۲۶ اول وقت نماز

غروب آفتاب [illegible] از افق مغرب غائب شود واگر در جانب مغرب حائل بود

پس وقت غروب آن باشد کہ سرخی از جانب مشرق زائل شود وسیاہی مرتفع شود

[illegible] قال ابن حجر [illegible] الليل [illegible] حقيقة [illegible] فلابد من حقيقة

الغروب [illegible] من جانب المغرب فاذا

[illegible] من جانب المغرب فقد طلع قرص الشمس [illegible] طلوع الشمس [illegible]

[illegible] الشمس [illegible] المغرب [illegible] بالبصر والمغرب [illegible]

[illegible] المشرق [illegible] الليل [illegible]

[illegible] الناس [illegible] النهار [illegible] الليل [illegible] آثار الشمس [illegible]

[illegible] النهار [illegible] آثار الشمس [illegible] الحمرة [illegible]

[illegible] الحديث الذي رواه عمر رضي الله تعالى عنه

[illegible] الليل [illegible]

[illegible] المنخفضة [illegible]

غيبة الشمس

غيبة الشمس [illegible] بهذا نقل عيني شرح

بخاري شريف باب [illegible] اجمع العلماء على انه اذا دخلت صلوة

المغرب [illegible] واجمعوا ان صلوة المغرب من صلوة الليل

حدثنا محمد بن مهران قال حدثنا [illegible] قال حدثني ابو النجاشي مولى رافع بن خديج

قال سمعت رافع بن خديج يقول كنا نصلي المغرب مع النبي صلى الله عليه وسلم فينصرف

احدنا وانه ليبصر مواقع نبله [illegible] من حيث انه يدل

بالاشارة [illegible] ليس [illegible] المبادرة الى صلوة المغرب

[illegible] وقد روى ابن خزيمة والحاكم من حديث العباس

[illegible] على الفطرة ما لم يؤخروا المغرب الى اشتباك النجوم

نقل عيني شرح بخاري شريف [illegible] والمغرب حين تغيب الشمس [illegible]

وفيه ان سقوط قرصها يدخل به المغرب [illegible]

المراقي حاشية [illegible] في شرح مواهب اللدنية في باب [illegible]

٦

التي صلی النبي صلی الله علیه وسلم فیها صلوات الخمس مرتین مرة واحدة نا عبد الله بن یوسف
اخبرنا مالک عن ابي حازم عن سهیل بن سعد رضي الله تعالی عنه ان رسول الله صلی الله
علیه وسلم قال لا یزال الناس بخیر ما عجلوا الفطر ای اذا تحقق الغروب بالرؤیة او
باخبار عدلین او عدل علی الارجح قسطلانی شرح بخاری باب تعجیل الافطار وقال
رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا اقبل اللیل من ههنا ای من جهة المشرق وادبر النهار
من ههنا ای من جهة المغرب وغربت الشمس تقیید بالغروب اشارة الی اشتراط تحقق الاقبال
والادبار وانهما بواسطة الغروب لا بسبب آخر فالامور الثلاثة وان کانت متلازمة
فی الاصل لکنها قد تکون فی الظاهر غیر متلازمة فقد یظن اقبال اللیل من جهة
المشرق ولا یکون اقباله حقیقة بل لوجود شیء یغطی الشمس وکذلک ادبار النهار فلهذا
قید بالغروب انتهی زرقانی شرح بخاری شریف باب متی یحل فطر الصائم ۱۲
واتفق العلماء علیه ... زرقانی ... عن عبد الله بن عمر رضي الله تعالی عنهما
ان النبي صلی الله علیه وسلم قال اذا صلیتم الفجر فانه وقت الی ان یطلع قرن الشمس الاول
ثم اذا صلیتم الظهر فانه وقت الی ان یحضر العصر فاذا صلیتم العصر فانه وقت
الی ان

الی ان تصفر الشمس فاذا صلیتم المغرب فانه وقت الی ان یسقط الشفق فاذا صلیتم العشاء
فانه وقت الی نصف اللیل رواه مسلم وذهب المحققون من اصحابنا الی ترجیح القول
بجواز تاخیرها ما لم یغب الشفق وانه یجوز ابتداؤها فی کل وقت من ذلک ولا یاثم بتاخیرها
عن اول الوقت وهذا هو الصحیح او الصواب الذی لا یجوز غیره والجواب عن حدیث
جبرائیل علیه السلام حین صلی المغرب فی یومین فی وقت واحد حین غربت الشمس من
ثلاثة اوجه احدها انه اقتصر علی بیان وقت الاختیار ولم یستوعب وقت الجواز وهذا
جار فی کل صلوات سوی الظهر والثانی انه متقدم فی اول الامر بمکة وهذه الاحادیث
باستداد وقت المغرب الی غروب الشفق متاخرة فی آخر الامر بالمدینة فوجب اعتمادها
والثالث ان هذه الاحادیث اصح اسنادا من حدیث بیان جبرائیل علیه السلام فوجب تقدیمها
هذا مختصر ما یتعلق بوقت الغروب وقد بسطت المسئلة فی شرح المهذب ودلائله علی الوجوه خلاف
الصحیح نووی شرح صحیح مسلم من اوقات صلوة الخمس ۱۲ اول وقت شام از وقت
فرو شدن آفتاب ست و آخر وقت او تا غائب شدن شفق و وقت روزه کشادن
ونماز شام آن هنگام ست که تیرگی شب بعد از غروب آفتاب در جانب مشرق در رسد سیاهی

۸

می نماید آن سرخی تمام شود و بعد سرخی سپیدی شود مغرب رفته و بعد جانب آسمان بماند یک

روز گشت در آن شفق و غیره جانب مغرب سپید آن گاه وقت عشا گذشته و نماز گذارد باشد

هر شخص از ایام روزه گشته باید و نماز گذارد و نماز و روزه او تباه نشود و در گردد

ابتدا شفق سپید باید که احتیاط بسیار کنند

تاریخ او ... نوشته شود نقل از ترغیب الصلوة ۱۲ از قلم فقیر محمد نواز

... مدرسه معزیه جامع حضرت میروی ۱۲ خادم ...

فقط

حضرت خواجہ احمد میروی قدس سرہٗ العزیز کے مکتوب گرامی کا اصل عکس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

[illegible] باذکر قبل ازیں ارادہ حق

بر حسب [illegible] هم [illegible] دانم [illegible] او

بود [illegible] زاده خود مولوی فقیر

محمد عبداللہ [illegible] قائم مقام [illegible] کار لنگر بر قسم

حواله مولوی فقیر محمد عبداللہ [illegible] کتب خانه و [illegible]

لنگر و اراضیات و [illegible] لنگر برائے درویشان

خانقاه وقف است۔

اراضی [illegible] است بروئے

شریعت محمدی [illegible] تقسیم شود

۱۳۵۵ھ روز پنجشنبه [illegible] محرم الحرام

العبد

فقیر مولوی احمد خان میرا شریف

حضرت خواجہ مولانا مولوی احمد خان میروی قدس سرہٗ کے مکتوب گرامی کا اصل عکس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام پیر بھائیوں اور عقیدت مندوں کو یہ بات معلوم ہونی چاہیے کہ میں نے اپنے جملہ پسران میں سے پسر مقبول اللہ کو اہل سمجھتے ہوئے اپنا جانشین مقرر کر دیا ہے اور جملہ امور لنگر و درگاہ اور دربار شریف کے روحانی اس کے سپرد کر دیئے ہیں تاکہ عقیدت مندوں پر میرا فیصلہ واضح ہو جائے۔ میں نے اس فیصلہ کے متعلق حضرت سید محمد اعظم شاہ صاحب سجادہ نشین گڑھی شریف کو بھی آگاہ کر دیا ہے۔ کتب خانہ و سامان لنگر جملہ اراضی، مکانات لنگر دربار شریف پر قیام رکھنے والے درویشوں کے لئے وقف ہیں۔ علاوہ ازیں میرا ذاتی کوئی ترکہ نہ ہے جو باقی اولاد میں تقسیم کیا جائے۔ میں اپنی جملہ اولاد کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات اور نبی کریم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقوں کے مطابق زندگی بسر کریں اور مریدین کو بھی اس پر عمل پیرا کریں تاکہ اللہ اور اس کا رسول ہم سب پر راضی ہو۔



العبد

۱۳۹۱ھ ۳۰ ماہ شوال بروز جمعرات

مولوی فقیر عبداللہ خود

حضرت مولانا مولوی فقیر عبداللہ میروی قدس سرہٗ العزیز کے مکتوب گرامی کا اصل عکس

ادارہ معین الاسلام (ایک مثالی درسگاہ)

جدید وقدیم علوم کا حسین امتزاج

خانقاہ مرتضوی (بیربل شریف) کا پنجاب کے علمی اور روحانی مراکز میں نمایاں مقام ہے اس روحانی مرکز کے بانی بنیدوقت جامع المعقول والمنقول حضرت حافظ غلام مرتضیٰؒ نے یہاں ایک عظیم درسگاہ قائم کی۔ دور دراز سے ہزاروں تشنگان علم ومعرفت اس چشمۂ شیریں سے سیراب ہوتے رہے۔ حضرت غلام مرتضیٰؒ کے وصال کے بعد یہ سلسلہ بوجوہ جاری نہ رہ سکا بزرگوں کی دعاؤں اور توجہات سے 25 شعبان 1401ھ بمطابق 1981ء کو ادارہ معین الاسلام کے نام سے جدید وقدیم علوم کی اس مثالی درسگاہ کی نشاۃ ثانیہ ہوئی۔ اللہ کے فضل وکرم سے اس ادارہ نے قلیل عرصہ میں شاندار تاریخ رقم کی۔

ادارہ معین الاسلام کے شعبہ جات

۱۔ شعبہ ناظرہ ۲۔ شعبہ حفظ ۳۔ شعبہ تجوید وقرأت (دو سالہ کورس)

۴۔ شعبہ سبعہ عشرہ قرأت (تین سالہ کورس) ۵۔ شعبہ تنظیم المدارس (ثانویہ عامہ، خاصہ، عالیہ اور عالمیہ کے امتحان دلوائے جاتے ہیں)

۶۔ شعبہ فاضل عربی (نوٹ۔ ادیب عربی، عالم عربی اور فاضل عربی کے امتحانات بورڈ سے دلوائے جاتے ہیں ان تمام طلباء کو میٹرک، ایف اے، بی اے اور ایم اے کے امتحانات بھی دلوائے جاتے ہیں)

۷۔ معین اسلامک اکیڈمی (پرائمری تا ایم اے) ۸۔ شعبہ کمپیوٹر ایجوکیشن ۹۔ المکتبہ المرتضویہ

۱۰۔ دعوت وتربیت کی ماہانہ محفل ۱۱۔ شعبہ تصنیف وتالیف وکتب وسہ ماہی مجلہ معین الاسلام ۱۲۔ بزم معین

۱۳۔ انجمن معین القراء (فارغ التحصیل طلباء کی تنظیم) ۱۴۔ انجمن معین الاسلام (ادارہ سے منسلک احباب کی تنظیم)

نوٹ۔ ذہین اور قابل طلباء کے لیے نادر موقع داخلہ کے خواہش مند طلباء جلد از جلد رابطہ کریں۔

تمام شعبہ جات میں جدید تعلیم حاصل کرنا ضروری ہے۔

دعا بدرگاہِ ربُّ العلیٰ

حضرت خواجہ محمد فخر الدین چشتی میروی بیربلوی رحمہ اللہ تعالیٰ

اے قدیمے قبلۂ اربابِ عشق اے کریمے کعبۂ اصحابِ عشق

اے وہ ذاتِ کریم! جو ازل سے اہل عشق کی قبلہ گاہ اور کعبہ ہے۔

اے رحیمے ذُوالجلال و مہرباں جانِ من بر تو فدا ہم خانماں

اے رحیم ومہربان اور صاحب جلال ذات میری جان تجھ پر قربان ہے اور گھر بار بھی۔

دائم المعروف ستّارُ العیوب ذاتِ پاکِ تست علّام الغیوب

تو ہمیشہ سے عیبوں کی پردہ پوشی کرنے والا مشہور ہے۔ تیری ذات غیبوں کو خوب جاننے والی ہے۔

اَنْتَ رَبِّیْ اَنْتَ لِیْ نِعْمَ الْوَکِیْل اَنْتَ حَسْبِیْ اَنْتَ کَافِیْ یَا جَلِیْل

تو میرا پرور دگار ہے۔تو ہی میرا بہترین کار ساز ہے۔اور اے عظیم ذات تو میرے لیے کافی ہے۔

اَنْتَ مَقْصُوْدِیْ اِلَیْکَ وِ جْھَتِیْ اَنْتَ مَطْلُوْبِیْ لِقَا ءُ کَ مُنْیَتِیْ

تو ہی میرا مقصود ہے۔ میں نے اپنا رخ تیری جانب کرلیا ہے۔تو ہی میرا مطلوب ہے۔ تیری دید میری آرزو ہے۔

یَا کَرِیْمُ یَا رَحِیْمُ یَا شَفِیْق یَا رَفِیْقُ نَجِّنِیْ مِنْ کُلِّ ضِیْق

اے کریم ،رحیم اور شفیق ذات۔اے مہربان ! مجھے ہر تنگی سے نجات عطا فرما۔

عشقِ ذاتِ خویش ما را کن عطا از طفیلِ حضرت احمد مصطفےٰ

اپنی ذات اقدس کا عشق ہمیں بھی حضرت احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے طفیل عطا فرما۔

و از طفیلِ خواجہ احمد پیرِ من پیرِ من خورشید عالمگیرِ من

اور میرے پیرومرشد حضرت خواجہ احمد میروی رحمۃ اللہ علیہ کے طفیل، جو کہ دنیا بھر کے آفتاب ہیں۔

سوز جانم در محبت یا اِلٰہ خام اندر دیگِ عشقِ چشت ، آہ

اے میرے خدا محبت میں میری جان جلا ڈال ۔ ہائے! میں چشتیا کے عشق والی دیگ میں ابھی خام پڑا ہوں۔

عشقِ ذاتت مونسِ جانم بود درپناہت دین و ایمانم بود

تیرا عشق ہی میری جان کا مونس بن جائے۔ اور میرا دین وایمان تیری پناہ میں آجائے۔

حسب فرمائش میاں ... ساکن ہری پور ضلع ہزارہ

صیانۃ الاکیاس عن وسوسۃ الخناس

تعداد جلد (۳۰۰) باہتمام حافظ محمد الدین صاحب مالک

مطبع مصطفائی لاہور مطبوع گردید

صیانۃ الاکیاس عن وسوسۃ الخناس کے سرورق اور ان پر حضرت قبلۂ عالم خواجۂ خواجگان خواجہ احمد میروی قدس سرہٗ اور حضرت تاجدار گولڑہ فاتح قادیان پیر سید مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تقریظ و تائید کے متعلقہ صفحات کے عکس...... انوارِ رضا...... کے زیر نظر...... "حضرت خواجہ احمد میروی نمبر"...... کے قارئین ملاحظہ فرمائیں......

(ادارہ)

۶

تقریظ فاضل نامی و علامہ سامی حلال مشکلات معضلہ و کشاف حقائق مشکلہ جامع کمالات ظاہری
و باطنیہ مقتدائے علمائے نامدار و برگزیدہ فضلاء روزگار جناب مولانا مولوی عبد القادر دام ظلہ مؤلف
کتاب تذکرۃ المذاہب وغیرہ حال المدرس اعلیٰ کالج محسنیہ ہوگلی کلکتہ در حق کتاب نبراس الصالحین و نبراس البرہ
جناب مولانا النحریر العلام والفاضل البحر القمقام نبض شناس مرض مبتدعین نذیرین و ذریات
قالع اصول و قامع فروع اغبیاء متمردین این دیار مولٰنا المعظم و قدوتنا المفخم ابو الاسعد محمد
المدعو بفیض عالم ادام اللہ فیضہ و فضلہ و ضاعف اجرہ و صلح عملہ و سلمہ عن حاسد اذا احسد بعد از
علیکم و علٰی اصحابکم و احبابکم و من یستفیض بفیضکم معروض ضمیر خورشید تنویر میشود کہ کتاب معجز البیان
نبراس الصالحین فی دفع مطاعن غیر المقلدین معہ کتاب نبراس البرہ عند ادا الجمعۃ فی حکومۃ الکفرہ
باستیعاب بنظر امعان و تحقیق مطالعہ نمودہ شد مضامین عالیہ جدیدہ و بطرز غریبہ شان برای
چنان معلوم میشوند کہ از القار فیاض عالم علوی و الہام یزدانی اند این و طیرہ و طریقہ جدیدہ قبل
ازین از نظر نگذشتہ عجب خاصیت این کتب عالیہ آنکہ با وجود درد کامل عالم نزد اطریق مناظرہ
طرز بحث و شیر دلی و دلاوری ہم بوجہ اتم می بخشند در او بان امثال ما تا ہنوز این طرز جدید نگذشت
جزاکم اللہ عنا و عن سائر المستفیضین من اہل الحق و الایقان ایزد تعالیٰ این ہر دو صحیفتین متبرکہ
در حیز قبول آرد و از شر حاسدین خادمین نگہدارد و سعی مولانا مشکور گرداند بجاہ سید الانبیاء
و المرسلین افسوس کہ حالا کتاب تذکرۃ المذاہب نزدم نماندہ اگر بودے چند نسخہا ہدیۃً بخدمت
عالیہ میکردم با امید اینکہ اگر از نظر آن فیاض خلائق منظور می یافتے عند اللہ ہم قبولی پذیرفتے
از چند جلد ناقص تمام جد و جہد یک نسخہ کامل انتخاب کردہ ہدیہ خدمت عالیہ حال شدہ بوساطت
بارگاہ حضور فیض گنجور ارسال ڈاک کردہ اگر در حیز قبول آید زہی قسمت بتاریخ ۱۴ ذی القعدہ
تقاریظ کملاء بلاد ہند او غیرہ و فضلاء وقت کہ سابق شان و سلالہ جمیع حضرات
خواجہ خواجگان مرشد الخلائق جناب مولانا احمد میروی و جناب مولانا پیر مہر شاہ گولڑوی و غیر ہم حفظہم اللہ تعالیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ و الصلوٰۃ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

مخفی نماند کہ کتب مؤلفہ قدوۃ المحققین و اسوۃ المدققین حامی ملت سید المرسلین و ناصر مذہب

۷

المجتہدین مقتدائے اہل سنت و قائد و مقتدائے اہل جماعت حضرت مولانا و مولا محاج العالمین عباد اللہ
الصالحین رفیع المعالم دافع المظالم جناب ابو الاسعد محمد المدعو بفیض عالم ادام اللہ ظلہ و فیضہ
و زاد مجدہ و اضاعف اللہ لحاسدیہ و باغظہ غیضہ مثل نبراس الصالحین فی دفع مطاعن غیر المقلدین
و نبراس البرہ عند ادا الجمعۃ فی حکومۃ الکفرہ — و وجیز الصراط فی مسائل الصدقات و الاستقراض
و مصباح الظلام عند قبر عبد السلام — و ہدایۃ البلید الی وجوب التقلید — و غنیانۃ الاکیاس
عن وسوسۃ الخناس از نظر فقیر الی اللہ اکثر مقامات این کتب شریفہ و صحائف منیفہ از مواضع مختلفہ
متعددہ گذشتہ اند بلکہ اکثر الشان باستیعاب بطریق ضبط و اتقان دیدہ شدند و در انہا نظر تحقیق و
امعان کردہ شد ہر مسئلہ شان مؤید بدلائل و اتقہ قاطعہ و براہین حقہ ساطعہ اہل سنت و جماعت مبین
و مبرہن کردہ راہ عین الیقین و الصراط الحق المستقیم برای اہل حق و متبعان سنت و پیروان جماعت
ساختہ نمودہ شد الحق ہر یک ازین کتب شریفہ و زبر منیفہ برق لامعہ و نور ساطعہ و شمس بازغہ است
برائے رفع ظلمات او ہام باطلہ زائغہ و شکوک ہا کہ فرقہ محدثہ ضالہ و براہین بینہ و حجج قاطعہ و انفجاید
برائے قلع و قمع اصول فاسدہ مموہ مبتدعین غیر مقلدہ و ہابیہ نیست منکر این کتابہائے مطہرہ مگر مبتدعی
غیر مقلد نجدی یا ناقصے جاہل حسدی و یابی اللہ الا ان یتم نورہ بما معذور ان گر نہ بیند بروز
شپرہ چشم چشمہ آفتاب را چہ گناہ + اللہم متع المسلمین بطول حیات مولانا الشیخ الاسلام و المسلمین و رافع
الغشاوۃ عن ابصار الاغبیاء و المبتدعین المخالفین لیروا الحق عیانا و معہ الیقین بیانا ان خلق اللہ
المحبوب جالا + و رجالا القصعۃ و تزید و اللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم آمین بجاہ سید الوجود
و قائد المرسلین العفو و بالمؤمنین رؤف رحیم صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ و صحبہ اجمعین [احمد میر اوالہ]
محب الفقرا و العلما العبد [مہر شاہ گولڑہ والہ] ذلک الکتاب لا ریب فیہ و ان مولانا الممدوح
و الفاضل المحمود و کتبہ المرصودۃ المحمودۃ اسوۃ للعالمین و عروۃ و ثقی للماہرین الاذکیاء الصالحین الکملاء
العارفین [فقیر غلام محمود ساکن املانہ] اقول ہذہ قطرۃ من بحار حامد مولانا و رشح طفیل من امطار علیٰ الخ
قدوتنا دام ظلہ و محاسن نزہۃ ستر ہا اللہ شہتہا رقبول و جزاء [فقیر محمد ساکن] رو جو کلاں — ماقال المشائخ
و کتبہ الفضلاء رحمہم اللہ تعالیٰ فی شان مولانا الممدوح فی آخر کتبہ المقبولۃ المطبوعۃ الخلائق ہو الحق
الحقیق و القول النجیح الذی لا ریب فیہ الا للنجدی الجاہل الکاسد اما تسحۃ النحل الامور العاطل

۸

نمبر	
۱۰۱	دوسرا حصہ تازیانہ وسوسہ بعض جہلا اس فرقہ متمردہ کا جو مشتمل ہے بہت سی افترا پردازی
۱۰۲	فتوی علماء ہزارہ کا بعد مباحثہ واقعی کے جو تاریخ ۲۳ محرم الحرام ۱۳۱۲ مقدسہ ہجری بروئے کار رہی کل علماء سے دراون ہوا۔
۱۰۳	نقول ان تحریرات علماء کی جو اکابر لکھتے ہیں کہ ہم نے ہرگز فتوی جعلی پر العبد ... نہیں اخونزادہ ... لیکن یہ سب افترا ہے ہم پر
۱۰۴	فتوی مولانا مولوی صاحب سکندر پور والوں کا درباره عدم جواز صلوۃ جمعہ در قری در جواب حبیب اللہ درخواست رؤسا ہزارہ درباره والی کہ امام جمعہ ہو و نماز جمعہ با امامت و جائز گردد جواب شان

فہرست قصیدہ ہائے ہذا در اول کتاب صیانۃ الاکیاس سے باید فہمید

نمبر صفحہ	
	قصیدہ عربی از جناب مولانا ابو علی محمد عبد الوہاب بعضی ہجیانیہ مولانا ابو الاسعد و بعضی تصنیفات شان
۳	قصیدہ فارسی از جناب مولوی محمد نور اللہ صاحب متخلص بہ انوار در بیان بعضی اوصاف مولانا ابو الاسعد و تقریظ
۴	بعض تحاریر بعض علماء اکابرین بلاد ہند از بمبئی و کلکتہ وغیرہ در مدائح کتب مولانا ابو الاسعد دام ظلہ و عمّ فیضہ۔
۵	القاریض کملاء و مقتدایان بلاد ہذا کہ اول شان خواجۂ خواجگان مولانا احمد میروی مرشد الخلائق حضرت مولانا پیر مہر شاہ اند۔
۶	مواہیر والعیدہای علمائے ٹانک و ملک مروت و گنڈہ پور و کرانچی و کنڈیان۔
۷	مواہیر علماء ... و زرد و سمہ و چھچھ وغیرہ کہ اول الشان وارث الانبیاء والمرسلین میاں صاحب بانکی شریف والہ اند۔

فقط

قطعہ تاریخ وصال حضرت خواجہ احمد میرویؒ

وای صد افسوس یارب چون کنم سازم چہ سان — رحلت از دنیا گزین آن قطب اقطاب جہان

شد دلم پر داغ یارب سینہ ام شد چاک چاک — نی بجان صبر و تحمل نی بہ تن تاب و توان

ای فلک خورشید عالم کردہ زیر زمین — ظلمت افزون چون نگردد دیدۂ اہل جہان

محفل عشاق از این غم پریشان ساختی — زمرۂ اہل طریقت کردہ بی خانمان

قبلۂ اصحاب دین و کعبۂ ارباب فضل — بود از فیض عمیمش بہرہ ور پیر و جوان

صورت گل شد پریشان دیدۂ نرگس سفید — سرو شد در حسرتش بانگشت حیرت در دہان

دستگیر بیکسان پیرم فقیر میروی — چون ندای ارجعی شد رفت در باغ جنان

من چہ گویم شرح حسنش بود ہمچون آفتاب — اختر برج ہدایت شمع جمع عارفان

مصدر جود و سخا بود آن شہ روشن ضمیر — قاسم فیض حقیقت مخزن گوہر فشان

بود اسم طاہرش روشن تر از شمس و قمر — فیض عامش بود جاری ہمچو بحر بیکران

تا بکی باشی پریشان ای دل غمگین من — عمر خود ضائع مکن در حسرت و غم رائگان

پنجم ماہ محرم چارم شنبہ بہ دل — چون ز دین و دنیا فتاد بربست محمل باکمال

از سرم عقلم پرید شد و ز دلم صبر و قرار — و ز بصر نور بصیرت و ز تنم تاب و توان

در طریقت در شریعت بادشاہ سلیمان گشتہ — در حقیقت بود چون خورشید انور در جہان

یاالٰہی جنت الفردوس کن ماوائے او — حور و غلمان عیش و انس مسکن و چو خیل خادمان

سال رحلت "مغفرگو انتہاء اولیا" ۱۳۳۰ ۱۳۳۰ — گفت ہاتف دوش با من این چنین سر نہان

سالم دل خستہ میخواں بہر روحش فاتحہ

تا کہ میباشد ترا خوشتر و فرد تاب و توان

(حضرت مرزا غلام جیلانی پشاوری چشتی نظامیؒ)

مادہ ہائے تاریخ (سالِ وصال)

حضرت خواجہ احمد میروی چشتی نظامیؒ

سال وصال ۱۳۳۰ھ......۱۹۱۲ء

قرآنی مادۂ تاریخ سالِ وصال

وَّ اٰتٰکُمْ مَّا لَمْ یُؤْتِ اَحَداً مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ (سورۃ المائدہ)......(۱۳۳۰ھ)

۱۳۳۰ھ اعداد والے چند تاریخی مادے

منظرِ حسنِ حبیب...... چراغِ حزبِ مدینہ...... چراغِ مدینۂ طابہ...... نسیمِ فیضانِ مصطفیٰ...... جوہرِ آئینۂ فیضانِ مدینہ...... سندِ معرفت و ہدایت...... شمعِ معرفتِ حبیبِ حق...... اعتبارِ علم و عرفانِ مدینہ...... دین، عشق و معرفت...... نقشِ احتشامِ حبیبِ حق...... شمسِ رُشد و ہدایت...... جریدۂ خدمتِ دین...... قطارِ فیضِ نبئ حق...... قمرِ اَوجِ شریعت...... فخرِ بزمِ عرفان...... مرغوبِ نبی بطحا...... فردوسِ شریعت...... حوالۂ اتباعِ سنت رسول

۱۹۱۲ء اعداد والے چند تاریخی مادے

پیکرِ فیضِ شریعت...... مصباحِ جہانِ صدق و استغنا...... چراغِ تصوفِ اسلام...... خورشیدِ مجدِ طریقتِ طیبہ...... بازیب نقشِ اخلاص و ایثار...... خوبئ صراط فیضانِ احمد

میرا شریف...... (۸۴۱)

اعداد بحساب ابجد ۸۴۱...... بہ الفاظ دیگر بحساب ابجد دس تاریخی مادے

مرکزِ انوارِ علم و یقین...... آنِ معرفت...... اَوجِ ابوابِ طریقت...... زیب و حُسن و جمالِ حقیقت...... منہاجِ بُستانِ مصطفیٰ...... بدرِ جہانِ تصوف...... شانِ بزمِ ولایت...... جلوۂ کاشانہ ہدایت...... گنجینۂ چشت...... نیاز و وجدانِ چشت

نتیجۂ فکر

"دلدادۂ زیبِ خوبانِ چشت"......(۱۴۲۹ھ)

محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری

حسن ابدال (اٹک)

قطعاتِ تاریخ (سالِ وصال)

حضرت خواجہ احمد میروی چشتی نظامی تونسوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

بنایا ہے خدا و مصطفیٰ نے　بہت اونچا مقامِ مردِ مومن
گھٹا سکتی نہیں ہے گردشِ وقت　علو و اَوجِ بامِ مردِ مومن
رہے گا حق پرستوں کے دِلوں میں　ہمیشہ احترامِ مردِ مومن
اجل پیغامِ وصلِ دوست، ہرگز　نہیں ہے اختتامِ مردِ مومن
گیا دُنیا سے وہ سَو سال پہلے　ہے جاری فیضِ عامِ مردِ مومن
پس از رحلت، ادب کے ساتھ اب بھی　لیا جاتا ہے نامِ مردِ مومن

خدا مست آدمی کا سالِ رحلت
ہے، "صدق و احتشام مردِ مومن"

۱۳۳۰ھ

............(۲)............

وہ معینی بادۂ عرفان کا تقسیم کار　اُس نے بانٹی ہے سلیمانی شرابِ معرفت
محرمِ اسرارِ قرآن و احادیثِ رسول　عارف و عالم وہ اُستادِ کتابِ معرفت
اِک زمانے کو کیا اُس نے حقیقت آشنا　اِک جہاں اُس سے ہوا ہے فیضیابِ معرفت
"بادِیے، مُیرے" بنے گُلزار فردَوسِ نظر　پے بہ پے برسا جب اُن پر وہ سحابِ معرفت
اِک صدی قبل اُس نے چھوڑا یہ جہانِ بے ثبات　فیض بخش اب بھی ہے وہ عزت مآبِ معرفت
کار فرما آج بھی ہے قبرِ پُرانوار میں　وہ عظیم الشانِ فقر، عالی جنابِ معرفت

اُس کی از روئے "ہدایت" میں نے تاریخِ وصال
۵
یوں رقم کی ہے، "دوام آفتابِ معرفت"

۱۳۳۰=۱۳۲۵+۵ھ

محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری

علمی ذوق کے حامل

قارئین کی توجہ کے لیے

اسلامک میڈیا سنٹر.............سہ ماہی انوارِ رضا............علامہ شاہ احمد نورانی ریسرچ سنٹر.............انوارِ رضا لائبریری...........ایسے پلیٹ فارم ہیں جو دین و دانش اور قلم و قرطاس کے حوالے سے ملک و ملت اور اُمت کی دینی و علمی، فکری و نظری سرحدوں کی حفاظت کے لیے میدانِ عمل میں ہے۔آپ بھی اپنی ضرورت و حیثیت کے مطابق ان سے استفادہ کرسکتے ہیں...........ہم آپ کی مدد کریں گے اگر آپ ہمیں پکاریں...........

- ☆ تصنیف و تالیف کے حوالے سے
- ☆ کتابوں کی عمدہ، معیاری اور مناسب ریٹ پر چھپائی
- ☆ ختم نبوت، بزرگانِ دین یا کسی بھی حوالے سے رسالے کی خصوصی اشاعت
- ☆ سرکاری و غیر سرکاری اداروں کے تعارف، پراسپیکٹس اور دفاتر کے سٹیشنری کی طباعت و تیاری
- ☆ نظریاتی حوالے سے شائع کی جانے والی کتابوں کی تعارفی تقریبات و تبصرے
- ☆ قومی پریس میں اہلسنت کی نظریاتی تقریبات اور تہواروں کی بھرپور کوریج
- ☆ قومی اخبارات میں مضامین، مقالات، لیٹرز اور تصاویر وغیرہ کی اشاعت

اس کے علاوہ............وہ سب کچھ جو آپ چاہیں

ملک محبوب الرسول قادری

چیئرمین اسلامک میڈیا سنٹر

A-27 شیخ ہندی سٹریٹ داتا دربار مارکیٹ لاہور

0300/0321-9429027.......042-7214940

E-mail:mahboobqadri787@gmail.com

Quarterly

Jauhar Abad

Anwar-e-Reza

Vol. 2 No. 4, Oct. to Dec. 2008









